سکینۃ الاولیاء
یعنی
ملفوظات، معمولات وارشادات
مع
حالات خلفائے عظام حضرت میانمیرؒ قادری
تصنیف:
شہزادہ محمدؐ دارا شکوہ قادری

یعنی

ملفوظات، معمولات وارشادات

مع

حالات خلفائے عظّام حضرت میانمیرؒ قادری

تصنیف:

شہزادہ محمّد داراشکوہ قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اُردو ترجمۂ کتاب

سکینۃ الاولیاء

پاک ہے وہ ذات جو اوّل وآخر اور ظاہر و باطن ہے۔ اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ہماری بصارتوں اور ہماری گویائیوں کو بنایا۔ پاک ہے۔ وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف معرفت سے عاجز رہنے کے سوا اور کوئی طریقہ نہیں بنایا۔ پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ ہر چیز کی حکومت ہے۔ اور سب اسی کی طرف لوٹ جائیں گے۔ بادشاہی کی تعریف اسی کو زیبا ہے کیونکہ زمین و آسمان سب کچھ اُسی کا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہے۔ اور آسمان سے لے کر تحت الثریٰ تک سب کچھ اُس کے زیرِ حکم ہے۔ خود اپنی تعریف اِن الفاظ میں فرماتا ہے۔ قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیئ قدیر کہو کہ اے خداوند! تو ہی ملک کا مالک ہے جسے تو چاہتا ہے ملک دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ تیرے ہی ہاتھ میں نیکی ہے اور تو تمام چیزوں پر قادر ہے۔

عالم ناسوت۔ ملکوت۔ اور جبروت۔ دولت عرفان۔ اور عالم ملکوت کے دیکھنے کی نظر جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بُعد اور ہجر سے عذاب دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ ملکوت سے ناسوت میں پہنچا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے جبروت سے لاہوت میں لا ڈالتا ہے اور حوالہ کرتا ہے۔ یعنی اِن کو انہیں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اور جو کچھ کرنا چاہے سب پر قادر ہے اس کی تعریف وہ خود کر سکتا ہے۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک وہ اپنی تعریف آپ ہی کر سکتا ہے۔ کسی کو اس کی تعریف کرنے کی طاقت نہیں۔

ابوطالب خمیمی مناجات کے وقت بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کرتے کہ اے پروردگار! اگر تیرا فرمان نہ ہوتا تو کس کی مجال تھی کہ تیرا نام زبان پر لاتا۔ تبارک اللّٰہ رب العالمین۔ اور ہزاراں ہزار نعمت نبی سخی سردار کو جو اہلِ عالم کے مقتدا اہلِ جہان کے بادشاہ دونوں جہان کے رسول۔ دونوں جہان کے شفیع اور اللہ تعالیٰ کے معشوق اور محبوب ہیں۔ اور جو عارفوں کے بادشاہ اور اہلِ اللہ کے استاد ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علوم نامتناہی کے چشمے اور ظہور الٰہی کا سبب ہیں۔ جن کے شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لولاک لما خلقت الافلاک و لولاک لما ظھرت الربوبیۃ۔ اے محمدؐ! اگر تو نہ ہوتا۔ تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اور اگر تو نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ کرتا۔

رباعی

اظہار زرا طلاق برائے تو بود ❊ ایں کون و مکان یقین سرائے تو بود
چوں بہر ظہور ما سبب گشتی تو ❊ جان و دل ما فدائے پائے تو بود

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کچھ عنایت فرمایا۔ جو کسی کو نہ دیا۔ اور وہ سنایا۔ جو کسی کو نہ سنایا۔ اور وہ کچھ دکھایا جو کسی آنکھ نے نہ دیکھا۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ"۔

رباعی

در عاشق و معشوق سخن بسیار است ❊ صد ناز و نیاز و گفت وگو در کار است
آن عشوہ کہ ہست درمیان ایشان ❊ کس واقف آں نیست ہمہ اسرار است

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم ۔" جو تیری بیعت کرتے ہیں۔ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔ یہاں الٰہی ہاتھ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ہے۔ جس کی بابت فرمایا ہے۔ کہ وہ سب ہاتھوں کے اوپر ہے۔" وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ جب تو نے تیر پھینکا۔ تو یہ اصل میں تو نے نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔ اس آیت میں مقام وحدت کی یگانگی اور قربِ فرائض کا کمال ظاہر کیا ہے۔ کیونکہ داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا ہے۔" وقتل داود جالوت" داود نے جالوت کو قتل کیا ہے

مقام دلکشائیش جمع جمع است ❊ جمالِ جانفزائیش شمع جمع است

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا۔ اور فرمایا کُنتم خیرا امتہ اخرجت للناس۔ یحییٰ معاذ رازی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کریم کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اس آیت شریف سے اس امت کی مدح پائی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی ایسی امت کی تعریف نہیں کرتا۔ جس کو آخر عذاب کرنا ہو۔ کیا ہی اعلیٰ امت ہے۔ اور کیا ہی اعلیٰ اس امت کے اولیاء ہیں۔ خاص کر اولیاؤں کے سردار متقیوں میں سے بہترین۔ اصحاب تجرید کے امام۔ ارباب تفرید کے مبدا۔ واسع الاسلام۔ رفیق سید انام۔ انبیاء کے سوا سب کے بادشاہ۔ امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون جو صدق سے آئے اور پیغمبر خدا کو برحق سمجھا۔ یہی لوگ متقی ہیں، صوفی کو چاہیے کہ کمال صدق میں صدیق اکبر کی پیروی کرے کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں پیغمبر ہوں۔ تو آپ بغیر معجزہ طلب کیے مشرف بہ ایمان ہوئے اور جب فرمایا۔ کہ میں معراج گیا تھا۔ تو آپ نے تصدیق کی۔ اور فرمایا کہ اگر سرور کائنات فرماتے کہ میں تمام اہل خانہ کے ہمراہ معراج گیا ہوں۔ تو بھی میں سچ مان لیتا ۔

زصدق وصفا گشت او مقتدا ۔۔۔ کہ گنجید در غار با مصطفےٰ

کوئی صوفی فنا میں صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے حق میں فرمایا ہے۔ من اراد ان ینظر الی میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الی ابن ابی قحافۃ جو شخص مردے کو زمین پر چلتا پھرتا دیکھنا چاہے۔ وہ ابن ابی قحافہ (صدیق اکبر) کو دیکھے۔

دوسرے طریق ولایت کے رہنما۔ اہل ہدایت کے شیخ۔ یگانہ زمان۔ بادشاہوں میں سے سب سے عادل۔ نصیب پہچاننے والے ہر نفس کافر پر سب سے سخت۔ اصحاب کے سپہ سالار امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا ایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین اے نبیؐ! تجھے تیرا خدا اور وہ شخص جس نے مومنوں میں سے تیری پیروی کی ہے۔ صوفی کو چاہیے کہ فاروق اعظم کی طرح دل اور بدن کی سلطنت پر عدل اور محافظت کرے تاکہ نفس و ہوا اور شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔

تیسرے۔ صابر عارفوں کے استاد۔ مشاہدہ حضرت فنا در بیش مستغرق۔ برگزیدہ خدا مقبول الہ۔

صاحب حیاء الایمان امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ؛ الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ۔ جو لوگ راہ خدا میں اپنا مال صرف کرتے ہیں، صوفی کو چاہیے کہ ذوالنورین کیطرح صاحب صبر و حیا ہووے تاکہ جو کچھ اسے پہنچے۔ اس پر صبر کرے۔ اور حق سبحانہ تعالیٰ کے حضور میں مارے شرم کے اس کی نگاہ غیر پر نہ پڑے۔ کیونکہ شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری نے فرمایا ہے۔ کہ حضور اور صحبت میں اس کے سوا غیر کو دیکھنا شرک ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت میں فرمایا ہے۔ ما زاغ البصر وما طغیٰ ؎

گرچہ غیر یار تو ہم عین اوست　　　تو مبیں بر غیر پیش یار خویش

چوتھے۔ عارفوں کے بادشاہ۔ کاملوں کے اکمل۔ تعلقات سے مجرد۔ عابدوں کے فخر۔ زاہدوں کی سند۔ علماء کے استاد۔ اولیاء کے پیر۔ اصفیاء کے امام امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فان اللہ ھو مولہ وجبریل وصالح المومنین اللہ تعالیٰ۔ جبرائیل۔ اور نیک مومن اس کے مددگار ہیں۔" صوفی کو چاہیے۔ کہ امیر کبیر کی طرح محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دوستی کی خاطر جہاد اکبر کرے۔ اور نفس اور شیاطین کے لشکر کو شکست دے۔ انانیت کے وصف میں اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے۔ " والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود۔ ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل۔

اللھم صل علی سیدنا ومولنا محمد وعلی الہ واصحابہ اجمعین الطاھرین الطیبین برحمتک یا ارحم الراحمین

جو لوگ اس کے ساتھ ہیں۔ وہ کافروں کے لیے سخت اور آپس میں نرم ہیں۔ وہ رکوع اور سجود کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں۔ سجدہ کرنے کے سبب ان کی پیشانیوں پر نشان ہیں۔ ان کی مثال توریت میں بھی ہے اور انجیل میں بھی۔

اے پروردگار! ہمارے سردار ہمارے مولا محمدؐ اور اس کی آل اور اس کے اصحاب تمام پر سلام ہو۔

بعد از ان فقیر بے حزن و اندوہ محمدؐ دارا شکوہ عرض پرداز ہے۔ کہ میں ہمیشہ بادشاہ مطلق اور صاحب یگانہ سے اس بات کی التماس کرتا رہا۔ کہ مجھے اپنے دوستوں اور دوستداروں کے زمرہ

میں داخل کرے۔ اور اپنی معرفت کے پیالے سے ایک گھونٹ پلائے۔ اور میری دلی مراد بر لائے۔ اور اپنے غیر سے میرا قطع تعلق کردے۔ میرا دل ہمیشہ درویشوں پر فریفتہ تھا۔ اکثر وقت میرا انہیں کی جستجو میں گزر جاتا۔ ادعونی استجب لکم اللہ تعالیٰ۔ کے بموجب اس کا فضل ملک اور ملکوت کے شامل ہے۔ اور سوالیوں کا سوال پورا کرتا ہے، اور طالبوں کو قرب عنایت کرتا ہے میری بھی دعا قبول ہو گئی۔ جمعرات کے روز چوبیس سال کی عمر میں خواب میں فرشتہ نے مجھے آواز دی اور چار مرتبہ کہا۔ "تجھے اللہ تعالیٰ ایسی چیز عنایت کرے گا جو روئے زمین کے کسی بادشاہ کو نصیب نہیں ہوئی"۔ نیند سے بیدار ہو کر میں نے اپنے دل میں سوچا۔ کہ اس قسم کی سعادت البتہ عرفان ہوگی اور بیشک اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے مجھے یہ دولت بخش دیگا۔ ان اللہ غفور رحیم میں ہمیشہ اس دولت عظمیٰ کا طالب رہا۔ یہاں تک کہ ۲۹، ماہ ذی الحج ۱۰۴۹ھ ہجری کو پچیس سال کی عمر میں ایک دوست خدا کی صحبت میں پہنچا وہ مجھ پر نہایت مہربان ہوا۔ جو بات دوسرے لوگوں کو ایک مہینے میں حاصل ہوتی تھی۔ وہ مجھے پہلی رات میں مل گئی اور جو کچھ دوسرے سال میں حاصل کرتے، مجھے ایک مہینے میں حاصل ہو گئی۔ جہاں اور کوئی طالب سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے پہنچتا۔ میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بغیر ریاضت یکبارگی پہنچ گیا۔ دونوں جہان کی محبت میرے دل سے اٹھ گئی۔ اور فضل ورحمت کے دروازے میرے دل پر کھل گئے۔ اور جو میں چاہتا تھا۔ وہ مجھے مل گیا۔ اب خواہ میں اہل ظاہر ہوں۔ لیکن ان سے بے خبر نہیں۔ اور خواہ میں درویشوں سے ہوں۔ تو بھی ان سے ہوں۔ صاحب کشف المحجوب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "انسان دنیاوی مال کی کثرت سے دنیا دار نہیں ہوتا۔ اور اس کی کمی سے درویش نہیں ہوجاتا۔ بلکہ جو فقر کو عنایت افضل جانتا ہے۔ وہ دنیا دار نہیں ہوتا۔ اگرچہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ اور جو فقر کا منکر ہے۔ وہ دنیا دار ہوتا ہے۔ خواہ مفلس ہی کیوں نہ ہو۔ فالمومن سمی امیرا وقد سماہ ربہ فقیرا جس کا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے فقیر ہے۔ خواہ وہ امیر ہی ہو تو بھی وہ فقیر ہے۔ اور جو شخص خیال کرتا ہے۔ کہ وہ امیر نہیں وہ ہلاک ہوتا ہے۔ کہ اب میرا سخن انہیں کا سخن ہے۔ اور اس گروہ کے علاوہ کسی کی بات مجھے نہیں بھاتی۔ ان کی برکتوں سے مجھے دلی کشائشیں حاصل ہیں۔ اور عبارات اور اشارات کا میرے سینہ پر ہجوم رہتا ہے۔ اور قسم قسم کے ذوق

حاصل ہوتے ہیں ۔ میں نے چاہا کہ اپنے مشائخ کے اوضاع واطوار اشغال اور طریقہ کی بابت کوئی کتاب لکھوں ۔ لیکن چونکہ اشغال اور اسرار کا دل میں رہنا بہتر ہے ۔ اور اس ذوق اور لذت کو زبان بیان نہیں کر سکتی ہے

من چہ گویم یک نہ کم ہشیار نیست ۔ ذکرِ آن یارے کہ او را یار نیست

اِس واسطے اس طائفہ علیہ کے احوال اور خوارق ۔ اور اِن کی نسبت مشائخ متقدمین سے جو تھی ۔ اِن سب کو بغیر کمی بیشی کے جن کی مجھے خود واقفیت ہوئی ۔ یا دیکھے یا اس قسم کے عزیزوں سے سنے ۔ لکھ دیئے اور اِن کا نام میں نے سکینۃ الاولیاء رکھا ۔ تاکہ اور کتابوں کی طرح اولیاء حق کے معتقدوں اور مخلصوں کے لیے بطور یادگار رہے ۔ اور انہیں معلوم ہو جائے ۔ کہ کوئی زمانہ اِس عالی گروہ سے خالی نہیں رہا ۔ اور نیز یہ کہ اس زمانہ میں بھی جب کہ سنہ ۱۰۵۲ ہجری ہے اس قسم کے لوگ ہیں اور تھے ۔

تمہید

واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی شخص کو ظاہر یا باطن میں شیخ کے وسیلہ کے بغیر بارگاہِ الٰہی کی راہ حاصل نہیں ہو سکتی ۔ اور خود بینی کی گمراہی سے خلاصی نہیں پا سکتا ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

شیخ اپنے مریدوں میں اس طرح ہوتا ہے ۔ جیسے امت میں نبی ۔ جس طرح ظاہری علم کے حاصل کرنے کے لیے معلّم کا ہونا ضروری ہے ۔ اِس طرح باطنی علم کے حاصل کرنے کے لیے معلّم کی سخت ضرورت ہے ۔ کیونکہ باطنی علم دل سے دل میں داخل ہوتا ہے ۔ نہ کہ زبان ۔ بیان اور کتاب کے ذریعے سے

سرِ عشق از کتاب نتواں یافت ۔ لیس تلک الرموز فی الاوراق

پس جب تحقیق ہو گیا کہ شیخ کے وسیلہ بغیر بارگاہِ الٰہی میں نہیں پہنچ سکتے ۔ اس لیے اس کی جستجو تجھ پر لازم ہے ۔ سب سے پہلے شیخ کی طلب کرنی چاہیے ۔ اور جب تک وہ نہ ملے آرام سے نہیں بیٹھنا چاہیے ۔ طلب الٰہی میں سب سے پہلا کام بھی یہی ہے ۔ اور بعض نادانوں کا جو یہ خیال ہے

کہ اس زمانہ میں کوئی ایسا ولی یا شیخ نہیں۔ جو کسی کو مطلب تک پہنچا سکے۔ اور یہ کہ زمانہ گذشتہ میں ایسے اولیاء اور شیخ ہو گزرے ہیں۔ یہ بالکل ان کی غلطی ہے۔ اور ان کی طلب میں نقص کیونکہ کوئی زمانہ یا کوئی وقت اس طائفہ عالیہ کے وجود سے خالی نہیں رہا اور نہ رہے گا۔ بعض پوشیدہ ہو گزرے ہیں۔ اور بعض ظاہر۔ جب ان کی تلاش کی جائے۔ تو ظاہر و باطن میں مل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ، فرماتا ہے۔ اولیائی تحت قبائی لایعرفھم غیری۔ میرے ولی میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ میرے سوا اُن کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اور رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ میری امت ایسے گروہ سے کبھی بھی خالی نہ رہے گی جو نیکی پر ہوں۔ اور یہ کہ میری امت کے چالیس (۴۰) آدمی ابراہیمی علیہ السلام خصلت کے ہونگے۔ اور حضرت پیر علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ زمین بغیر حجت کے نہیں لاتا۔ اور اس امت کو بغیر ولی کے نہیں رکھتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ایسے اولیا بھی ہیں۔ جن کو ولایت کی دوستی سے مخصوص کیا ہے۔ اور طبعی آفتوں سے اُن کو پاک کیا ہے۔ اور نفس کی مطابعت سے ان کو خلاصی دے رکھی ہے۔ وہ اللہ کے سوا کسی کی فرمانبرداری نہیں کرتے۔ اور اس کے سوا کسی سے محبت نہیں کرتے۔ ہم سے پہلے زمانہ گزشتہ میں بھی ایسے لوگ تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ اور اب سے بعد قیامت تک ہوتے بھی رہیں گے۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تمام امتوں پر شرف دیا ہے۔ اور اس بات کا ضامن بنا ہے۔ کہ میں محمدی صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کا نگہبان رہوں گا۔ جس طرح عالموں کے درمیان خبری برہان اور عقلی دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح باطنی یا غیبی دلیلیں اولیاؤں میں بھی موجود ہیں۔ انہیں کو اللہ تعالیٰ نے جہان کا والی بنایا ہوا ہے۔ انہیں کی برکت سے آسمان سے مینہ برستا ہے۔ اور انہیں کی صفائی احوال سے زمین سے نباتات اگتی ہیں۔ اور انہیں کی نیت سے کافروں پر مسلمان فتح پاتے ہیں۔ اور ایسے شخص تعداد میں چار ہزار ہیں۔ جو بالکل چھپے ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو پہچانتے تک نہیں۔ اور اپنے حال کے جمال کی انہیں خبر نہیں۔ اور تمام احوال میں اپنے آپ سے اور نیز خلقت سے پوشیدہ ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں۔ اور اولیاء اللہ کے اقوال موجود ہیں۔ ان چار ہزار میں سے تین سو کے سپرد انتظام ہے۔ اور یہ بارگاہِ الٰہی کے سپاہی ہیں۔ انہیں اخیار بھی کہتے ہیں۔ اور چالیس ان میں ابدال

ہیں۔ اور سات ابرار۔ اور چار اوتاد۔ اور تین نقباد۔ اور ایک غوث یا قطب۔ یہ آپس میں سب ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ اور امورات میں ایک دوسرے کے حکم کے موافق کام کرتے ہیں۔ اس بارے میں بھی حدیثیں ہیں۔ اور اہلِ سنّت وجماعت کا ان کی صحت پر اتفاق ہے۔ بعض مفسر اس آیت کریمہ وقطعنا ھما اثنتا عشرا اسباطا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے مختلف طوائف تعداد میں بارہ ہیں۔ موحّد۔ جو سب سے افضل ہیں۔ عارف۔ عاشق۔ سابق۔ محبّ۔ موقن (یقین کرنے والا) مکاشف۔ مشاہد۔ سالک۔ صادق۔ راضی۔ مرید۔ اور انہیں بارہ گروہوں کے لیے بارہ چشمے ہیں۔ جن سے ازلی شربت حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ توحید موحدوں کا چشمہ ہے۔ عبودیت اور اس پر خوش رہنا۔ عارفوں کا چشمہ ہے۔ اخلاص عاشقوں کا چشمہ ہے۔ صدق سابقوں کا چشمہ ہے۔ تواضع محبوں کا چشمہ ہے۔ رضا و تسلیم موقنوں کا چشمہ ہے۔ تسکین اور وقار مکاشفوں کا چشمہ ہے۔ سخاوت اور اعتماد مشاہدوں کا چشمہ ہے۔ یقین سالکوں کا چشمہ ہے۔ عقل صادقوں کا چشمہ ہے۔ محبت راضیوں کا چشمہ ہے۔ اُنس اور خلوت مریدوں کا چشمہ ہے۔ اور اس آیت کریمہ فانفجرت منہ اثنتا عشرۃ عینا قد علم کل اناس مشربھم کا اشارہ بھی انہیں چشموں کی طرف ہے۔ عارف محقق اور ہادی اہلِ یقین شیخ محی الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ سات آدمیوں کو ابدال کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی سات ولائتیں بنائیں۔ اور اپنے سات خاص بندے ان پر مقرر کیے۔ اور ان کا نام ابدال رکھا میں نے ان ساتوں سے ملاقات کی ہے۔ خراسان کا ایک بڑا آدمی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے شیخ نجم الدین اصفہانی سے پوچھا۔ کہ کیا یہ حدیث پہنچی ہے۔ کہ بدلاء امتی اربعون اثنا عشر فی العراق وثمانیہ وعشرون فی الشام (میری امت کے ابدال چالیس ہیں۔ جن میں سے بارہ عراق میں ہیں۔ اور اٹھائیس ملک شام میں) اس نے کہا پہنچی تو ہے۔ لیکن مشکل تو یہ ہے۔ کہ یہ سارا گروہ عراق اور شام ہی میں ہے۔ نیز شیخ نے فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام جہان کو دو حصوں مشرقی اور مغربی پر منقسم کیا۔ عراق سے مراد نصف حصہ مشرقی ہے۔ اور شام سے مراد نصف حصہ مغربی۔ پس نصف حصہ مشرقی میں عراق۔ خراسان۔ ہندوستان۔ ترکستان اور تمام مشرقی ممالک شامل ہیں۔ اور نصف حصہ مغربی میں شام مصر اور مغرب کے تمام ممالک

شامل ہیں ۔ فصل الخطابؒ اور دوسرے مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے ۔ خدا کا شکر ہے ۔ کہ اس طائفہ عالیہ کی بزرگی اور مقامات جو مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں۔ ان کے سبب میرے دل میں اس گروہ کی نسبت شک وشبہ نہیں ۔ اور ان کی مجھے اچھی طرح واقفیت ہے ۔ ان کی خدمت کو دونوں جہان کی نیک بختی خیال کرتا ہوں ۔ اور میرے نزدیک کوئی چیز ان کے ہمراہ رہنے کے برابر نہیں ۔

ہر جا کہ بود پروانۂ شمع او باشم ہر جا کہ بود شیخ دیوانۂ او باشم

اور یہ بھی مجھے معلوم ہو گیا ۔ کہ اس گروہ کے سوا باقی سب گروہ میں مصیبت ہے ۔ اور ان کو اپنی مصیبت کی خبر نہیں اعوذ باللہ من غفلتہ ۔ عام لوگوں میں مشہور ہے ۔ کہ اولیاء اللہ رنج ومصیبت اٹھاتے ہیں ۔ یہ غلط ہے بلکہ ان کو ہر طرح کی راحت وآرام لذت اور دل جمعی حاصل ہے کہ تمام دنیاوی لذتیں ان کی ایک لذت اور خوش وقتی کے برابر نہیں ۔

ایک شخص نے ابراہیم خواص قدس سرہ کو جنگل میں چوکڑی مار کر فراغت سے بیٹھے ہوئے دیکھا ۔ اس نے کہا ۔ اے ابراہیم ! تو یہاں کیوں بیٹھا ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ جا چلا جا ۔ اگر بادشاہوں کو معلوم ہو جائے ۔ کہ میں یہاں کس حالت میں بیٹھا ہوں ۔ تو مارے حسد کے تلوار لے کر میرے سر پر آجائیں ۔ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ جس وقت خوش وقت ہوتے اور وجد کی حالت طاری ہوتی تو فرماتے ۔ کہ روئے زمین کے بادشاہ اس وقت کہاں ہیں ۔ تاکہ مجھ پر حسد کریں ۔ اور یہ کہ اگر اس حال کی بابت انہیں میں کہدوں ۔ تو سلطنت کے سارے کاموں سے بیزار ہو جائیں ۔ اور انہیں چھوڑ دیں ۔ اور جنہوں نے ریاضت کو محنت کہا ہے ۔ انہوں نے اصل مطلب کو سمجھا نہیں اپنے محبوب کی خدمت کرنا محنت نہیں ۔ کیونکہ سب سے افضل گروہ جہان میں دو ہی ہیں ۔ یا درویش یا بادشاہ ۔ بہت سے بادشاہ سلطنت کو چھوڑ کر درویشی میں شامل ہوئے ہیں ۔ اور جو شخص بے توفیقی کی وجہ سے اس گروہ میں شامل نہیں ہوئے ۔ وہ آرزو اور افسوس میں ہاتھ ملتے رہ گئے ہیں ۔ لیکن کسی درویش نے درویشی کو چھوڑ کر سلطنت نہیں سنبھالی ۔ میں اللہ تعالیٰ سے اس بات کی التجا کرتا ہوں ۔ کہ اگر میں زندہ رہوں ۔ تو ان کے ساتھ رہوں ۔ اگر مروں تو بھی ان کے ہمراہ رہوں ۔ اور اگر میرا حشر ہو تو بھی انہیں کے ساتھ ہو ۔ جس شخص نے انہیں پا لیا ۔ گویا

اس نے خدا کو پا لیا۔ اور جس نے ان کا ادب کیا گویا (۳) نے خدا کا ادب کیا۔ امید ہے۔ کہ تمام مرید بلکہ اہلِ جہان ان کی خدمت کو اپنی سعادت جانیں گے۔ والتوفیق من اللہ۔

بیان فضیلت سلسلہ قادریہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے۔ کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

سئلت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحیٰ الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی السماء بعضھا قوی من بعض والکل نور فمن اخذ شیئاً مما علیہ من اختلاف فھو عندی علی ھدی اور نیز فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم

ترجمہ: ۔ میں نے اپنے اصحاب کے اختلاف کی بابت جو میرے بعد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ تو میرے پاس وحی آئی۔ کہ اے محمدؐ! تیرے اصحاب ایسے ہیں۔ جیسے آسمان میں ستارے۔ بعض ان میں سے بعضوں کی نسبت زیادہ قوی ہیں۔ لیکن سب کے سب نور ہیں۔ پس اختلاف کے بارے میں جس بات پر اصحاب ہیں۔ اس کو کوئی شخص مان لے۔ تو میرے نزدیک وہ راہ راست پر ہے۔ میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں۔ جو ان میں سے کسی کا مقتدی بنے گا۔ وہ سیدھی راہ پائے گا۔

واضح رہے۔ کہ صاحبان مذہب مقتدایان طریقت۔ سالکان حقیقت بہت سے مشائخ اور اولیاء قدس اللہ اسرارہم ہیں۔ جن کے پیروؤں کو اسی سلسلہ والوں سے موسوم کرتے ہیں۔ ہر ایک سلسلے کا الگ الگ نام ہے۔ مشائخ علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں۔ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق مخلوقات کے سانس کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ کی طرف راہیں ہیں۔ اگرچہ سلسلے تو بے شمار ہیں۔ لیکن ان میں سے مشہور مشہور کے نام لکھے جاتے ہیں۔ جو لوگ حضرت سید الطایفہ۔ رئیس العلماء مقتدائے اولیاء۔ استاد عارفان۔ اور پیر واصلان شیخ جنید قدس اللہ سرہ، کے پیرو ہیں۔ انہیں جنیدیہ کہتے ہیں۔ جو حضرت خواجہ عبدالواحد زید

سے منسوب ہیں۔ انہیں **زیدیہ یا واحدیہ**۔ شیخ ابوالحسنؒ نوری کے منسوبوں کو **نوریہ**۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے منسوبوں کو **طیفوریہ**۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ کے منسوبوں کو **ادہمیہ**۔ حضرت حارث بن اسد محاسبی کے منسوبوں کو **محاسبیہ**۔ حضرت سہل ابن عبداللہ تستریؒ کے منسوبوں کو **سہلیہ**۔ حضرت حمدون قصار قدس سرہٗ کے منسوبوں کو **قصاریہ**۔ حضرت محمد بن علی حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے منسوبوں کو **حکیمیہ**۔ حضرت شیخ ابوسعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کے منسوبوں کو **خرازیہ**۔ حضرت شیخ ابوعبداللہ خفیفؒ کے منسوبوں کو **خفیفیہ**۔ اور حضرت شیخ ابوالعباس سیارؒ کے منسوبوں کو **سیاریہ** کہتے ہیں۔ یہ سب کے سب مقتدم۔ محقق اور مقبول ہیں۔ اور اکثر مشائخ کبار ان سے اپنی نسبت درست کرتے ہیں۔ اگرچہ اور متقدمین مشائخ بھی صاحب مذہب ہو گزرے ہیں۔ لیکن جن کے اسماء مبارک اوپر لکھے گئے ہیں۔ معتبر کتابوں میں صرف یہی پائے گئے ہیں۔ لیکن جو فی زمانہ مشہور ہیں۔ اور مشائخ متاخرین ان سلسلوں سے باہر نہیں۔ ان میں سے ایک سلسلہ متبرکہ **قادریہ** ہے۔ جو عارفوں کے استاد۔ واصلوں کے شیخ۔ اولیاؤں کے پیشوا متقیوں کے مقتدا۔ طریقت کے سلطان۔ شریعت کے برہان۔ حقیقت کے سمندر۔ معرفت کے خزانے۔ اہل اللہ کے ہادی۔ "قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" کے کہنے والے۔ مشائخ کے بادشاہ۔ اماموں کے امام سید انام شیخ الاسلام قطب ربانی مقبول صمدانی محبوب سبحانی غوث الثقلین ابومحمد حضرت شاہ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہٗ سے منسوب ہے۔ اس سلسلہ متبرکہ کے مریدوں کو **قادری** کہتے ہیں۔ دوسرا سلسلہ شریفیہ **چشتیہ** ہے۔ جو مقتدائے اہل ہند۔ شیخ طریقت۔ واقف رموز حقیقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ سے منسوب ہے۔ اس سلسلہ کے مریدوں کو **چشتی** کہتے ہیں۔ تیسرا سلسلہ معظمہ **نقشبندیہ** ہے۔ جو استاد۔ امام۔ زینت الاسلام داعی عصر۔ یگانہ دہر۔ شاہ محققان حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس اللہ سرہٗ سے منسوب ہے اس سلسلہ عالیہ کے مریدوں کو نقشبندی کہتے ہیں۔ چوتھا سلسلہ مکرمہ **سہروردیہ** ہے۔ جو شیخ المشائخ۔ مالک قلوب۔ عیبوں کے مٹانے والے اہل زمان کے برگزیدہ عارفوں کے بادشاہ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ہے۔ اس سلسلہ کے مریدوں کو **سہروردی** کہتے ہیں۔ پانچواں سلسلہ **کبرویہ** ہے۔ جو آفتاب سعادت نیر ہدایت

انیس اولیاء ۔ مقتدائے اہلِ صفا حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ سے منسوب ہے اس سلسلے کے مریدوں کو **کبروی** کہتے ہیں ۔ چونکہ متاخرین میں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی ۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند ۔ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی ۔ اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ اسرارہم بہت مشہور ہوئے ہیں ۔ اس لیے سلسلوں کے نام انہیں کے اسمائے مبارک سے موسوم ہیں ۔ لیکن اگر حقیقت پوچھو ۔ تو قادری جنیدی ۔ اور چشتی ادہمی ہیں ۔ اور نقشبندی طیفوریہ ہیں ۔ اور جنیدیوں سے بھی نسبت رکھتے ہیں ۔ اور سہروردی خفیفی ہیں ۔ اور طیفوریوں سے بھی نسبت رکھتے ہیں ۔ ان سلسلوں کی تحقیق سفینۃ الاولیاء میں مفصل مندرج ہے ۔ مذکورہ بالا بزرگ تمام مومنوں کے مقبول ہیں ۔ اور خواص و عوام میں سے کوئی ان سلسلوں کی مریدی سے باہر نہیں ۔ اور جہان بھر کے گردن کشوں کو ان کی غلامی اور مریدی کرنی پڑتی ہے ۔ اور موجودہ زمانہ کے مشائخ ان سلسلوں سے باہر نہیں ہیں ۔ ان سلسلوں کے مقتدا سب کے سب کامل ۔ عارف ۔ واصل ۔ مہتدی اور مقصود کو پہنچانے والے ہیں ۔ لیکن یہ ظاہر ہے ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور اولیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور فرمایا ہے فضلنا بعضھم علی بعض اور نیز فرمایا ہے ۔ فضل اللہ یوتیہ من یشاء فضیلت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ ہے ۔ جسے چاہتا ہے ۔ عنایت کرتا ہے ۔

جس کا استاد زیادہ عالی مرتبہ ہوگا ۔ اور جس پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت عنایت اور تربیت زیادہ ہوگی ۔ وہی سب سے زیادہ بہتر اور مہتر ہوگا ۔ اور جو سب سے بہتر اور مہتر ہیں ۔ وہ مریدان سلسلہ قادریہ ہیں ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے استاد حضرت غوث الثقلین شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہٗ کو فضیلت دی ۔ اور ” قدمی ہذا علیٰ رقبۃ کل ولی “ کے کہنے پر مامور کیا ۔ اور ہر ایک شیخ کے دل پر تجلی کی ۔ اور تمام مقرب فرشتوں اور اولیائے متقدمین و متاخرین کی مجلس میں (جو زندہ تھے وہ از روئے جسم اور جو فوت شدہ تھے وہ از روئے روح حاضر مجلس تھے) خاص خلعت حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے حضرت محبوب سبحانی کو پہنچائی ۔ اور فرشتے اور رجال الغیب اس مجلس کے

گرداگرد جمع تھے۔ اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہ رہا۔ جس نے گردن تسلیم خم نہ کی ہے۔ عارف ربانی جنید ثانی حضرت پیر دستگیر شیخ میر فرماتے ہیں۔ کہ "قدمی ہذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کے یہ معنے ہیں۔ کہ میرا طریقہ سب طریقوں سے اعلیٰ ہے۔ اور قدم سے مراد طریقہ ہے۔ اور تمام اولیاء نے جو گردن جھکا لی۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ انہوں نے اس امر کو تسلیم کر لیا۔ اور یہ اللہ کی بے انتہا مہربانی ہے۔ " ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔ "

ترجمہ: ۔ یہ فضل الہٰی ہے۔ جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ میرے حضرت شیخ نے یہ رباعی فرمائی ہے۔

آن کیست کہ در راہِ ولایت شاہ است ۔۔۔ شاہ ہمہ اولیاء آن درگاہ است

اللہ و رسول گفتش قدم ماک ۔۔۔ فوق رقبۃ کل ولی اللہ است

غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت جو درج ہوئی ہے۔ اس سے کہیں بڑھ کر ہے پہلے میں نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں تھوڑی سی تفصیل دی ہے۔ لیکن امام یافعی اور متقدمین کی کتابوں میں بہت کچھ لکھا ہے۔

شیخ جمال العارفین ابوالوفا رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے غوث الثقلین کے بارے میں حضرت خضرؑ سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے غوث الثقلین کو تمام دلیلوں سے اعلیٰ مرتبہ دیا ہے۔ اور سب سے اعلیٰ اور عمدہ شربت اپنی محبت کا چکھایا ہے اور فرمایا کہ شیخ عبدالقادر زندوں کی فہرست میں ہیں۔ اور یہ کہ اپنے زمانے کے اولیاء کے غوث اور قطب ہیں۔ اور نیز ابوالوفا فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اپنے معبود کی قسم ہے۔ کہ شیخ عبدالقادر کے سر پہ مجھے ایسا نور دکھائی دیتا ہے۔ جس کی شعاعیں مشرق مغرب تک پھیلی ہوئی ہیں۔ حضرت عبدالقادرؓ کی طرف سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اے شیخ اب تو ہمارا زمانہ ہے۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے میں تیرا زمانہ آئے گا۔ جب کہ ہر ایک مرغ کی آواز بند ہو جائے گی۔ مگر تیرا طوطا قیامت تک بولتا رہیگا۔ اور بعض مشائخ نے یہ فرمایا۔ کہ اس عجمی جوان کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہو گا۔ اور بعض

اولیائے کبار مثلاً شیخ ابوبکر ہرا۔ شیخ ابو محمد شنبکی اور بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہم نے سو سال پیشتر ہی آنجناب کے وجود کی شرافت کی خبر دی تھی۔ چنانچہ شیخ ابوبکر نے فرمایا تھا۔ کہ عراق کے اوتاد سات ہیں۔ معروف کرخی۔ امام احمد حنبل۔ بشر حافی۔ جنید بغدادی۔ سہل بن عبداللہ تستری۔ منصور عمار اور شیخ عبدالقادر جیلانی۔ جب شیخ صاحب سے پوچھا گیا۔ کہ عبدالقادر جیلانی کون ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ایک عجمی شریف ہے۔ جو بغداد میں ہوگا۔ اور اس کا ظہور پانچویں قرن میں ہوگا۔ اس کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ اور شیخ ابو محمد شنبکی فرماتے ہیں۔ کہ شیخ عبدالقادر جیلانی وہ شخص ہے۔ کہ جس کے اقوال وافعال کی لوگ پیروی کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے نہایت اعلیٰ مرتبے پر پہنچائے گا۔ اور پہلے امتوں پر قیامت کے روز اس سے فخر کریگا۔

جوانی کے ایام میں حضرت غوث الثقلین شیخ حماد کی صحبت میں باادب جایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب معمول بڑے ادب سے مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب اٹھ کر باہر تشریف لائے۔ تو شیخ حماد نے فرمایا۔ کہ اس عجمی جوان کا قدم کسی وقت تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ بیشک یہ اس واسطے مشہور ہوگا۔ کہ یہ "قدمی ہذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ" کہے۔ اور تمام اولیاء اللہ گردن تسلیم خم کریں۔

شیخ ابوسعید قیلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بارہا شیخ عبدالقادرؒ کی مجلس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیغمبروں۔ فرشتوں اور جنوں کا صف بہ صف مشاہدہ کیا ہے۔ شیخ عقیل رحمتہ اللہ علیہ کے روبرو ذکر کیا گیا کہ آج کل ایک عجمی جوان شیخ عبدالقادرؒ نام بغداد میں مشہور ہوا ہے۔ اس قسم کی باتیں اور مشائخ سے بھی منقول ہیں۔ حضرت غوث الثقلین خود فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک ولی نبیؑ کے قدم پر ہے۔ اور میں اپنے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم ہوں۔ جہاں میرے جد بزرگوار نے قدم رکھا، وہیں میں نے بھی رکھا۔ لیکن نبوت کے قدم میں مجھے راہ نہ ملی۔ کیونکہ وہاں سوائے نبیؑ کے کسی کو راہ نہیں ملتی۔ اس سے آنحضرتؐ کی کمال پیروی اور اطاعت کی طرف اشارہ ہے۔

امام یافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ یمن کے اکثر مشائخ غوث الثقلین سے نسبت کرتے

ہیں ۔صاحب معجم البلدان لکھتے ہیں ۔ کہ حضرت غوث الثقلین بغداد کے عام و خاص لوگوں کو عبادت اور پرہیزگاری کے طریقے سکھایا کرتے ۔ اور لوگوں کو وعظ کیا کرتے ۔ اور جو کچھ میں نے تحقیق کیا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ نقشبندیہ چشتیہ ۔سہروردیہ ۔ اور کبرویہ سلسلے والے مشائخ کو پیر دستگیر غوث الثقلین سے کافی حصّہ ملا ہے ۔ اور ان سلسلوں کے صاحب غوث اعظم کی صحبت میں رہے ہیں ۔ چنانچہ سلسلہ چشتیہ ہیں حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ بغداد پہنچ کر غوث الثقلین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ مہینے آنجناب نے خواجہ صاحب کو اپنے حجرے میں جگہ دی ۔ اور توجہ فرماتے رہے ۔ یہ سارا حال چشتیہ کتابوں میں لکھا ہے ۔ اور خواجگان کے سلسلہ سے خواجہ یوسف ہمدانی جو اس سلسلہ کے سردار ہیں ۔ بغداد میں غوث اعظم کی صحبت میں ہیں ۔ اور "قدمی ہذا علی رقبۃ کل ولی اللہ" کی مجلس کے حاضرین میں سے تھے ۔ اور امام عبداللہ یافعی نے خواجہ یوسف کو حضرت غوث الثقلین کے خوارق کے راویوں میں سے شمار کیا ہے ۔ اور شیخ حماد اور شیخ کے مریدوں میں سے جن دو شخصوں کا قضیہ حضرت غوث اعظم نے تحقیق کیا ۔ ان میں سے ایک یوسف ہمدانی تھے ۔

سلسلہ سہروردیہ سے شیخ الشیوخ کے چچا شیخ ابو النجیب سہروردی مع شیخ شہاب الدین سہروردی ہمیشہ حضرت غوث الثقلین کی صحبت میں حاضر رہا کرتے تھے ۔

شیخ ابو النجیب جب کبھی حضرت شیخ کی صحبت میں حاضر ہونا چاہتے ۔ تو اپنے اصحاب کو فرماتے کہ وضو کر لو ۔ اور اپنے دلوں کو نگہ رکھو ۔ اور خبردار ہو جاؤ ۔ کیونکہ میں ایسے شخص کی خدمت میں جاتا ہوں ۔ کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ سے خبر دیتا ہے ۔

ایک روز شیخ ابو النجیب نے حضرت غوث الثقلین کی خدمت میں عرض کی ۔ کہ اے میرے سردار! میرا بھتیجا عمر علم کلام میں مشغول ہے ۔ بارہا اسے میں نے منع کیا ۔ لیکن یہ باز نہیں آتا ۔ آنجناب نے پوچھا ۔ کہ اے عمر! تو نے کون سی کتاب حفظ کی ہے ۔ اس نے عرض کی کہ فلاں فلاں کتاب ۔ آنجناب نے شیخ شہاب الدین کے سینہ پر ہاتھ پھیرا ۔ شیخ صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ واللہ ان کی کتابوں کا ایک لفظ بھی مجھے یاد نہ رہا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام مسائل میرے سینے سے مٹا دیئے ۔ اور علم لدنی سے میرا سینہ پر ہو گیا ۔ اور شیخ صاحب نے مجھے فرمایا ۔

یا عمر انت اخر المشہورین بالعراق اے عمر! عراق میں تو متاخرین

میں مشہور ہوگا۔ اور شیخ الشیوخ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو کچھ مجھے ملا ہے۔ وہ سب حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی کی برکت سے ملا ہے۔ سلسلہ کبرویہ سے یہی شیخ ابوالنجیب سہروردی جن کی نسبت حضرت غوث الثقلین کی خدمت رہنا لکھا گیا ہے۔ وہ شیخ عماد کے پیر ہیں۔ اور پیر شیخ عماد حضرت شیخ نجم الدین کبری کے پیر ہیں۔ پس ان چاروں سلسلوں کے مشائخ کو حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی کے نعمت سے کافی حصّہ ملا۔ اور یہ ان سلسلے والوں کے لیے باعثِ فخر ہے۔ کیونکہ اِس گروہ میں اس بات کا فخر کیا کرتے ہیں۔ کہ میں نے فلاں پیر کو دیکھا ہے۔ اور فلاں پیر سے ہم صحبت رہ چکا ہوں۔ شیخ السلام فرماتے ہیں کہ پیروں کا دیدار اس گروہ کا فرض ہے۔ کیونکہ پیروں کے دیدار سے انہیں وہ چیز عنایت ہوتی ہے۔ جو اور کسی طرح نہیں ہوتی۔ جس نے جوانمرد کو دیکھا۔ اس نے اسے نہیں۔ بلکہ خدا کو دیکھا۔ کیونکہ وہ اصل میں وہ نہیں۔

امام عبداللہ یافعی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ عبدالقادر فرمایا کرتے تھے۔ کہ جس نے مجھے دیکھا ہے۔ یا میرے مدرسے میں پہنچ گیا ہے۔ اس سے قبر اور قیامت کا عذاب اٹھا لیا جاتا ہے ؎

خوش آنکہ وصالِ تومیسر شدہ باشد ۔ چشمم بجمالِ تو منور شدہ باشد

سلسلہ متبرکہ قادریہ صحو۔ کثرت فتوح۔ عدم لغزش پر مبنی ہے۔ صحو سے مطلب مرادوں کا حاصل ہونا۔ اور حال کی صحت ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین نے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص میرا مرید ہو۔ اور اس کی سواری کا قدم پھسلے۔ تو میں قیامت تک اس کا محافظ ہوں۔ امید ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ متبرکہ قادریہ کے اس کمترین مرید کو بھی محفوظ رکھے گا۔ اور حضرت غوث اعظم کی روحانیت کی تربیت کو کمینہ کے حق میں دن بدن بلکہ ساعت بہ ساعت ترقی دیگا۔

بیان احوال خوارق وفضائل شیخ و اصحاب ایشان

جس طرح حضرت غوث الثقلین کے طریقے کو باقی طریقوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی طرح ہمارے شیخ صاحب کا طریقہ دوسرے مشائخ قادریہ سے صلاح تقویٰ۔ ورع۔

تجرید۔ تفرید۔ سیر وسلوک۔ فتوح۔ کشایش۔ اوضاع واطوار افعال واقوال اور اشغال میں مستغنے اور ممتاز ہے۔ آنجناب کے طریقہ کی بناہر ایک چیز میں صحیح حدیثوں اور کلام مجید پر ہے۔ اور آنجناب کے تمام تابعین شریعت۔ حقیقت اور طریقت سے آراستہ ہیں۔ عارف محقق سید قطب سے مَیں نے سُنا۔ کہ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کہ شیخ میر زمانے کے مقتدا اور غوث الثقلین ثانی تھے۔ اور اپنے شیخ صاحب کو فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ ہمارے شیخ تصوّف میں ناپیدا کنار سمندر تھے۔ جب کبھی مَیں اِن کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو مجھے حقائق اور معارف کی بابت چند ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ جو مَیں نے پہلے کبھی نہ سُنی ہوتیں۔ اور شیخ محمد رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ ہمارے شیخ کی تھوڑی سی بات بھی دوسروں کی بہت سی بات پر فوقیت رکھتی تھی۔ اور مَیں اپنے تجربے کی بات کہتا ہوں۔ کہ مَیں گو بہت سے مشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن آنجناب کی سی تجرید۔ تفرید۔ فنا۔ حوصلہ۔ استغراق۔ استغنا۔ وقت کی محافظت۔ احوال کا چھپانا۔ توحید معارف دلوں کو کھولنا۔ مریدوں پر مہربانی کرنا کسی میں نہ دیکھی آپ کا طریقہ مَیں نے بالکل سید الطائفہ امام الائمہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا سا پایا۔ اور آپ کے اصحاب کو شیخ صاحب کے اصحاب کا سا دیکھا۔ کیوں کہ جو سلسلہ سید الطائفہ شیخ جنید بغدادیؒ تک نہیں پہنچتا۔ اسے مشائخ معتبر نہیں سمجھتے۔ اور نیز کسی عالم۔ صالح۔ زاہد یا اہلِ دین میں سے باوجود اس بات کہ آپ ساٹھ سال لاہور شہر میں رہے۔ اور آپ کی خدمت میں آمد و رفت جاری رہی۔ آپ کے طریقہ پر اعتراض نہ کیا۔ اور جو طالب حق آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے تھوڑی مدّت میں یہاں سے اس قدر کشائیش حاصل ہوئی۔ جو دوسری جگہ مدتوں میں بھی حاصل نہ ہوئی۔ اور بڑی ریاضت اور مجاہدہ سے تھوڑی سی بھی ہاتھ نہ آئی۔ آنجناب کی تجرید اس درجہ کی تھی کہ ایک روز آنجناب کا خادم آپ کے لیے لکڑی کا ایک عصا لایا۔ اور کہا۔ کہ یہ حضرت میاں جیو کا عصا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کیا آنجناب عصا ہاتھ میں لیا کرتے ہیں؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ صرف ایک دو بار۔ چنانچہ ایک روز یہی عصا ایک شخص آپ کے لیے لایا۔ آپ دستِ مبارک میں پکڑ کر اٹھے۔ اور گھر میں دو تین قدم چلے ہونگے کہ عصا کو پھینک دیا۔ اور فرمایا کہ وہ شخص عصا پر کیوں سہارا لے۔

جس نے حق سبحانہ تعالےٰ کا سہارا لیا ہے۔ اور بعد ازاں پھر کبھی عصا ہاتھ میں نہ لیا ۔

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکین بود

پائے نابینا عصا باشد عصا تا نیفتد سرنگوں او در عصا

اور نیز عصا پھینکنے کا یہ سبب بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اس وقت میاں جیو کے دل میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کا خیال آیا ہو۔ کہ " القہا یا موسیٰ " اے موسیٰ اسے (عصا) پھینک دے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی۔ کہ " اتوکاء علیہا واھش بہا علی غنمی ۔" (اس پر میں تکیہ لگاتا ہوں۔ اور اس سے بھیڑیں چراتا ہوں) تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ کیونکہ غیر حق کا سہارا لینا جائز نہیں۔ اور نیز یہ کہ صوفی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ یہ نہیں کہتا۔ کہ یہ میرا عصا ہے۔ یا میرا کپڑا ہے۔ شاید اسی واسطے عصا پھینکنے کا حکم ہوا ہو۔ تا کہ عام لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ جو کچھ وہ ہے۔ وہ در حقیقت اسی سے ہے۔ اور اس پر سہارا نہیں کرنا چاہیے اس پر مطلع کرنے کے بعد پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ جب تجھے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ غیر حق پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔ اب عصا کو پکڑ لے اور نہ ڈر " خذھا ولا تخف " اب یہ تجھے ضرر نہیں دے گا۔ یہ از روئے تعلیم تھا۔ نہ از روئے تعرض۔ اور تمام اولیاء کے لیے جو یہ حکم ہے۔ کہ " فاخلع نعلیک " اس سے یہ مراد ہے۔ کہ دونوں جہان کی جوتی کو اپنی ہمت اور ارادے پاؤں سے دور کر دے۔ اور دونوں جہان سے فارغ اور مجرد ہو کر ہماری بارگاہ میں آ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جن کی ہمت میں ابتدا سے لے کر انتہا تک دو جہان اور جو کچھ ان میں ہے نہ تھا۔ جب معراج کو گئے۔ تو حکم ہوا کہ " لا تخلع نعلیک " (اپنی جوتی نہ اتارو) آپ جوتی سمیت گئے۔ اور پھر آنحضرت کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا " ما زاغ البصر وما طغیٰ " (نہ آنکھ جھپکی اور نہ چوکی)۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ جب تجرید درست ہو جاتی ہے۔ تو سلیمانی ملک بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اور جب تجرید درست نہ ہوئی ہو۔ تو حمل کی شناخت ہاتھ سے بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ اس طریقہ کی ہمت۔ اشارات۔ نکات اور احوال مندرجہ بالا بیان سے قیاس کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ کی تعریف میں کہا گیا ہے

غزل

سلسلۂ زلف یار سلسلۂ ما بود — طالب آن روئے را خوشتر ازیں جا بود
ہر کہ دلِ خویش را بست بایں سلسلہ — ہر دم و ہر ساعتش کار ببالا بود
دست بدست آمد سلسلۂ پیرِ ما — تا بقیامت ہمیں سلسلۂ ما بود
پیرِ ہمہ اولیا میر محمدؒ بعصر — از ہمہ افضل بود سلسلہ اش تا بود
مظہرِ او شاہ من بہترِ اہلِ زمان — ذاتِ عزیزش یقیں ذاتِ معلا بود
دستِ دریں سلسلہ ہر کہ زند قلب او — نرم شود ہمچو موم گرچہ خارا بود
سلسلہ قادریست آں کہ بحکمِ خدا — بر ہمہ قادر بود تا ہمہ دنیا بود

بیان اسم و لقب شریف و مولد و منشاء حضرت میاں جیو

اس اسرار غیبی کے مخزن۔ انوار لاریبی کے مظہر۔ خوارق ظاہرہ کے مصدر۔ کرامات باہرہ کے منظہر۔ بحر احدیت کے غنور بحر ناپیدا کنار جس میں نو آسمان بمنزلہ حباب کے ہیں۔ مشائخ زمانہ کے قبلہ۔ اہلِ جہان کے سردار۔ خدا شناسی کی رموز سے واقف۔ وجدان کے اسرار کے جاننے والے۔ اہلِ حقیقت کے پیشرو۔ سالکان طریقت کے رہنما ارباب یقین کے خلاصہ۔ طریق حق و دین کے سالک۔

مثنوی

خسروِ دہر در عرفاں پناہ — دوختہ از ترکِ دو عالم کلاہ
سیرتِ میمونش بدیں پروری — نسخۂ دیباچۂ پیغمبری
چوں بہ ہوا برد دو دستِ دعا — گشتہ ہر انگشت کلیدِ سما

حریم جلال کے محرم۔ بزمِ وصال کے شاہد۔ قطب الاقطاب۔ غوث الآفاق۔ اولیائے ربانی کے مقتدا۔ جنید ثانی بلکہ شاہ محی الدین جیلانی کا اسم مبارک پیر دستگیر میر محمد ہے۔ اور لقب میاں میر یا شاہ میر ہے۔ لقب کی وجہ یہ ہے۔ کہ ہندی زبان میں میاں صاحب کو کہتے ہیں۔ اور جی تعظیم کا لفظ ہے۔ اور چونکہ آنجناب کو لوگ اپنے صاحب کی بجائے خیال کرتے تھے اس رسالے میں جہاں کہیں میاں جیو کا لفظ آئیگا۔ اس سے مراد آنجناب کا اسم مبارک

ہوگا۔ حضرت میاں جیو کی ولادت باسعادت شہر سیوستان میں جو ٹھٹھہ اور بھکر کے مابین واقع ہے۔ اور آپ کے آباء اجداد کا اصلی وطن ہے۔ ۹۳۵ھ ہجری کو ہوئی۔ یہ تاریخ میں نے آنجناب کے بھتیجے سے سنی۔ جو اسے سیوستان سے لکھ کر لائے۔ واللہ اعلم۔ اسی شہر میں آپ سن تمیز کو پہنچے۔ چنانچہ اکثر اوقات اسی زبان میں جسے سندھی کہتے ہیں۔ گفتگو کیا کرتے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم شریف قاضی سائیں دتا بن قاضی قلندر فاروقی ہے۔ جو بعض کے نزدیک اٹھائیسویں پشت میں حضرت فاروق اعظم سے ملتے ہیں۔ اور جو خود بھی صاحب کرامات اور مقامات عالیہ تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت میاں جیو کی عمر سات سال کی ہوئی۔ تو آپ کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے۔ حضرت میاں جیو صاحب کی والدہ شریفہ کا اسم مبارک فاطمہ ہے۔ جو قاضی قادنؒ کی بیٹی تھیں۔ قاضی قادنؒ اپنے زمانے کے بڑے جیّد عالم تھے۔ اور ترک و تجرید اختیار کر کے گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اور ریاضت اور مجاہدہ کے بعد ولایت کا مرتبہ حاصل کر لیا تھا۔ حضرت میاں جیو کی والدہ شریفہ نے طریقہ شغل اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔ اور اپنے وقت کی رابعہ تھیں۔ حضرت میاں جیو اپنی والدہ شریفہ کی نسبت نقل فرماتے ہیں۔ کہ میری والدہ شریفہ کے ہاں جب میرا بڑا بھائی پیدا ہوا۔ تو چونکہ وہ خود صاحب کشف و کرامات تھیں۔ معلوم کر لیا کہ یہ لڑکا ولایت اور عرفان کے لائق نہیں۔ اس لیے ایک رات تہجّد کے وقت غسل کر کے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ کہ اے پروردگار! میں ایسا لڑکا چاہتی ہوں۔ جو عارف تارک اور دن رات تیری یاد میں مستغرق ہو۔ غیب سے آواز آئی کہ اس قسم کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی تجھے عنایت کیے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بعد ازاں حضرت میاں جیو متولد ہوئے۔ اور آپ دوسرے لڑکے تھے۔ حضرت میاں جیو چار بھائی اور دو بہنیں تھے۔ چاروں بھائیوں کے اسمائے مبارک حسب ذیل ہیں۔ قاضی بولن۔ قاضی عثمان۔ قاضی طاہر۔ قاضی محمدؒ۔ اگرچہ سب حضرت میاں جیو کے مرید تھے۔ لیکن قاضی محمدؒ تصوّف ریاضت اور ولایت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ اور آنجناب کی زندگی ہی میں عالم بقا کو سدھارے۔ حضرت میاں جیو کی ایک ہمشیرہ کا اسم مبارک جس کی بابت آنجناب کی والدہ کو خوشخبری دی گئی تھی۔ بی بی جمال خاتون تھا۔ یہ اور ایک لڑکا ایک ہی دفعہ پیدا ہوئے۔ بی بی جمال خاتون سے کشف و کرامات اور

خوارق عادات بہت سے ظہور میں آئے۔ آپ آج کل زندہ ہیں۔ انشاء اللہ آپ کے خوارق کا ذکر علیحدہ کہیں کیا جائیگا۔ حضرت میاں جیو کی دوسری ہمشیرہ کا اسم مبارک بی بی بادی تھا۔
جب حضرت میاں جیو کی عمر بارہ (۱۲) سال کی ہوئی۔ تو اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں علم باطنی میں مشغول ہو کر تھوڑی مدت میں اس علم کی تحصیل کی۔ اور عالم ملکوت آپ پر منکشف ہونے لگا۔ بعدازاں دنیاوی تعلقات کو چھوڑ والدہ ماجدہ سے رخصت لے سیر۔ مجاہدہ اور ریاضت کے لیے نکلے۔ پہلے پہل سیوستان کے پہاڑ میں بالغ ہونے سے پیشتر قطب اولیاء۔ عارف کامل۔ تارک واصل معرفت کے تخت پر بیٹھنے والے۔ سعادت کے تاج۔ اہلِ حقائق کے شیخ۔ تمام تعلقات کو قطع کیے ہوئے متوکلوں کے امام۔ صدیقوں کے رہنما۔ اور اہلِ زمان کے برگزیدہ حضرت شیخ خضر قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں جو سلسلہ علیہ قادریہ یگانہ روزگار اور ترک و تجرید میں یکتائے زمانہ تھے۔ اور جنہیں حضرت میاں جیو غوث وقت فرمایا کرتے تھے۔ حاضر ہوئے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا۔ کہ سوائے کوزہ اور بوریا کے اور کوئی دنیاوی چیز نہ رکھتے۔ اور سردی گرمی پہاڑوں ہی میں بسر کرتے۔ اور لوگوں سے الگ رہتے۔ اور جنگلی میوے کھاتے۔ آپ کی پوشش ناف سے لے کر زانو تک ہوتی موسم سرما میں ایک تنور بنا لیتے اور لکڑیاں جمع کر کے اسے گرم کر لیتے۔ اور رات کا وقت اس تنور میں بسر کرتے۔ اور کبھی شہر میں نہ آتے۔ ہاں سال میں ایک یا دو مرتبہ بطور سیر آجایا کرتے اللہ تعالیٰ کے سوا آپ کا کوئی آشنا نہ تھا۔ ایک روز سیوستان کی ولایت کا حاکم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ آپ دھوپ میں استغراق کی حالت میں بیٹھے ہیں۔ نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور اپنا سایہ آپ پر ڈالا۔ آنجناب نے معلوم کر کے سر اٹھایا۔ اور فرمایا کیوں آیا ہے؟ اس نے عرض کی۔ کہ بندہ کی التماس ہے۔ کہ آپ مجھے کوئی خدمت فرمائیں۔ اور اس بارے میں بہت منت و سماجت بھی کی۔ حضرت شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ پہلی خدمت تو یہ ہے۔ کہ مجھ پر سے چھاؤں ہٹائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر التماس کی۔ کہ میرے حق میں دعائے خیر کریں۔ آپ نے فرمایا۔ خداوہ وقت نہ لائے۔ کہ اس کے سوا کسی اور کا خیال میرے دل میں آئے۔ جب اس نے یہ جواب سنا۔ تو کھسیانا سا ہو گیا۔ اور واپس چلا گیا۔
نیز حضرت میاں جیو فرماتے ہیں۔ کہ جب میں والدہ ماجدہ سے رخصت لے کر بڑے شوق سے

باہر نکلا تو بے اختیار جنگل کا رخ کیے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ کوہ سیوستان میں پہنچا۔ وہاں پر میں نے دیکھا کہ ایک کونے میں تنور ہے۔ جس کا منہ ڈھکا ہوا ہے۔ جب کھول کر دیکھا۔ تو اس میں ایک پتھر دیکھا۔ اور تنور گرم تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ کسی بزرگ مرد کا مقام ہے۔ اس تنور کو دیکھ کر اس بزرگ مرد پر مجھے پختہ یقین ہو گیا۔ اور میں نے عہد کیا۔ کہ جب تک اس بزرگ کی زیارت نہ کر لونگا۔ یہاں سے نہیں جاؤنگا۔ یہاں تک کہ تین روز تک بھوکا پیاسا اور حیران وہیں رہا۔ ہوا نہایت سرد تھی۔ تنور میں بیٹھنے کو جی چاہتا تھا۔ لیکن خیال آتا تھا۔ کہ چونکہ یہ بزرگ کا مقام ہے۔ اس لیے یہاں بیٹھنا خلافِ ادب ہے تین روز کے بعد حضرت شیخ خضر تشریف لائے۔ میں نے جا کر سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب مع میرے نام کے دیا۔ اپنا نام سُن کر میرا اعتقاد اور بھی زیادہ ہو گیا۔ آپ نے پوچھا کب سے آیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی کہ تین دن رات سے آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تو صرف آج ہی یہاں سے گیا تھا۔ تجھے تو نہیں دیکھا۔ میں نے عرض کی کہ میں خلاف تو نہیں عرض کرتا۔ آپ نے فرمایا: شاید ایسا ہی ہو۔ یہ بات آپ کے استغراق کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ آپ کو بوجہ استغراق معلوم نہ ہو سکا کہ آج یہاں سے گئے ہیں۔ یا تین روز گئے ہوئے گزر گئے ہیں۔ لبعد ازاں مرید بنا لیا۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول کیا۔ اور جب حضرت میاں جیو؟ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ کے مرید بن گئے۔ اور یادِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ تھوڑی ہی مدت میں عالی درجوں اور نسبت کے مقامات کو پہنچ گئے۔ اور ماسوی اللہ سے منہ پھیر لیا۔ اگرچہ ظاہر میں حضرت میاں جیو؟ شیخ خضر کے مرید ہوئے۔ لیکن خود امام اور ولی تھے۔ اور بلا واسطہ آسمان ولایت کے آفتاب آسمانِ ہدایت کے بدر۔ فضائے لاہوت کے شہباز۔ میدان جبروت کے شاہسوار۔ دریائے جہان کے غواص۔ عالم ناسوت کے سیاح۔ سلسلہ اولیاء کے منتظم۔ مشائخ اجل کے برگزیدہ۔ آفتاب علم وکمال کے مطلع۔ خورشید جمال وجلال کے مشرق۔ اکابر زمان وزمین کے مقتدا۔ اوجِ یقین کے مبارک فال ہما۔ عارفانِ عالی جاہ کے بادشاہ۔ صاحب قول قدمی ہذا علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ اولیائے نامدار کے سلطان۔ عالی مقدار متقیوں کے امام۔ قطب ربانی۔ محبوب سُبحانی۔ پیر کبیر حضرت

غوث الثقلین شاہ محی الدین سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے تربیت حاصل کرکے درجہ کمال کو پہنچے۔ حضرت میاں جیو فرماتے ہیں۔ کہ حضرت غوث الثقلین نے بلا واسطہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین سرور کونین صاحب مرتبہ قاب قوسین بہترین موجودات اشرف المخلوقات سلموا یا توم بل صلوا علی الصدر الامین۔ مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعالمین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلی الہ اصحابہ کی روحانیت سے جسمانی صورت میں تربیت حاصل کی تھی۔ جیسا کہ نفحات الانس میں اولیاں کے باب میں مذکور ہے۔ پیر طریقت حضرت شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اللہ ایسے بھی ہیں جن کو مشائخ طریقت اور کبرائے طریقت اویسی کہتے ہیں۔ ان کو ظاہر میں پیر کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا واسطہ اپنی عنایت کی حمایت میں پرورش فرماتے ہیں۔ جیسا کہ اویس رضؓ کو۔ یہ نہایت درجے کا مقام اور مرتبہ ہے۔ کوئی اس مرتبے کو پہنچتا ہے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم یہ محض خدا کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ عنایت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔ اسی طرح بعض اولیاء اللہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین سے ہیں۔ اپنے بعض طالبوں کی اپنی روحانیت سے تربیت فرمائی ہے۔ اور اس میں کسی غیر کا دخل تک نہیں۔ ان کو بھی اویسی ہی کہتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے حضرت میاں جیو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اویسی ہیں۔ اور آپ کی ارادت کی نسبت دو طرف سے حضرت غوث الثقلین تک پہنچتی ہے۔ حضرت میاں جیو نے حضرت شیخ خضر کی باسعادت ملازمت کے پالینے کے ریاضت اور مجاہدہ سے تھوڑی ہی مدت میں اپنا کام مکمل کر لیا۔ اور حضرت شیخ نے فرمایا۔ کہ اب تمہیں یہاں رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جہاں تمہاری مرضی ہے۔ جاکر بود و باش اختیار کرو۔ حضرت میاں جیو نے اجازت اور رخصت لے کر بطریق تجرید سفر اختیار کیا۔ اور ظاہری علوم کی تحصیل کے واسطے لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ بعض کی یہ رائے بھی ہے۔ کہ جب حضرت شیخ صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تو بعد میں حضرت میاں جیو لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔ واللہ اعلم آپ کی عمر اس وقت پچیس (۲۵) سال تھی۔ اس سفر میں جس منزل اور مقام پر پہنچتے۔ وہاں چند روز قیام فرماتے۔ لاہور پہنچ کر

مسجدوں میں رہنا شروع کیا۔ اور اکبر بادشاہ کے عہد میں مولانا سعد اللہ کے درس کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ جو کہ زمانہ بھر کے عالم و فاضل اور ظاہری اور باطنی علوم سے آراستہ تھے۔ تھوڑی مدت میں معقول اور منقول علوم کو حاصل کر لیا۔ اور اپنے ہم سبقوں پر سبقت لے گئے۔ اور ظاہری اور باطنی علوم میں اپنے ہم عصروں پر فائق ہوئے۔ اور حضرت اخوند صاحب سے میں نے سُنا۔ جو فرماتے تھے۔ کہ حضرت میاں جیو نے انہیں دنوں چند سال ہمارے اخوند صاحب مولانا نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں علم حاصل کیا۔ جو ظاہر اور باطنی علوم کے عالم اور مولانا سعد اللہ کے شاگرد تھے۔ اور اخوند صاحب اور مُلّا نعمت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جن دنوں حضرت میاں میر علم تحصیل کیا کرتے تھے۔ ہم کئی سال انہیں پڑھاتے رہے۔ اور انہوں نے ہمارا سارا علم لے لیا۔ مگر اس عرصہ میں ہمیں اِن کے اصلی حالات بالکل معلوم نہ ہوئے اور یہ آنجناب کا کمال ستر ہے۔ حضرت میاں جیوؒ کا طریقہ یہ تھا۔ کہ دن کے وقت لاہور میں بزرگوں کی قبروں کی زیارت کر کے باغوں یا جنگلوں میں جمعیّت خاطر اور خطرات کے دور کرنے کے لیے ایسے مقام پر جہاں عام لوگوں کا گذر نہ ہوتا۔ یادِ حق میں مشغول ہوتے۔ اور جو یار آپ کی خدمت میں موجود ہوتے۔ وہ بھی الگ الگ ایک ایک درخت کے نیچے یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے۔ اور جب نماز کا وقت ہوتا۔ تو سب مل کر نماز ادا کرتے باغوں میں جانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے طریق کے موافق تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم اور صاحب مشکوٰۃ کی تیسری فصل کتاب الایمان میں ابوہریرہ سے مروی ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم ایک روز اپنے اصحاب سے اٹھ کر ایک طرف کو تشریف لے گئے۔ ابوہریرہ نے تلاش کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باغ میں دیکھا۔ آنحضرت صلّی اللہ نے اپنے نعلین مبارک دے کر فرمایا۔ اے ابوہریرہ! اس شخص کو خوشخبری جسے تو لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے دیکھے۔ کہ وہ ضرور بالضرور بہشت میں داخل ہوگا۔ اس حدیث میں صریحاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم مشغول ہونے اور جمعیّت خاطر کے لیے باغوں میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ آنجناب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو باغوں میں وجد۔ اور ذوق اور بسط حاصل ہوتا تھا۔ اسی واسطے یہ خوشخبری از روئے بسط مومنوں کو بھیجی۔ اور لا الٰہ الا اللہ کے ذکر کی تلقین جو ہر قفل کی چابی ہے فرمائی مُلّا سعید خاں نے مجھے فرمایا۔

کہ میں نے حضرت میاں جیو سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے کہ مشغول حق ہونے کے لیے میں چندروز ایک خاص سمت کو جاتا رہا۔ شہر کے باہر ایک پرانا مکان خالی پڑا تھا۔ وہاں پر تقریباً پندرہ روز جا کر بیٹھتا رہا۔ لیکن مجھے جمعیت خاطر حاصل نہ ہوئی۔ اس لیے میں نے خیال کیا۔ کہ یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ اس کے پاس ہی ایک کنواں تھا۔ یہاں ایک سقہ رہا کرتا تھا۔ اور اسے یہ معلوم تھا۔ کہ میں چندروز سے وہاں بیٹھتا ہوں۔ جوں ہی کہ میں وہاں سے چلا۔ وہ میرے پاس آیا۔ اور مجھ سے جانے کی وجہ پوچھی۔ میں نے کہا کہ آج یہاں سے اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن اس کا سبب معلوم نہیں۔ سقے نے کہا۔ کہ کل کچھ لوگ شادی کے لیے آئے۔ جب یہاں پر پہنچے تو رات ہو گئی۔ اس لیے وہ رات بھر یہیں کھیل کود میں مشغول رہے۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ ان کی کھیل کود نے یہاں اثر کیا ہے۔ اور تفرقے کا باعث ہوئی۔ وہاں جانا میں نے چھوڑ دیا۔ اور ایک اور جگہ مقرر کر لی۔ حضرت میاں جیو لوگوں کی صحبت اور ان کے میل جول سے ہمیشہ نفرت کیا کرتے تھے اور رات کو حجرے کا دروازہ بند کر کے جاگا کرتے تھے۔ کسی کو اپنے پاس نہ رکھتے۔ اور اکیلے قبلے کی طرف منہ کیے بیٹھے رہتے۔ اور اب بھی آپ کا وہی طریقہ ہے۔ اور اکثر یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے ؎

کسے کو غافل از حق یک زماں است | دراں دم کافر است اما نہاں است
گر ایں غفلت بجاں پیوستہ بودے | در اسلام بر روئے بستہ بودے

آپ کئی سال تک نہ دن کو سوئے اور نہ رات کو۔ شیخ قطب سے جو عارف باللہ ہیں۔ میں نے سُنا۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب سویا ہی نہیں کرتے تھے۔ اور میاں محمد مراد نقی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیو چند سال تک رات کو صرف ایک سانس لے کر گزار دیتے۔ اور پھر جب کہ آپ کی عمر اسی سال ہوئی۔ تو چار سانس لے کر رات بسر کر دیتے اور باوجود ضعف اور بڑھاپے کے آنحضرت کا طریق توکل بدرجہ کمال تھا۔ چنانچہ رات کے وقت کوزے میں سے پانی گرا دیتے۔ اور کبھی کسی وقت کسی قسم کا خطرہ نہ آیا کرتا۔ آپ کو خطرات کے علاج بہت سے یاد تھے۔ اور اکثر خطرات کو دور کرنے میں متوجہ رہا کرتے تھے۔ مشائخ کرام نے رفع خطرات کے لیے بہت کچھ فرمایا ہے۔ لیکن میں نے صرف ان دو باتوں پر اختصار کیا ہے۔

کہ خاطر کے لیے خطرہ لازمی ہے ۔ جسے خاطر (دل) ہی نہیں اسے خطرہ کہاں ۔ اور چونکہ آنجناب کے یاروں کا خاطر ہی نہیں ۔ اس لیے خطرہ کہاں ۔ لاہور میں جب رہتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا ۔ اور لوگوں کو آپ کے احوال مبارک سے واقفیت ہوگئی ۔ تو آپ سرہند کی طرف متوجہ ہوئے ۔ وہاں پہنچ کر گھٹنے کے درد اور سخت بیماریوں میں مبتلا ہوئے ۔ مدّت تک آپ بیمار رہے ۔ ایک رات آپ نے حضرت پیر کبیر غوث الثقلین کی روحانیت کی طرف توجہ فرمائی ۔ اسی وقت آنحضرت اور خضر علیہ السلام آپ کی بیمار پرسی کے لیے آئے ۔ آپ نے حضرت غوث الثقلین سے صحت کی خواہش ظاہر کی ۔ حضرت غوث اعظم نے اپنا دست مبارک آنجناب کے اعضائے مبارک پر پھیرا ۔ اور پانی کا پیالہ بھر کر آپ کو دیا اور فرمایا کہ پی جاؤ ۔ جب وہ حالت جاتی رہی تو بیماری کا نام و نشان تک باقی نہ رہا ۔ بیماری کے دنوں میں کوئی خدمتگار یا خبرگیر نہ رکھا ۔ حاجی نعمت اللہ سرہندی کو جب آپ کی کمزوری اور تنہائی معلوم ہوئی ۔ تو کمال اخلاص اور سعادت سے آنجناب کی خدمت کو اپنی خلاصی کا سرمایہ جان کر اعلیٰ درجہ کی خدمت کی ۔ یہاں تک کہ آپ کے فضلے کو اپنے ہاتھ سے اٹھا[illegible] حضرت میاں جیو نے فرمایا ۔ کہ چونکہ تو نے ہماری بہت خدمت کی ہے ۔ لیکن ہمارے پاس کوئی دنیاوی چیز نہیں ۔ جو تمہیں دی جائے ۔ اس لیے اگر تیری مرضی ہو ۔ تو ہم تھوڑے دنوں میں تمہیں خدا رسیدہ کر سکتے ہیں ۔ اس نے بھی اپنی طینتی سعادت کے سبب اس دولت عظمیٰ کی خواہش کی ۔ حضرت میاں جیو نے توجہ فرما کر ایک ہی ہفتے میں اسے درجہ کمال کو پہنچا دیا ۔ اور سب سے پہلا طالب جسے آپ نے ارشاد فرمایا ۔ یہی نعمت اللہ تھا ۔ ایک سال سرہند میں بسر کیا ۔ کہ کسی کو آپ کے حال کی خبر نہ ہوئی ۔ پھر آپ لاہور تشریف لے آئے ۔ اور باغبانوں کے محلہ میں جسے اب خوانی پورہ کہتے ہیں ۔ تادم زندگی بود و باش اختیار کی ۔ اس مرتبہ آپ کو لاہور میں قبولیت عامہ حاصل ہوئی ۔ اور خلقت نے آپ کی طرف رجوع کیا ۔ اور بہت سے لوگ آپ کی تربیت کی برکت سے مطلب اعلیٰ کو پہنچ گئے ۔ اور مشہور ہو گئے کہتے ہیں ۔ کہ جب حاجی نعمت اللہ کو یاد الٰہی میں مشغول کر کے آپ لاہور تشریف لائے ۔ تو حاجی پر عالم ملکوت منکشف ہوا ۔ حاجی مذکور ایک درویش شیخ جمیل الدین نام کے پاس گئے ۔ جو شیخ وجیہ الدین کے خلیفہ تھے ۔ اور سرہند میں رہا کرتے تھے ۔ اور کہا ۔ کہ مجھے ایک ایسا عالم دکھائی دیتا ہے ۔ جس کے دیکھنے سے مجھے نفرت

حاصل ہوتی ہے۔ اس درویش نے کہا۔ یہ ملکوت نہیں بلکہ عالم جنیات ہے۔ اور اس میں تجھے آخر کار نقصان پہنچے گا۔ اور اس قدر مبالغہ کیا کہ حاجی کا اعتقاد سست ہو گیا اور اس نے اس عمل کو چھوڑ دیا۔ اور جب اس عمل کے چھوڑنے سے لذت جاتی رہی تو سرہند سے مکہ معظمہ جانے کا ارادہ کیا۔ اور اجازت لینے کے لیے لاہور آئے۔ حاجی صاحب کو دیکھتے ہی آنجناب نے فرمایا۔ کہو میاں حاجی کیا واقعہ پیش آیا۔ حاجی نے ساری حقیقت عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ اس درویش نے تجھے دھوکا دیا ہے۔ اس کو عالم ملکوت کی خبر ہی نہیں۔ حاجی نے انکار کی وجہ سے عرض کی۔ کہ میرا ارادہ حج کو جانے کا ہے آپ مجھے رخصت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر اسی جگہ توجہ کرے اور مکہ معظمہ دیکھے۔ تو پھر۔ اس نے عرض کی۔ اگر ایسا ہو جائے۔ تو پھر تو میرا مطلب حاصل ہو جائیگا۔ اور میں آپ ہی کی خدمت میں رہونگا۔ آنجناب نے حاجی کے لیے جگہ مقرر کی اور فرمایا۔ کہ آج رات یہ اسم پڑھنا۔ حاجی نے ویسا ہی کیا۔ دوسرے روز آکر سر قدموں پر رکھدیا اور عذر کیا۔ آپ نے پوچھا کیا حج کر لیا۔ اس نے عرض کی کہ آنجناب کی توجہ سے پہلی طرح منزل بمنزل گیا۔ اور مکہ معظمہ پہنچا۔ اور حج کے مناسک بجا لایا۔ آنجناب نے پھر حاجی کو مشغول کیا۔ اور وہ کامل شخص بن گیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا۔ کہ مرید کے لیے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "الشیطان مع الواحد وھو من الاثنین ابعد" اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ اور دو سے وہ دور رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے۔ "ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم" تم میں سے تین کے ساتھ چوتھا اور پانچ کے ساتھ چھٹا (خدا) ہوتا ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ حضرت سید الطائفہ امام الائمہ شیخ المشائخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید کے دل میں سمائی۔ کہ میں اب درجہ کمال کو پہنچ گیا ہوں۔ اور میرے لیے اب تنہا رہنا بہتر ہے۔ اس لیے وہ شیخ کی صحبت کو چھوڑ جنگل کے گوشہ میں جا بیٹھا۔ جب رات ہوتی۔ تو اس کے لیے ایک اونٹ لایا جاتا۔ اور اسے کہا جاتا کہ تو اس پر بیٹھ جا۔ تجھے بہشت میں جانا چاہیے۔ چنانچہ اسے اونٹ پر بٹھا سبزہ زار میں لے جاتے اور وہاں عمدہ عمدہ صورتیں اور طرح طرح

کے خوشگوار کھانے اور بہتا پانی دیکھا۔ سحر تک اسے وہاں رکھتے اور جب سو کر اٹھتا۔ تو پھر اسی کٹیا میں ہوتا۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں خود پسندی اور تکبر پیدا ہو گیا۔ اور دعویٰ کرنے لگا کہ مجھ پر یہ حالت طاری ہوتی ہے۔ جب یہ خبر شیخ جنید نے سنی۔ تو اٹھ کر اس شیخ کے پاس آئے۔ تو دیکھا کہ واقعی تکبر کرتا ہے۔ اس سے آپ نے حال پوچھا۔ اس نے سب کچھ کہہ دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا۔ جب آج رات وہاں جائے۔ تو تین مرتبہ لاحول پڑھنا۔ جب رات ہوئی۔ اور حسب دستور اسے وہاں لے جایا گیا۔ تو پہلے تو وہ شیخ کے قول سے انکار کرتا رہا۔ لیکن آخر امتحان کے طور پر اس نے تین مرتبہ لاحول کہی۔ تو وہ شور مچانے لگے اور چلے گئے اپنے تئیں اس نے پاخانے میں دیکھا۔ اور اپنے گرد اگرد ہڈیاں دیکھیں۔ تب اسے اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ اور شیخ کی خدمت میں آکر توبہ کی۔ اور شیخ صاحب کی خدمت میں رہنے لگا۔

حضرت میاں جیو بہت کم شخصوں کو مرید کیا کرتے تھے۔ اس واسطے کہ خدا طلب مرید بہت کم ہوا کرتے ہیں۔ آنجناب کا اصلی مقصد یہ تھا کہ جو آپ کا مرید بنے۔ اسے اعلیٰ درجہ کا فائدہ پہنچے۔ اور اصل میں ہے بھی یہی بات کہ ارشاد اور تربیت کا فائدہ یہی ہے۔ کہ طالب مطلوب کو پہنچ جائے۔ نہ کہ بعض شیخوں کی طرح جو نذر نیاز اور شہرت وغیرہ کے لیے بہت سے مرید بنا لیتے ہیں۔ اور دعوت کو اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ اور اہل دل سے لڑائی کے لیے تیار ہو کر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں۔ اور قتل کا حکم دیتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں میرے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

رباعی

شیخ را مرید گیری ہنر است	بسیار او را مرید سیم و زر است
مشغول بہ توبہ دادن گاؤ خر است	معلوم نکرد کار مرداں دگر است

اور نیز فرماتے ہیں۔

مثنوی

کسانیکہ حضرت بنام اندر اند	چہ حضرت زحسرت زپا تا سر اند
ہمہ خضر وقت اندر رنگ و بو	از ایں خضر ہا خود حذر ہا نکو
سر بوریائے کہ دارند جائے	کجا بوریا جملہ بوئے ریا
چہ کہ طفلے بود کار شاں	خنک رو مریدان مردار شان

مریدان فزوں تر ز دیو و دو اند | چہ دانم مرید اند یا مرتد اند
سر سفرہ ہر صبحدم تا بشام | بجز دار بخر دار خوردہ طعام
رہ خانۂ دل نیا بد بدست | شکم در برو ئے دل خواجہ بست

چونکہ ہر شخص میں یہ لیاقت نہیں۔ اس لیے جس میں اس سعادت کی لیاقت دیکھتے تھے۔ اسی کو اپنا مرید بناتے تھے۔ نفحات الانس میں لکھا ہے۔ کہ مرید اور چیز ہے اور مراد اور۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ مرید لاکھوں نیاز سے مراد کو طلب کرتا ہے۔ اور مراد لاکھوں ناز کے ساتھ مرید سے پرے بھاگتی ہے۔

نیز حضرت میاں جیو صاحب کا طریقہ بہت مشکل تھا۔ اس لیے ہر شخص کو اس کی جرأت نہ ہوتی۔ چنانچہ پہلے پہل جو شخص آپ کا مرید ہوتا۔ اسے یہ شعر سناتے ؎

شرط اوّل در طریق معرفت دانی کہ چیست | ترک کردن ہر دو عالم را دلشتِ پا زدن

جب طالب صادق ارادے سے ترک اور تجرید اختیار کرتا اور تمام تعلقات کو چھوڑ دیتا۔ تو پھر اسے بڑی دشوار ریاضتوں کا حکم دیتے۔ مثلاً کم کھانا۔ کم بولنا۔ کم سونا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ اس لیے تھا۔ کہ جو شخص ریاضت کرے، اسے مصیبت نہیں۔ سہل بن عبداللہ تستری کا بھی یہی طریق تھا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکتا۔ تو پھر مرید کے اخلاص اور استعداد کے موافق تھوڑی ہی مدّت میں اسے درجہ کمال کو پہنچا دیتے۔ اور تھوڑے عرصے میں طالب کے باطن کو ماسوی اللہ سے پاک کر دیتے۔ چنانچہ ملا سعید خاں فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں نے نفحات الانس میں لکھا دیکھا۔ کہ حضرت سید الطائفہ کا ایک خلیفہ جو بعد میں حضرت سید الطائفہ کا جانشین ہوا، ہر روز کہا کرتا تھا کہ میں نے تیس سال اپنے ہاتھ سے شیخ جنیدؒ کا فضلہ اٹھایا ہے۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ بڑی اعلیٰ درجے کی نفس کی انکساری اور شکستگی ہے۔ کہ اس نے اس قسم کی خدمت کی ہے۔ اور بعد میں جب کہ ان کا جانشین ہوا ہے۔ تو پھر اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہی بات میں نے حضرت میاں جیو کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ تو بڑا کام نہ تھا۔ یہ تو ہر شخص کر سکتا ہے۔ ہاں کام وہ ہے جو سید الطائفہ نے اس کے حق میں کیا۔ یعنی اس کے باطن کو ماسوی اللہ سے پاک کر دیا۔ یہ تجرید و تفرید ہمارے

حضرت میاں جیو کے طریقے میں اس لیے ہے۔ کہ جو شخص تجرید میں کامل ہو جاتا ہے۔ وہ جلدی اپنے مطلب کو حاصل کر جاتا ہے۔ خواجگان علیہم الرحمۃ کے طریقہ میں اسی کو "کندن و پیوستن" (توڑنا۔ جوڑنا) کہتے ہیں۔ ہمارے حضرت میاں جیو فرماتے تھے۔ کہ جس طرح ظاہر میں یہ بات ہے کہ جب تک جنبی شخص کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو جنابت قائم رہتی ہے۔ اور پاک نہیں ہوتا۔ اسی طرح خواہ اس نے تمام تعلقات کو چھوڑ دیا ہو۔ اگر اس کے دل میں ایک خطرہ بھی باقی ہے تو بھی وہ تعلقات سے پاک نہیں ہوا۔ اور جنابت باطنی ابھی باقی ہے۔

مثنوی

زتو تا ہست موئے ماند برجا — بداں یک موئے مانی بند برپا
تو تا یکبارگی جاں در ببازی — جنب دائم ترا و نا نمازی

حضرت میاں جیو کا یہ طریق تھا۔ کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ تو اس سے پوچھتے۔ کہ تو کس واسطے آیا ہے؟ اور تیرا کیا کام ہے؟ اگر وہ کہتا۔ کہ آپ کے دیدار کے لیے آیا ہوں۔ تو آپ اسے نرمی سے پیش آتے اور فرماتے کہ آؤ بیٹھ جاؤ۔ اور کچھ دیر بعد ہاتھ اٹھا دعا مانگ کر اسے رخصت کر دیتے۔ اور اگر وہ کہتا کہ میں طلبِ حق کے لیے آیا ہوں تو آپ اس سے منہ پھیر لیتے۔ اور پاس نہ بٹھاتے۔ بلکہ رد کر دیتے۔ اور گھر سے نکال کر فرماتے۔ کہ بابا حق کی طلب آسان کام نہیں۔ یہ بہت مشکل ہے۔ جب تک تم اس کی طلب میں یگانہ نہ ہو جاؤ گے۔ اسے نہیں پا سکو گے۔ اور چونکہ دل ایک ہے۔ اور ایک چیز میں صرف ایک ہی چیز سما سکتی ہے۔ اس لیے مجرد ہونا چاہیے۔ اور دنیاوی تعلقات کو چھوڑ دینا چاہیے۔ میرے شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ جب میں ابتدا میں بدخشاں سے آیا۔ تو میں نے حضرت میاں جیو کا اسم مبارک سُنا۔ تو میرے دل میں شوق پیدا ہوا۔ اور میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن مجھ سے آپ نے بے پروائی کی۔ چنانچہ میں تین سال تک آپ کے گھر آتا جاتا رہا۔ لیکن مجھے کچھ بھی نہ فرماتے۔ بہت مدت کے بعد میری آزمائش کر کے مجھے مشغول کیا۔ یہی طریقہ حضرت میاں جیو اور میرے شاہ صاحب کا ہے۔ کہ پہلے اپنے تئیں معشوقانہ طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ اور یہ استغنا آزمائش کے لیے ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض لالچیوں کو جھوٹی طلب ہوتی ہے۔ اور تھوڑے دنوں میں وہ زائل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ

اللہ تعالیٰ نے طالبوں کے حق میں فرمایا ہے۔ "والذی خبث لا یخرج الا نکدا" یعنی ایسا دل جس میں اثر نہ ہو۔ اور نہ وہ قابل ہو۔ اس میں طلب کا اثر نہیں ہوتا۔ مگر تھوڑی مدت کہ جس سے کچھ فائدہ ظہور میں نہیں آتا۔ اسے چاہیے کہ مستقل رہے اور اپنے آپ سے گزر جائے۔ اور شیخ جوں جوں بے پروائی کرے۔ یہ اس کا فریفتہ ہوتا ہے۔ اور اس کے دل میں شوق زیادہ ہوتا جائے۔ مصرعہ:

عشوۂ محبوب بس دل کش بود

اور جو لالچی ہیں۔ وہ جلدی ہمت ہار بیٹھتے ہیں۔ اور ان کے لالچ کا شعلہ حسن کے شعلے کی طرح فرو ہو جاتا ہے۔

کاش خوباں ہمہ از عاشق خود جاں طلبند
تا ہر بوالہوسے عاشقی آساں نشود

اس بیت کو حضرت میاں جیو اکثر پڑھا کرتے تھے۔

کسے را امتحاں ناکردہ صدبار   نگردانی تو او را صاحب اسرار

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس کو طلب کرنے سے نہیں پا سکتے۔ ہاں طلب میں وہ پلتا ہے۔

سید علاء الدین اودہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بہ جست جوئے نیابد کسے مراد دلے   کسے مراد بیابد کہ جستجو دارد

اس سے یہ مراد ہے کہ جو شخص طلب اور جستجو کمال درجہ کی کرے۔ وہ پالیتا ہے اور طلب میں وہ پایا نہیں جاتا۔ مشائخ سلف رحمہم اللہ تعالیٰ بھی اپنے مریدوں کو اسی طرح آزمایا کرتے تھے۔ اور جو مرید مستقل رہے اور لغزش نہ کھائے۔ اس کی نسبت شیخ سے جو ظاہر ہو۔ اگرچہ ظاہر میں اس کی کوئی اور صورت ہو۔ لیکن باطن میں وہ عین حکمت ہوتی ہے۔ جیسے کہ والدین بچوں کو بڑا کرتے ہیں۔ ہر ایک شیخ اپنے مرید کے حق میں والدین سے بڑھ کر مہربان ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ مجدالدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حالت سکر میں فرمایا۔ "ہم دریا کے کنارے بطخ کے انڈے کی طرح تھے۔ اور ہمارا شیخ شیخ نجم الدین مرغی کی طرح۔ تربیت کے پر ہمارے سر پر پھیلاتے۔ تب ہم انڈے

سے باہر نکلے۔ ہم بطخ کے چوزے کی طرح دریا میں گئے۔ شیخ نے کرامت کے نور سے معلوم کر لیا۔ اور فرمایا۔ کہ دریا میں مرجا۔ لوگوں نے سمجھا کہ شیخ نے مجدّد الدین کے حق میں بددعا دی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بری دعا نہیں کی۔ کیونکہ اگر شیخ کی زبان سے یہ نہ نکلتا۔ کہ دریا میں مرجا۔ تو شیخ مجدّد الدین کو ایمان اور عرفان کا خطرہ تھا۔ کیونکہ دریا سے مراد بحرِ حقیقت ہے۔ اور عارف جو دریا میں فانی مر رہے۔ وہ گویا فنا فی اللہ ہے۔ پس اس لحاظ سے شیخ نجم الدین کی بات بمنزلہ دعا تھی۔ کیونکہ شیخ مجدّد الدین اپنے وجود کو سمندر سے الگ کیا ہوا تھا۔ شیخ نے دعا کی کہ دریا میں مرجا یعنی اس کے وجود کی ہستی سے دریائے حقیقت میں فانی ہو جائے۔

بیان قناعت میاں جیو و آمدن برادر الشان برائے ملازمت و نا یافتن چیزے در خانہ

کہتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیو ہفتہ ہفتہ بھر بھوکے رہتے۔ لیکن اپنا حال کسی پر ظاہر نہ کرتے۔ اور فرماتے کہ تیس سال تک ہمارے گھر کچھ نہ پکا۔ آپ کا رزق اس آیت کریمہ کے مطابق تھا۔ "وفی السماء رزقکم وما توعدون" (تمہارا رزق اور جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ آسمان میں ہے)۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میرا بھائی بہت مدّت کے بعد اپنے اصلی وطن سے آیا۔ میں اسے دیکھ کر متفکر ہوا۔ کہ میرا کوئی مرید یا معتقد نہیں۔ جسے میں کھانے کے لیے کہوں۔ اور نہ ہی میرے پاس کوئی چیز ہے۔ تاکہ اس کی مہمان داری کر سکوں۔ میں نے بھائی کو کہا۔ کہ میرے حجرے میں بیٹھ جا۔ تاکہ میں تیرے لیے کھانا تیار کر دوں۔ میں باغ میں گیا۔ اور طہارت کی۔ اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اور دعا کی۔ کہ اے پروردگار! میرے گھر میں مہمان آیا ہے۔ اور میں نے اسے تیری امید پر بٹھایا ہے۔ اور تیرے سوا میرا کوئی یار یا مہربان نہیں۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ دعا مانگنے سے پہلے ہی ہم نے تیری آرزو کو پورا کر دیا ہے۔ اسی اثنا میں میرا بھائی آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ کے چلے جانے کے بعد ایک شخص کھانا لایا۔ اور اب تک آپ کا انتظار کر رہا ہے۔ اور مجھے آپ کے بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ جب میں گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک خوبصورت جوان ہے۔ اس

نے مجھے سلام کیا۔ اور آہستہ سے کہنے لگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے تجھے یہ طعام بھیجا ہے۔ اور یہ نقدی بھی دی ہے۔ اور کہا کہ بعدازیں جو خواہش ہو ہم سے طلب کرنا۔ ہم قبول کریں گے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہوں۔ میں اور میرا بھائی کھانا کھانے میں مشغول ہوئے۔ اسے بھی شریک ہونے کے لیے کہا۔ لیکن اس نے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ کھانے سے فارغ ہو کر اس نے خالی رکاب اٹھا لیا۔ اور سلام کہہ کر چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد مجھے فکر پیدا ہوئی۔ آخر مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ فرشتہ تھا۔ اسی طرح حضرت غوث الثقلین کی بابت منقول ہے۔ آنجناب کے خادم کا بیان ہے کہ جناب پر مہمانداری کی وجہ سے دو سو پچاس دینار قرض ہو گیا۔ ایک روز ایک شخص آیا۔ جسے میں پہچانتا نہ تھا۔ اور بغیر اجازت حاصل کئے آنجناب کے پاس آیا۔ اور آپ سے بہت سی باتیں کیں۔ کچھ سونا نکال کر کہا۔ کہ آپ کے قرض خواہوں کے لیے ہے۔ اتنا کہہ کر چلدیا۔ شیخ صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ یہ زر لیجا کر قرض خواہوں کو دیدو۔ پھر فرمایا۔ کہ یہ قدر کا صیرفی تھا۔ میں نے پوچھا۔ کہ قدر کے صیرفی سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ اپنے دلیوں کے پاس بھیجتا ہے۔ تاکہ اُن کا قرضہ ادا کردے۔

اوائل حال میں حضرت میاں جیو اس طریقے پر گزران کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ لیکن آخر میں آپ کے خادم کا بیان ہے۔ کہ مجھے صرف ایک قسم کا طعام پکانے کے لیے فرمایا کرتے۔ اور میں مٹی کے برتن میں پکا کر لیجایا کرتا۔ اور سب مریدوں سے مل کر کھایا کرتے۔ اگر کوئی مرید موجود نہ ہوتا۔ تو اس کا حصہ جدا کر کے اس کے پاس بھیج دیتے۔ خاصکر شیخ محمدؒ لاہوری کے لیے بھیجا کرتے۔ اور فرماتے کہ وہ عیالدار ہے۔

حضرت میاں جیو اس قدر استغراق رکھتے تھے کہ دن رات میں بہت کم غذا کھایا کرتے تھے۔ اور جو تھوڑا سا کھایا کرتے تھے۔ اس کی بھی انہیں خبر نہ ہوتی کہ کیا کھایا ہے۔ اور ہمیشہ جمال باکمال ایزدی کے مشاہدہ میں رہتے۔ اور اکثر پوچھا کرتے کہ آج کونسا دن یا کونسا مہینہ ہے۔ میں نے اپنے حضرت صاحب سے سُنا ہے۔ کہ حضرت میاں جیو نہایت اعلیٰ درجے کا استغراق رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ کھانے کا لقمہ جو آپ کے ہاتھ میں ہوتا۔ کبھی کبھی اس کی خبر بھی آپ کو نہ ہوتی۔ اس

گروہ کے روح کی غذا اور پرورش عالم غیب سے ہوتی ہے۔ اور ظاہری غذا کے محتاج نہیں ہوتے۔ اِن کی خوراک یادِ الٰہی ہوتی ہے۔ اگر اتفاقیہ کچھ کھا پی لیتے ہیں تو محض حاضرین کی موافقت کی وجہ سے کھاتے ہیں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ ابوالحسن خرقانی ایک بات میں میرا پیر ہے اور وہ یہ ہے۔ کہ جو کھاتا ہے۔ اور سوتا ہے وہ کچھ اور چیز ہے۔ اہلِ خرقہ سے فتوح بہت کم قبول کیا کرتے تھے۔ اس فتوح میں سے تھوڑا سا خرچ کے لیے رکھ کر باقی محتاجوں کو بانٹ دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی معتقد اپنی حلال کی کمائی سے بطورِ نذر لاتا۔ تو آپ قبول فرماتے۔ اور کھانا پکا کر ہر کسی کو کھلاتے اور یہ شعر پڑھتے ؎

گر شود عالم پر از خوں مال مال   کے خورد مردِ خدا الا حلال

ایک روز ملا عصمت اللہ نے حضرت میاں جیو کی خدمت میں عرض کی کہ اس شعر کا مضمون حدیث میں بھی وارد ہے۔ "لو امتلاء الارض دمًا عبيطاً لما كان رزق الاولياء الا الحق الطلق ای الخالص اگر سارا جہان خون سے پُر اور مالا مال ہو جائے۔ تو بھی مردِ خدا حلال کے سوا اور کچھ نہیں کھاتا۔

ملا معصوم بھی حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ قرآن مجید میں اسی مضمون کی آیت ہے۔ "ليس على الذين آمنوا وعملوا الصالحات جناح فيما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا وعملوا الصالحات ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا واحسنوا والله يحب المحسنين۔"

جنہوں نے نیک اعمال کئے اور جو ایمان لائے اِن کے لیے کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ خدا سے ڈرو اور ایمان لاؤ۔ اور نیک عمل کرو۔ اور پھر ڈرو اور ایمان لاؤ۔ پھر ڈرو اور نیکی کرو۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص پے در پے کھانا پکا کر لاتا۔ تو آپ اسے منع فرماتے تھے۔ ایک خادم نے اس منع کرنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص پے در پے بھیجے۔ تو دل میں امید سی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور توکل جاتی رہتی ہے۔ اور خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ جو آپ نے فرمایا۔ کہ خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ آپ کے دل میں خطرہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ یہ جو کچھ فرمایا۔ محض یاروں اور طالبوں کی تعلیم کے لیے فرمایا۔ آپکی

خاطر مبارک خطرہ سے بالکل پاک تھی۔ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت میاں جیو کے دل میں کبھی کوئی خطرہ نہیں آیا۔ اب حضرت میاں جیو کے عام یار اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔ زمانہ بھر کے بادشاہوں امیروں اور عام و خاص کو آپ سے ارادت تھی۔ اور ہمیشہ نذر و نیاز سے آپ کی ملازمت باسعادت میں حاضر ہوا کرتے۔ لیکن آپ امیروں اور بادشاہوں کا نذرانہ قبول نہ فرمایا کرتے۔ اور فرماتے کہ تو نے مجھے فقیر سمجھ کر بھیجا ہے۔ لیکن میں فقیر اور اس چیز کا مستحق نہیں۔ میں غنی ہوں۔ جس کا اللہ ہو وہ فقیر نہیں۔ جاؤ جا کر مستحقوں کو دو۔ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا۔ جس کی نگاہ میں دنیا اس قدر حقیر ہو جتنی حضرت میاں جیو کی نگاہ میں تھی۔ آپ نے خلق پر دروازہ بند کر رکھا تھا۔ اور دنیا داروں کی صحبت سے کنارہ کرتے۔ جوانی کے ایام میں سارا سارا دن باغوں اور جنگلوں میں بسر کرتے۔ آپ کے حجرے میں کوئی شخص آنے نہ پاتا۔ شام کی نماز کے بعد جب حجرے میں آتے تو اندر سے زنجیر لگا کر کواڑ بند کر لیتے۔ بڑھاپے کے دنوں میں بسبب پاؤں کے درد کے دن کو بھی حجرے ہی میں رہتے اور اندر سے دروازہ بند رکھتے

زیں جہت از جملہ عالم رستہ بود — در بروئے غیر او بستہ بود

ہاں اگر کوئی شخص کسی بڑی ضرورت کے سبب آپ کا نیاز حاصل کرنا چاہتا۔ تو آپ اس حدیث کے موافق۔ من قرع باب الکریم ولج ولج "(جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اس کے لیے کھل گیا) اسے اپنے پاس آنے کی اجازت دیتے۔ اور اسی وقت اس کے حق میں دعا کر کے اسے واپس کر دیتے۔ اور فرماتے کہ یارو تمہیں بھی کام اور شغل ہے۔ اور ہمیں بھی ہے۔ تم جا کر اپنے کام میں مشغول ہو۔ اور ہم اپنے کام میں آپ کے قیمتی وقت کا ایک لمحہ بھی حضوریِ قلب کے بغیر نہ گزرتا۔ اور کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے ؎

یک نفس بے او بر آوردن خطاست — چہ برخ رد بازمانی چہ بہ راست

چوں سرا خود اندر آمد بندہ را — چہ بکوئے بازمانی چہ بہ بکاہ

کہتے ہیں۔ کہ ایک روز بہت سے عالم آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ "(امر الٰہی کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت ضروری ہے) کا مسئلہ چھڑا۔ آپ نے ایک عالم سے پوچھا۔ کہ اس قول کے کیا معنے ہیں۔ اس نے عرض کی۔

کہ امرِ الٰہی کو بجالانا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر مہربانی سے پیش آنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس سے اچھے معنی کرنے چاہئیں۔ اس عالم نے عرض کی۔ کہ آپ ہی فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ امر سے مراد روح ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے "قل الروح من امر ربی" پس اس کی تعظیم یہ ہے۔ کہ اسے یادِ الٰہی سے غافل نہ رکھا جائے۔ اور خطرات کو دور کیا جائے۔ اور خلق سے مراد خلقت ہے۔ یعنی اپنے اعضا"۔ پس ان پر شفقت یہ ہے کہ ان سے کوئی فعل ناجائز خلافِ شرع ظہور میں نہ آئے۔ اور دنیاوی لذتوں سے آسودہ نہ کرے۔ تاکہ وہ آخرت کے عذاب میں گرفتار نہ ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قل اللہ ثم ذرھم فی خوضھم یلعبون" (اللہ کہ اور ان کو اپنی غور و خوض میں لگا رہنے دے) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر علیہ السلام کو غیر کی توجہ سے منع فرماتا ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فارغ ہو کر ہمیشہ اسی اسم میں مشغول رہتے۔ اہلِ اسلام کی آخری لڑائی میں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھجور کا چھلکا پہنے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اپنا سب مال اہلِ اسلام کے صرف میں لا چکے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کہ اے ابوبکر! اپنے واسطے کیا رکھا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ "اللہ"

سید الطائفہ جنید قدس سرہٗ تیس سال تک راتوں کو کھڑے ہو کر اللہ اللہ کرتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ بغداد میں بدکاری حد سے زیادہ ہونے لگی۔ تو شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں کہا گیا۔ اگر تو بغداد میں نہ ہوتا۔ اور اللہ اللہ نہ کرتا۔ تو ان پر ایک ایسی بلا نازل ہوتی۔ جس سے سارا بغداد ہلاک ہو جاتا۔ جب کوئی شخص اللہ کہتا ہے۔ تو اس کے لیے یہی اسم اعظم کافی ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ امام الموحدین ابوبکر شبلی ہمیشہ اللہ اللہ کیا کرتے۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اس کے سوا کسی کو نہیں دیکھتا تاکہ اسکی نفی کروں۔ ایک روز شیخ ابوبکر شبلیؒ نے عبدالرحمٰن خراسانی سے پوچھا۔ کہ آیا تو نے شبلی کے سوا کسی کو دیکھا ہے۔ جو فقط اللہ ہی اللہ کہتا ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے شبلی کو بھی اللہ اللہ کہتے نہیں دیکھا۔ یہ سن کر شبلی رحمۃ اللہ علیہ غش کھا کر گر پڑے۔ شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اذا قلت اللہ فھو اللہ و اذا سکت فھو اللہ یا اللہ یا من

ھو ولا یعلم ما ھو الا ھو سبحانہ وحدہٗ لا شریک لہٗ۔

جس وقت تو اللہ کہے اس وقت بھی وہ اللہ ہے۔ اور جب تو چپ رہے تو بھی وہ اللہ ہے۔ یا اللہ۔ اللہ کیا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔ وہ پاک وحدہٗ لاشریک ہے۔ لوگ غش کھا کر گر پڑے۔

حضرت میاں جیو بہت کم کلام کرتے۔ اگر رستہ میں چلتے وقت اصحاب ایک دوسرے سے بات چیت کرتے۔ تو آپ کو نہ بھاتا۔ بلکہ منع فرماتے۔ کہ بات چیت کرنے میں انسان شغل سے باز رہ جاتا ہے۔ کس واسطے حکایتوں کی خاطر یادِ الٰہی سے باز رہتے ہو۔ اور نیز اصحاب کو فرمایا کرتے۔ بازاروں اور راہوں میں اگر تم تنہا جاؤ گے۔ تو یادِ الٰہی میں مشغول رہ سکو گے۔ آپ کسی کے گھر آمد و رفت نہ کرتے اور فرماتے جو شخص اپنے گھر میں دوسروں کے آنے سے ناراض ہوتا ہو۔ وہ دوسروں کے گھر کب جانا پسند کرے گا۔ آپ کی فیض اثر نگاہ میں اہل دنیا کی کچھ قدر و منزلت نہ تھی۔ چنانچہ ایک نے آپ سے التماس کی۔ کہ آپ خوش وقتی کے وقت میرا بھی خیال رکھیں۔ لیکن آپ نے اپنے پیر حضرت شیخ خضر کی بات کو یاد کر کے فرمایا کہ ایسے وقت پر خاک جس میں تو یاد آئے۔

جہانگیر سے آپ کی ملاقات

کہتے ہیں۔ کہ جہانگیر بادشاہ نے جو درویشوں اور اولیاؤں کا معتقد نہ تھا۔ بلکہ اس گروہ کو تکلیف اور اذیت پہنچایا کرتا تھا۔ اور برا سلوک کیا کرتا تھا اپنے ایک خاص آدمی کو حضرت میاں جیو کی خدمت میں بھیج کر گھر میں تشریف لانے کی التماس کی۔ اور عذر کر بھیجا کہ اگر آپ کا اسم شریف لاہور میں ہوتے وقت سن لیتا۔ تو ضرور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ لیکن چونکہ میں شہر سے ابھی گھڑی چلا آیا ہوں۔ اب میں واپس نہیں آ سکتا۔ آپ میرے غریب خانہ پر تشریف لا کر ممنون فرماویں۔ آپ حدیث نبویؐ کے بموجب "من دعی فلیجب" (جو بلائے اسے قبول کرے) بادشاہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اور بادشاہ نے اپنی عادت مستمرہ کے خلاف آنجناب کی بہت تعظیم و تکریم کی۔ اور دونوں صاحبان بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے حضرت میاں جیو

نے بہت سی مفید نصیحتیں کیں۔ آنجناب نے بادشاہ کے دل پر ایسا قبضہ کر لیا۔ کہ بادشاہ نے التماس کی کہ جو کچھ سلطنت کا زر و مال اور جواہر وغیرہ ہے۔ وہ میری نظر میں اینٹ اور پتھر کے برابر ہے۔ اگر آپ توجہ فرماویں تو میں دنیاوی تعلقات کو چھوڑ دوں۔ حضرت میاں جیو نے فرمایا کہ کامل صوفی ہے کہ جس کی نظر میں پتھر اور جواہر یکساں ہو۔ چونکہ تم کہتے ہو کہ میری نظر میں جواہر اور پتھر یکساں ہے۔ اس لیے تم صوفی ہو۔ بادشاہ نے عرض کی کہ میاں جی آپ ایسی دلیلیں دے کر مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا وجود خلق اللہ کی پاسبانی کے لیے واجبات سے ہے۔ اور تمہارے عدل کی برکت سے فقیر بھی دلجمعی سے اپنے کام میں مشغول ہیں۔ بادشاہ نے عرض کی کہ آپ توجہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم پہلے اپنے جیسا خلقت کی نگہبانی کے لیے کوئی شخص مہیا کر لو۔ پھر میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر مشغول کروں گا۔ بادشاہ کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس نے عرض کی کہ آپ مجھ سے کسی بات کی خواہش کریں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا جو کچھ میں طلب کروں گا۔ تم دے دو گے؟ بادشاہ نے کہا۔ کہ ہاں ضرور دے دوں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تو بس میں یہی چاہتا ہوں کہ مجھے رخصت دو۔ بادشاہ نے اس وقت بڑی تواضع سے آپ کو رخصت کیا۔ وہاں سے وداع ہو کر آپ گھر تشریف لائے۔ چونکہ اس مرتبہ بادشاہ کو آنجناب کی صحبت سے فائدہ حاصل ہوا۔ اس لیے دوسری مرتبہ بھی آنجناب کی ملاقات کا خواہشمند ہوا۔ اور دو نیاز نامے خود اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے آپ کی خدمت میں ارسال کیے۔ ایک ملاقات پہلے اور دوسرا بعد میں۔ جو رقعہ ملاقات سے پہلے لکھا۔ اس کے شروع میں یہ لکھا کہ مخلص حقیقی نیاز عرض کرنے کے بعد بڑے اخلاص سے عرض پرداز ہے۔ اور نیاز نامہ میں ملاقات کی خواہش ظاہر کی ہوئی تھی۔ اور اخیر میں لکھا ہوا تھا۔ کہ مہر جہانگیر شاہ "بعرض حضرت شیخ میر برسد" دوسرا رقعہ یہ تھا: "بعرض حضرت پیر دستگیر شیخ میر آیں نیازمند درگاہ الٰہی جہانگیر بعد از عرض دعا التماس یہ ہے کہ دعا کے وقت کبھی کبھی بندہ کو بھی یاد فرمایا کریں۔ اور اس بندہ خدا کو ظالم رافضی کے ہاتھ سے خلاصی عنایت کریں۔ اور جو شخص کہ پہلے بد قولی کرے، وہ بالضرور غضب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ آمین۔" یہ رقعہ اس وقت لکھا گیا۔ جبکہ ایران کے بادشاہ نے قندھار پر چڑھائی کی تھی۔ جہانگیر بادشاہ کی وفات کے بعد خلیفہ برحق

شہاب الدین محمد شاہ جہان بادشاہ دو مرتبہ حضرت میاں جیو کے گھر پر حاضر ہوئے۔ میں بھی دونوں مرتبہ اس مجلس میں حاضر تھا۔ بہت سی لطیف باتیں اور پند و نصائح کیں۔ حضرت میاں جیو کی صحبت نے کچھ ایسا اثر کیا۔ کہ بادشاہ ہمیشہ کہا کرتا کہ ہم نے ترک و تجرید میں حضرت میاں جیو جیسا کوئی درویش نہیں دیکھا۔ اور جب بادشاہ حضرت میاں جیو کے حجرے میں داخل ہوا تو میرے ہمراہ چار آدمی تھے۔ پہلی بات جو آنجناب نے فرمائی، وہ یہ تھی کہ عادل بادشاہ کو اپنی رعیت اور سلطنت کی خبر گیری کرنی چاہیے۔ اور اپنی تمام ہمت اپنی ولایت کو آباد کرنے میں صرف کرنی چاہیے۔ کیونکہ اگر رعیت آسودہ حال اور ملک آباد ہے۔ تو سپاہ آسودہ اور خزانہ پر ہوگا۔ اس کے بعد دین و مذہب کی گفتگو شروع ہوئی۔ چونکہ مجھے ایک بیماری لاحق تھی۔ جس کے علاج سے طبیب جواب دے چکے تھے۔ اور اس بیماری کو چار مہینے سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ لیکن میں ان دنوں آنجناب کا آشنا نہ تھا۔ اور نہ آپ کو پہچانتا تھا۔ بادشاہ نے مجھے ہمراہ لے جا کر کمال اخلاص اور نیازمندی سے التماس کی۔ کہ آپ اس کے حق میں دعا فرمائیں۔ تاکہ صحت یاب ہو۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر عرض کی۔ کہ حضرت میاں جیو یہ میرے دوست کا بڑا لڑکا ہے۔ جس کے علاج سے تمام طبیب عاجز ہو گئے ہیں۔ آپ توجہ فرمائیں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ وہ پیالہ جس سے پانی پیا کرتے تھے۔ پانی سے بھر کر کچھ دم کر کے پینے کے لیے دیا۔ اس پانی کے پینے سے ہفتہ کے اندر اندر میری ساری بیماری جاتی رہی۔ اور مجھے کامل صحت حاصل ہوئی۔ اسی ہفتہ کے اندر پھر کسی شخص کو میں نے آنجناب کی خدمت میں التماس صحت کے لیے روانہ کیا۔ حضرت میاں جیو نے فرمایا۔ کہ انہیں چار دنوں میں فلاں وقت فلاں گھڑی کامل صحت ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ کے فرمودہ کے مطابق ٹھیک اسی وقت مجھے صحت کامل حاصل ہوئی۔ حضرت بادشاہ بہت دیر حضرت میاں جیو کے گھر بیٹھے رہے۔ پھر آنجناب نے دعا کی اور بادشاہ کو رخصت کیا۔ پھر دوسری مرتبہ بھی جب بادشاہ حضرت میاں جیو کے گھر آئے۔ تو بہت سی عمدہ اور لطیف باتیں ہوئیں۔ اس مرتبہ بھی وہی آدمی ہمراہ تھے۔ بادشاہ نے حضرت میاں جیو سے التماس کی کہ آپ توجہ فرمائیں تاکہ ہمارا دل دنیا کی طرف سے سرد ہو جائے۔ آپ نے فرمایا جب تم کوئی نیک کام کرو۔ اور مسلمان کا دل خوش ہو۔ اس وقت اپنے حق میں دعا کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ مانگو۔ آپ نے

یہ شعر پڑھا ہے

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

شیخ بلال جو شہر کے اکابروں میں سے تھے اور ہر دن کو روزہ رکھتے۔ اور رات کو قیام کرتے۔ ان کی نسبت بادشاہ نے جبکہ حضرت میاں جیو کے گھر آیا ہوا تھا۔ حضرت میاں جیو سے دریافت کیا۔ حضرت میاں جیو نے فرمایا۔ کہ میں نے اس کے پیر کو بھی دیکھا ہے۔ چار رکعت نماز ادا کرتا تھا۔ وہ بھی بے خطرہ ادا نہیں کر سکتا تھا۔ بے خطرہ نماز وہ ہوتی ہے۔ کہ نماز کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا خیال دل میں نہ آئے۔ حضرت میاں جیو باخطرہ نماز کو قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ سرے سے اس کو درست ہی نہیں جانتے تھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں بھی ہے۔ "لا صلوٰۃ الا بحضور القلب" "حضوریِ قلب کے سوا نماز نہیں ہوتی"۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک روز ملا عبدالحکیم سیالکوٹی حضرت میاں جیو کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے لیے دو طریقے ہیں۔ اوّل جذبہ کہ اللہ تعالیٰ یکبارگی بندہ کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور اس کو واصل بنا دیتا ہے۔ اور دوسرا سلوک۔ جو ریاضت مجاہدے اور کسی بزرگ کے دامن پکڑنے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچے۔ اس طریق کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ سالک کا پہلا مقام ملکوت ہے۔ جب ریاضت کے زور سے اس مقام پر جو عالم ملکوت کی کشف کا مقام ہے۔ اس کا پیر اسے کسی طریقہ میں مشغول کر کے جنگل میں بھیج دیتا ہے۔ اور وہ باغوں اور جنگلوں میں تنہا یادِ الٰہی میں مشغول رہتا ہے۔ تاکہ اسے خلقت سے کنارہ کشی کی عادت ہو جائے۔ اور مبدا حصول کا قرب حاصل ہو جائے۔ اسی اثنا میں ملا عبدالحکیم نے فرمایا کہ اس طرح کرنے سے نماز باجماعت فوت ہو جاتی ہے۔ تو آنجناب نے فرمایا۔ کہ تعجب کی بات ہے کہ آپ ایسا فرماتے ہیں۔ مسلمانوں کو یہ لازم ہے کہ نماز کی تحقیق کریں۔ اور دل کی حضوری حاصل کریں۔ تاکہ ان کی نماز درست ہو سکے۔ کیونکہ حدیث نبوی میں ہے کہ جب تک دل کی حضوری حاصل نہ ہو۔ نماز درست نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں نماز باجماعت کا کیا فائدہ۔ لیکن اگر اسے فی الواقع نماز کا طریقہ معلوم ہو جائے اور حضوری دل بھی ہو جائے تو اس صورت میں نماز باجماعت کی نسبت اکیلے ادا کر لینا بہتر ہے۔ اور ہم بھی جب کبھی جنگل میں

جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ تو کبھی ایسا نہیں ہوا۔ نماز با جماعت فوت ہو۔ ہمارے یار جو ادھر ادھر جا کر درختوں کے تلے یا گوشوں میں یادِ الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ نماز کے وقت سب مل کر نماز ادا کرتے ہیں۔ بادشاہ اس مرتبہ بھی قریباً ایک پہر حضرت میاں جیو کی خدمت میں بیٹھ کر رخصت ہوا۔

شیخ محمد لاہوری فرماتے ہیں۔ کہ جب بادشاہ حضرت میاں جیو کے گھر سے رخصت ہوا تو مَیں نے جا کر آنجناب سے حالات دریافت کئے۔ کہ مجلس کیسی گزری۔ آنجناب نے فرمایا کہ بادشاہ فردِ کامل اور مظہرِ خاص ہوتے ہیں۔ لیکن اِن کی آمد و رفت اور بات چیت سے مجھ میں کسی طرح کا فرق نہیں آیا۔ کیونکہ میں جس کام میں مشغول تھا۔ اس میں مشغول رہا۔ صوفی جب کامل ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دل خطرے سے پاک ہو جاتا ہے۔ تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں دے سکتی۔ وہ خود بادشاہ ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ میں بادشاہ کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہوتی۔ سب بادشاہ اس کے مسخر ہوتے ہیں۔" من لہ المولیٰ فلہ الکل" (جس کا خدا ہے اس کا سب کوئی ہے) بادشاہ حضرت میاں جیو کے لیے شال کی دستار اور کھجوروں کی تسبیح بطور نذرانہ لائے۔ اور عرض کی کہ چونکہ آپ دنیاوی مال سے کنارہ کش ہیں۔ یہ نیاز ہماری طرف سے قبول فرمائیں۔ آپ نے دستار تو واپس کر دی اور تسبیح کو قبول فرمالیا۔ چنانچہ وہی تسبیح مجھ مخلص مرید کو عنایت فرمائی۔ اور چونکہ اس مرتبہ بندہ کا یقین زیادہ ہو گیا تھا۔ اس لیے جب بادشاہ اور لوگ آنجناب کے بالاخانہ پر گئے۔ تو میں اپنی پاپوش کو پیچھے پھینک اس مبارک گھر کو وادیِ مقدس سمجھ کر ننگے پاؤں گیا۔ حضرت میاں جیو بادشاہ سے ہم کلام ہوتے وقت لونگ چبا کر پھینکتے جاتے تھے۔ بعض حاضرین کو یہ امر ناگوار گزرا۔ لیکن بندہ کمال ارادت و اخلاص سے ان کو جمع کر کے کھاتا تھا۔ اس وقت میرے دل میں دنیا سے بے تعلقی اور اس گروہ کی محبت زیادہ ہوتی گئی۔ اور اسی کی برکت سے بڑے بڑے اثر مجھ پر ظاہر ہوئے۔ اور مجھے مل گیا۔ جو کچھ کہ مل گیا۔ اور اسی کی برکت سے قوت بیانیہ حاصل ہوئی۔ اور طبیعت موزوں ہو گئی۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ قیامت کے دن بھی آنجناب کے گداؤں کے زمرہ میں میرا حشر ہو گا۔ اور جب بادشاہ مع ہمراہیوں کے رخصت ہو کر گئے۔ تو بندہ نے تنہا حضرت میاں جیو کی خدمت میں حاضر ہو کر سر آنجناب کے قدموں پر

رکھدیا۔ دیر تک ملتا رہا۔ اور آپ بشاشت اور خوشحالی سے اپنا دستِ مبارک اس فقیر کے سر پر پھیرتے رہے۔ اور مجھے اعزاز بخشا۔ اور مرحمت فرمائی۔ اور رخصت عنایت کی۔ آنجناب کے بعض اصحاب سے سننے میں آیا۔ کہ جب حضرت میاں جیو نے سُنا کہ میں ننگے پاؤں اوپر گیا تھا۔ تو آپ نے خوش ہو دوبارہ میرے حق میں دعا کی تھی۔

اور میاں حاجی محمدؒ فرماتے تھے۔ کہ جب بادشاہ چلے گئے۔ تو بعد میں حضرت میاں نے تمہارا نام لے کر فرمایا۔ کہ ہم بھول گئے۔ ورنہ فلانے کی نسبت ہم بادشاہ سے سفارش کرتے۔ پھر فرمایا کہ اچھا ہم نے اس کی سفارش اللہ تعالےٰ کے آگے کی ہے۔ اتنی ہی یاد کافی ہے ؎

گر برتن من زبان شود ہر مو　　یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

حضرت میاں جیو اس مخلص اور کامل عقیدے والے مرید (میرے) کے حق میں کمال شفقت اور عنایت فرمایا کرتے۔ چنانچہ روز اپنے مخلص یاروں اور مریدوں مثلاً ملا صالح۔ شیخ احمدؒ۔ میاں حاجی محمدؒ بنبانی وغیرہ کے روبرو فرمایا۔ کہ جس طرح میں فلاں شخص کے حال کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ تم بھی رہا کرو۔ اگر تم اس کی طرف متوجہ نہ ہوگے۔ تو خدا سے پھر جاؤ گے۔ نیز ایک روز میرے متعلقین میں سے ایک شخص حضرت میاں جیو کی خدمت میں گیا۔ آنجناب کا طریقہ تھا۔ کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ اس سے پوچھتے۔ کہ تیرا کیا نام ہے۔ اور بعد ازاں دعائے خیر کر کے رخصت فرماتے میرے ملازم سے بھی ایسا ہی سلوک کیا۔ تو اس نے عرض کی کہ میں فلاں شخص کا ملازم ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پوچھیں گے کہ حضرت صاحب نے کیا فرمایا تھا تو میں کیا جواب دونگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تو اس کا ملازم ہے تو بیٹھ جا۔ اسے اپنے پاس بٹھا کر یہ مصرع پڑھا:

اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری

اور پھر کمال توجہ اور عنایت فرمائی۔ اس نے التماس کی کہ حضرت میاں جیو! مجھے آپ کچھ سکھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے آقا کی صورت کا مراقبہ کیا کر۔

اور نیز میاں خواجہ بہاری فرماتے تھے۔ کہ ہم نے حضرت میاں جیو کے ہاتھ میں کبھی تسبیح نہ

دیکھی تھی ۔ ایک روز آپ ہاتھ میں تسبیح لیے کچھ پڑھ رہے تھے ۔ میں نے عرض کی کہ جناب نے تو کبھی تسبیح ہاتھ میں نہ لی تھی ۔ یہ کیا ہے ۔ اور کس کے لئے ہے ۔ آپ نے میرا نام لیکر یاروں کو فرمایا ۔ کہ چونکہ وہ بیمار ہے ۔ اس لیے اس کے لئے پڑھتا ہوں ۔

میاں حاجی محمد نبھانی فرماتے تھے ۔ کہ کسی شخص نے بندے کا نام لیکر حضرت میاں جیو سے پوچھا کہ کیا آپ اس پر نظر عنایت رکھتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ وہ تو خود ہماری جان اور آنکھ ہے ۔ نیز میاں شیخ عبدالواحد فرماتے تھے کہ کبھی کبھی حضرت میاں جی اپنے یاروں کو فرماتے تھے ۔ کہ فلاں شخص کا تصوّر کر کے متوجہ ہو کر بیٹھا کرو ۔ چنانچہ ایک روز مجھے بھی یہی حکم دیا ۔ اور میری نسبت سب یاروں سے سفارش کی ۔ چنانچہ اب تک تمام یار مجھ پر نظر عنایت رکھتے ہیں ۔ جب تک حضرت میاں جیو زندہ رہے ۔ ہمیشہ آنجناب کی توجہ سے فائدہ پہنچتا رہا ۔ اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی روحِ پُر فتوح سے لاانتہا فیض اور برکتیں حاصل ہو رہی ہیں ۔ اور اکثر فی الواقع آپ کی ملازمت میں اپنے آپ کو پاتا ہوں ۔ اور اپنے تئیں آنجناب کا اویسی خیال کرتا ہوں ۔

چنانچہ ایک رات حضرت میاں جیو کو فی الواقع میں نے دیکھا ۔ کہ مجھے فرماتے ہیں ۔ کہ آ تجھے مشاہدہ سکھائیں ۔ خود مراقبہ کیا ۔ اور مجھے بھی اسی طرح بٹھایا ۔ اور سکھایا ۔ اور نیز ماہ ذی الحج کی ساتویں تاریخ سوموار کی رات کو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں جیو گھر کے باہر لیٹے ہوئے ہیں جب مجھے زیارت نصیب ہوئی ۔ تو نزدیک جا کر میں نے سلام کیا ۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ۔ کہ نزدیک آجا ۔ اور پھر میرے سینے پر سے کپڑا ہٹا کر اور اپنے سینے سے بھی پیرہن اٹھا کر بائیں پستان پر میرے بائیں پستان کو ملا ۔ اور فرمایا ۔ کہ اپنی امانت لے لے ۔ آپ کے سینہ مبارک سے اس قدر انوار میرے سینے میں داخل ہوئے ۔ کہ میں نے عرض کی ۔ کہ یا حضرت اب بس کیجئے گا ۔ اب میں پُر ہو گیا ہوں ۔ اب زیادہ کی تاب نہیں لا سکتا ۔ اگر زیادہ کرو گے ۔ تو میرا سینہ پھٹ جائے گا ۔ اس وقت سے میں اپنے سینے کو صاف نورانی اور پُر ذوق پاتا ہوں ۔ اور نیز ۲۷ رمضان ۱۰۵۰ھ ہجری سوموار کی رات کو پہر رات رہے عنایت الٰہی اور حضرت میاں جیو کی توجہ سے لیلۃ القدر معلوم ہوئی میں قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہوا تھا ۔ کہ مجھے گھبراہٹ سی ہوئی

میں اٹھ کر چلا۔ لیکن میرا دل بیدار اور بے قرار تھا۔ صبح کے نزدیک مجھے ایک بہت بلند اور خوش عمارت روضہ نظر پڑا۔ جس کے گرداگرد باغات ہیں۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ حضرت میاں جیو کا روضہ مبارک ہے۔ وہ روضہ نہایت ہی آراستہ تھا۔ اور اس کے عین درمیان قبر ہے۔ اور حضرت میاں جیو اس قبر سے نکل کر عمدہ لباس پہنے کرسی پر بیٹھے ہیں۔ آپ کی نگاہ جب مجھ پر پڑی۔ تو بڑی خوشی سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ اور اپنے نزدیک جگہ دی۔ آنجناب مجھ پر مہربان ہوئے۔ اور میں ہر لحظ آپ کے ہاتھ پاؤں چومتا رہا۔ اور آنکھوں پر ملتا تھا۔ بہت سی عنایت و شفقت کے بعد مجھے مٹھائی دے کر اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کہ آ تجھے کچھ سکھائیں۔ میرے چہرے کو ننگا کیا۔ اور خود بھی برہنہ ہو کر دونوں شہادت انگلیاں میرے کان میں اس قدر زور سے کیں۔ کہ مجھے سلطان الاذکار جاری ہو گیا۔ اور اس آواز نے مجھ پر غلبہ کیا۔ اور پھر مجھ سے بغل گیر ہو کر مجھے پھینک دیا۔ جس سے میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ اور مجھ پر ایسی واردات ظاہر ہوئی۔ جو نہ تقریر و تحریر میں سما سکتی ہے۔ اور نہ عبارت اور اشارت میں۔ میرا مطلب حاصل ہو گیا۔ اور لذت بڑھ گئی۔ اور فتح پر فتح نصیب ہوئی۔ نزدیکی اور دوری درمیان سے اٹھ گئی۔ الحمد للہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

قیافہ مبارک

جو شخص آنجناب کا روئے مبارک دیکھ لیتا۔ اس کی آنکھوں میں نور آ جاتا۔ اور دل باغ باغ ہو جاتا۔ آنجناب گندم گون۔ نہایت ملیح۔ بلند بینی اور کشادہ پیشانی تھے۔ آپ کی پیشانی مبارک سے سعادت و کرامت کے آثار صبح صادق کی طرح نمایاں ہوتے تھے۔ آنجناب کے ابروملے ہوئے تھے۔ اور آنکھ کی دھیری متوسط درجے کی تھی۔ آنجناب کے سارے اعضاء متناسب اور اوسط درجہ کے تھے۔ آپ کی ریش مبارک مٹھی بھر تھی۔ اور ان دنوں سفید ہو گئی تھی۔ آپ ریاضت اور مجاہدہ کی کثرت کے سبب نحیف البدن ہو گئے تھے۔ آپ کا قد مبارک خیر الامور اوسطہا کے موافق میانہ تھا۔ آخری عمر میں جب کہ آپ کا سن شریف سو سال تک پہنچ گیا۔ تو بسبب بڑھاپے اور اس بیماری کے جو آپ کے پائے مبارک میں تھی۔ آپ نماز بیٹھ کر ادا کرتے تھے مشائخوں

کو اکثر دائمی بیماریاں لاحق ہوا کرتی ہیں ۔ چنانچہ مشہور ہے ۔ کہ ایک لونڈی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی ۔ کہ آپ مجھے آزاد کر دیں ۔ آپ نے سبب پوچھا ۔ تو کہنے لگی ۔ کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جس جسم میں کوئی بیماری نہ ہو ۔ وہ رحمت الٰہی سے دور ہوتا ہے ۔ اور آپ کے وجود مبارک میں مجھے کوئی تکلیف معلوم نہیں ہوتی ۔ آپ نے ٹھنڈا سانس لے کر فرمایا ۔ کئی سالوں سے میرے دانتوں میں درد ہے ۔ کہ جس کی شدت کی وجہ سے مجھے ایک لحظہ نیند نہیں آتی ۔ لیکن میں اسے ظاہر نہیں کرتا ۔

امام الموحدین شیخ

شیخ کو اطلاع دی ۔ اور وہ مصر جا کر شاہی خزانے سے تھوڑا سا لسان کا خالص روغن لے آیا ۔ جب اس نے شیخ صاحب کے روبرو رکھا ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ خدا تجھے تیری نیّت کی جزا دے ۔ خانقاہ کے دروازے کے باہر خارش کا مارا ایک کتا لیٹا پڑا تھا ۔ یہ روغن اسے جا کر مل ۔ کیونکہ اس پر کئی ایک روغن استعمال کئے گئے لیکن کوئی کارگر نہیں ہوا ۔ یہ عشقِ الٰہی کا ایک پیوند ہے ۔ جو اس کے پاؤں پر رکھا گیا ہے ۔ یہ اس وقت تک نہیں دور ہوگا ۔ جب تک کہ اس کا لقانہ میسّر ہو جائے ۔ شیخ صاحب نے فرمایا ۔ کہ مجھے بھی ہاتھ پر کسی قسم کی بیماری ہے ۔ اور دونوں گھٹنے بھی درد کرتے ہیں ۔ لیکن میں اسی درد کو مبارک خیال کرتا ہوں ۔ کیونکہ یہ مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی میراث ہے ۔

اِن دنوں آنجناب کی بصارت میں ضعف آگیا تھا ۔ لیکن آنکھ کی ڈھیری بالکل اصلی حالت پر تھی ۔ مگر اس بارے میں بھی اللہ تعالیٰ کی بہت سی حکمتیں ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت کسی چیز کے ظاہر میں اور ہوتی ہے ۔ اور باطن میں اور ۔ لیکن اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے ۔ ایک تو یہ ۔ کہ آنجناب چونکہ ہر وقت شہود کی آنکھوں سے جمال حق کا مشاہدہ کیا کرتے تھے ۔ اس لیے آنجناب کے اوّل و آخر میں رقعات مبارک یکساں رہے ۔ لیکن پھر بھی چونکہ بشریت کا اقتضا ہے ۔ کہ آنکھوں سے کثرت کے ساتھ کام لینے سے تو اس میں فرق آجاتا ہے ۔ اس لیے آنحضرتؒ نے بھی از روئے خواہش اور اختیار ظاہری آنکھوں کو ذات مطلق کے جمال کے ماسوا سے پوشیدہ کر لیا تھا ۔

چشم بستند از جہان چوں نور بینائی تمام   صرف یک نظارۂ آں حسن بے اندازہ شد

دوسرے یہ کہ جب تک صاحبان ظاہری آنکھ کو غیر کے نظارہ سے بند نہیں کرلیتے۔ شہود اور بصیرت کی آنکھ سے دوست کے مشاہدہ کا تصور نہیں کرسکتے۔ نیز یہ کہ جب تک ظاہری آنکھ کا دروازہ ماسوی اللہ سے قطعاً بند نہ کرلیا جائے۔ دل کا دروازہ جو اللہ کا عرش ہے۔ یہ ہرگز نہیں کھلتا۔ اور نہ اس پر وحدت کے آفتاب کی روشنی پڑتی ہے۔ ؎

ولا را میکہ داری دل درو بند   وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

نیز یہ کہ چونکہ آنجناب کو جمال حق کے مشاہدہ کی دولت ظاہری آنکھوں سے میسر تھی۔ اس واسطے اس نعمت عظمیٰ کو مستور رکھنے کے لیے باقی عمر آنکھیں بند رکھیں۔ کیونکہ ایسی نعمت عظمیٰ کے حاصل ہو جانے کے بعد جو جمال باکمال الٰہی کا دیکھنا ہے۔ اس بات کو معیوب خیال کرتے ہیں۔ کہ حق بین نگاہ کو ماسوائے حق پر ڈالا جائے۔ چنانچہ حضرت ملا رحمۃ علیہ نے فرمایا ہے ؎

کند در ہستیٔ او خویش را گم   بربند واز دوئی چشم تو ہم

کہتے ہیں۔ کہ جب سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا آخری وقت نزدیک آن پہنچا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر آنکھیں بند کرلیں۔ نہلانے کے وقت جب نہلانے والے نے چاہا۔ کہ آنکھوں میں پانی پہنچائے۔ تو فرشتہ غیبی نے آواز دی۔ کہ ہمارے دوست سے ہاتھ اٹھائے۔ جو آنکھ ہمارے دیدار کی خاطر بند کی گئی ہے۔ وہ ہمارے دیدار کے سوا کبھی نہیں کھل سکتی۔

اور حضرت سید الطائفہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ فرمائے کہ مجھے دیکھ۔ تو بھی میں نہ دیکھوں۔ کیونکہ آنکھ غیر اور بیگانے کی دوستی میں ہوتی ہے۔ اور مجھے غیرت دیکھنے سے روک لیتی ہے۔ ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم   گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

نیز سید الطائفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔ کہ تصوف اس بات کا نام ہے۔ کہ ایک گھڑی بے تیمار بیٹھا جائے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ بے تیمار کے یہ معنے ہیں۔ کہ بغیر ڈھونڈنے کے پالینا۔ اور بغیر دیدار کے دیکھنا۔ کیونکہ دیکھنے والا دیدار میں فقط علت ہے۔

نیز یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ کہ جس شخص کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ظاہری بینائی سے محروم رکھا ۔ اسے آخرت میں اپنے نور سے روشن کریگا ۔ اور اپنے جمال مقدس سے منور اور بہرہ ور کریگا ۔ نہیں تو جس شخص کو یہ عنایت الہٰی میسر ہو کہ بے بصیرتوں کی آنکھوں کو ایک ہی توجہ سے ولایت اور ہدایت کے نور سے روشن کر دے ۔ اس کے نزدیک اس مطلب کا حاصل ہونا کیا وقعت رکھتا ہے ۔ اس سے ظاہر ہے ۔ کہ جو کچھ ہوا ۔ وہ سب کچھ آپ کی خواہش اور اختیار سے ہوا ۔ اور یہ کہ آنجناب کی بصیرت بصارت ظاہری کی محتاج نہ تھی ۔ کیونکہ جس وقت دل کی آنکھ بینا ہو تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی ۔ اور ظاہری آنکھ کی ضرورت بھی نہیں رہتی ۔ اس حالت میں ظاہری آنکھوں پر ایک عینک سی ہوتی ہے ۔ جو فی الحقیقت روشنی کو زیادہ کرتی ہے ۔ لیکن صرف عینک آنکھ کا کام نہیں دے سکتی ۔ کیونکہ بینائی صرف آنکھ کا خاصہ ہے ۔ چنانچہ ایک روز مجھے میرے حضرت شیخ صاحب نے فرمایا ۔ کہ آنکھیں بند کر ۔ اور فلاں چیز کو عالمِ غیب میں دیکھو ۔ میں نے کہا کہ میں اسے آنکھیں بند کیے بغیر دیکھتا ہوں ۔ آپ نے آفرین کی ۔ اور فرمایا ۔ کہ تو بالکل سچ کہتا ہے ۔ کیونکہ جب دل کی آنکھیں صاف اور روشن ہوں ۔ تو ظاہری آنکھوں کو بند کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اور اس وقت یہ بھی ممکن ہوتا ہے ۔ کہ آنکھیں بند کئے بغیر ہی عالم ملکوت کے عجائبات کا مشاہدہ ہو جائے ۔ پس یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں بند کرنا صرف دل جمعی کو حاصل کرنے اور تفرقہ کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے ۔ لیکن یہ بات محض آنکھیں بند کرنے پر منحصر نہیں ۔ کیونکہ عارف کی دلی آنکھیں دونوں جہان اور ان کی چیزوں کو دیکھتی ہیں ۔ اور تمام جہان اس کی آنکھوں میں نہ ختم ہونے والی رات کی طرح دکھائی دیتا ہے ۔

ایک روز حضرت اخوند میرک شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو ظاہری علوم میں میرے استاد ہیں ۔ اور بڑے اعلیٰ درجے کے عالم عامل اور زاہد ہیں ۔ اور حق گوئی وغیرہ میں نہایت ثابت قدم ہیں ۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ کی زیارت کے لیے حاضر خدمت ہونے کا ارادہ کیا ۔ میں نے آپ کے ہاتھ ایک عریضہ آنجناب کی خدمت میں بھیجا ۔ حضرت اخوند صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ جب میں حضرت میاں جیو کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ تو مجھے اپنے نزدیک بٹھایا ۔ اور بڑی شفقت سے پیش آئے ۔ وہ عریضہ میری دستار میں تھا ۔ لیکن میری یاد سے اتر گیا تھا ۔ اسی روز میرے دل میں خیال آیا ۔ کہ

میں نے حضرت میاں جیوکی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ اثنائے گفتگو میں حضرت میاں جیونے دست مبارک بڑھاکر میری دستار سے وہ رقعہ نکال لیا۔ اور اوّل سے آخر تک لفظ بلفظ میرے روبرو پڑھ کر سنایا۔ اور ان دنوں کا ذکر ہے۔ جب کہ آپ کی ظاہری بصارت میں فتور آ گیا تھا۔ اور آپ نے فرمایا۔ کہ میرا مطلب اس سے کرامت دکھانے کا نہ تھا۔ کرامت کا اظہار تو اس گروہ کے لیے نہایت آسان ہے۔ اس موقع پر حضرت میاں جیوؒ سے تین کرامتیں ظہور میں آئیں۔

اوّل یہ کہ استاد صاحب اس رقعہ کا پہنچانا بھول گئے تھے۔ اور آنجناب نے دستار سے نکالا۔

دوسرے یہ کہ حضرت استاد صاحب کے دل میں خیال آیا تھا۔ کہ ہم نے حضرت میاں جیوؒ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ آنجناب نے نور کرامت سے معلوم کرکے کرامت کا اظہار کیا۔

تیسرے یہ کہ باوجود بینائی نہ ہونے کے عریضہ کو لفظ بلفظ پڑھ سنایا۔

لباس آنجناب

آنجناب کا لباس فقیروں اور درویشوں کے مشابہ نہ تھا۔ آپ خرقہ اور مرقع نہیں پہنتے تھے۔ بلکہ کم قیمت کپڑے کی ایک پگڑی سر پر اور موٹے کپڑے کا کرتہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ اور جب کبھی میلا یا ناپاک ہو جاتا۔ تو عموماً خود اپنے ہاتھ سے دریا پر جاکر صاف کرتے۔ اور اصحاب کو کپڑوں کو صاف رکھنے کی تاکید بہت فرمایا کرتے۔ آنجناب کے خادموں اور طالبوں کا لباس بھی آپ ہی کا سا تھا۔ یعنی جامہ اور دستار۔ آنجناب کے کسی طالب نے طاقیہ اور خرقہ نہیں پہنا۔ آنجناب کے طریقہ میں گودڑی پہننے کا رواج نہیں۔ اور اگر کسی کو مشغول بھی کرتے ہیں۔ تو بھی اسے گودڑی نہیں دیتے۔ کیونکہ اس کا دارو مدار بیعت پر ہے۔ اور نیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ لباس اس قسم کا ہونا چاہیے۔ کہ کوئی شخص پہچان نہ سکے۔ کہ یہ فقیر ہے یا نہیں۔ اور اہلِ رسم و اسم کے لباس کی ہمیشہ مذمت فرمایا کرتے۔ کیونکہ اس زمانہ میں گودڑی وغیرہ پہننا محض دکھلاوا ہے۔ اور دل کی حالت ظاہر کے موافق نہیں۔ کشف المحجوب کے مولف علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ کام خرقہ پہننے پر منحصر نہیں۔ بلکہ خرقہ کے متعلق ہے۔ ان کے لیے قبا ہی عبا ہو جاتی ہے۔ اور جب بیگانہ ہو۔ تو اس کی گودڑی قیامت کی بدبختی اور بے نصیبی کے رقعہ

منشور کی طرح ہے۔ اگر یہ لباس تو محض اس واسطے پہنتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تجھے پہچان لے۔ تو وہ تجھے بغیر لباس کے بھی پہچانتا ہے۔ اور اگر اس واسطے پہنتا ہے۔ کہ تو خلقت کو دکھائے کہ میں اس کا ہوں۔ اگر تو ہے۔ تو ریا میں داخل ہے۔ اور اگر نہیں۔ تو تو منافق ہے۔ اس طریقہ کے اکثر لوگ ہست ونیست میں لباس کا تکلف نہیں کرتے۔ اور نہ ہی کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انہیں عبا دیتا ہے۔ تو بھی پہن لیتے ہیں۔ اگر قبا دیتا ہے۔ تو بھی پہن لیتے ہیں۔ اگر ننگا رکھے تو بھی رہتے ہیں۔ اہلِ طریقت کی مراد ظاہری لباس سے نہیں۔ مصرعہ:

کمر بہ خدمتِ سلطان بہ بند و صوفی بکش

اس گروہ میں سے ایک نے کہا ہے ؎

بجز قرگر کسے درویش بودے | رئیس خرقہ پوشاں بیش بودے
اگر کف بر دہن عرش است معراج | شتر بودے یقیں منصور حلاج
اگر مردِ خدا آن مرد چرخی ست | بہ تحقیق آسیا معروف کرخی ست

ملا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ محمد معشوق طوسی رحمۃ اللہ علیہ قبا کو ترک کر کے بڑی لمبی نماز ادا کیا کرتے۔ اور کوئی خاص لباس فقیرانہ نہیں پہنا کرتے تھے۔ آپ کی نسبت امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ قیامت کے دن سارے صدیق اس بات کی خواہش کریں گے۔ کہ کاش کہ ہم خاک ہی ہوتے۔ تاکہ محمد معشوق اس پر قدم رکھتے۔

حضرت میاں جیوؒ کے اصحاب کبار میں سے میاں حاجی محمدؒ بڑا بے تکلف لباس زیب تن فرمایا کرتے۔ سبب پوچھنے پر آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کے مطابق ہے جب آنجنابؒ نے مجھ پر توجہ فرمائی۔ تو میں نے گودڑی پہن لی۔ جو مدت کے بعد بالکل پارہ پارہ ہو گئی۔ ایک روز میں بازار میں سے گزر رہا تھا۔ کہ لوگ میرے گرد جمع ہو گئے۔ اتفاقاً حضرت میاں جیو صاحبؒ بھی سامنے سے تشریف آور ہوئے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ یہ کیا حالت ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ یہ میرے اختیار سے نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس لباس کو اتار دے۔ اور کوئی ایسا لباس پہن جس سے کوئی شخص تجھے یہ نہ کہہ سکے۔ کہ تو اس طریق سے تعلق رکھتا ہے۔ اور نہ ہی اس طریق سے تیرا تعلق کوئی جان سکے۔ پس اس روز سے میں نے لباس تبدیل کر لیا۔

معتبر کتابوں میں لکھا دیکھا ہے۔ کہ حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ بھی خرقہ نہیں پہنا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی علماء کی طرح طیلسان اور کبھی کبھی فاخرہ لباس زیب تن فرمایا کرتے۔

حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے گھر کا فرش پرانے بوریا کا تھا۔ آپ کو کسی دنیاوی چیز سے دل بستگی نہ تھی۔ اور فقیروں کو دولت مندوں سے افضل جانتے تھے۔ اور اسی گروہ کے دولتمندوں پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حیران ہوں۔ کہ شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمتہ کس قسم کے فقیر تھے۔ بہتر ہوتا۔ کہ پھر دنیا میں آکر مجھ سے فقر سیکھتے۔ پھر انہیں معلوم ہوتا۔ کہ درویشی اور فقر کے کیا معنے ہیں۔ مشائخ علیہم الرحمتہ فقر اور غنا کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ سید الطائفہ حضرت شیخ جنیدؒ اور ابن عطارؒ کے مابین یہ مسئلہ اس طرح فیصل ہوا۔ ابن عطار رحمتہ اللہ علیہ نے اس بات کی دلیل دی کہ دولت مند فقیروں سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہ قیامت کے دن حساب دیں گے۔ اور حساب وغیرہ دینے میں بے وسیلہ کلام ہوتا ہے۔ اور رد و بدل عتاب وغیرہ ہوتا ہے۔ شیخ جنید بغدادی علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ دولت مندوں سے حساب لیا جائے گا۔ اور فقیروں سے عذر کیا جائے گا۔ اور عذر حساب کی نسبت بدرجہا بہتر ہے۔ ان مشائخ کا پہلو زیادہ قوی ہے جو فقر کو غنا سے بہتر جانتے ہیں بہ نسبت ان مشائخ کے جو غنا کو فقر سے افضل جانتے ہیں۔ کیونکہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میری امت کے فقیر دولت مندوں کی نسبت پانچ سو سال پہلے بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔ سلیمان علیہ السلام غنی تھے۔ اور حضرت سلیمان پر ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور بلندی مرتبہ اظہر من الشمس ہے۔ غنی لوگ صاحب صدقہ ہوتے ہیں۔ اور فقیر لوگ صاحب صدق۔ اور صدق صدقہ سے بدرجہا افضل ہے۔ اس آیت کریمہ کے بموجب کہ

کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام کل شئی ھالك الا وجہ

(ہر چیز فانی ہے۔ صرف تیرے پروردگار کی ذات باقی رہے گی۔ جو صاحب جلال اور اکرام ہے۔ اور اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہونیوالی ہیں) ہمارے حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ اس وہمی ہستی سے بالکل فارغ دل تھے۔ سوائے اللہ کی ذات ان کی نگاہ میں اور کچھ نہیں جچنا چاہیے۔ کیونکہ دیکھنے والے اور دکھائی دینے والے میں دوگانگی باقی ہے۔

تصوف اور توحید۔ قرب اور بعد۔ میں اور وہ۔ میری دعا کا بدلہ اور اس کا قبول ہونا یہ سب دوگانگی اور شراکت ہے۔ اللہ تعالیٰ شرک جلی اور خفی سے محفوظ رکھے۔

امام الموحدین شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک مسافت رہے۔ وہ قرب نہیں کہلا سکتا ہے۔ اور جب تک مسافت ہے۔ دوگانگی قائم ہے۔ پس وہ قرب نہیں بلکہ بعد ہے ؎

جامی مکن اندیشہ ز نزدیکی و دوری　　　لا قرب و لا بعد و لا وصل و لا من

وصل کے لیے دونوں طرف سے ایک اصل درکار ہے۔ جب تک عدم سے وجود میں نمودار نہ ہو۔ اس کا اصل کیونکر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جو موجود ہے۔ وہ بالکل معدوم نہیں ہو جاتا۔ اور جو معدوم ہے۔ وہ عدم سے وجود میں نہیں آتا۔ موجود موجود ہے۔ اور معدوم معدوم جس طرح تھا۔ اسی طرح ہے۔ اور اسی طرح رہے گا۔

اور اکثر حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ وفات کے بعد مجھے شورہ زمین میں دفن کرنا۔ تاکہ میری ہڈیوں تک کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ اور نہ ہی قبر کی صورت بنانا۔ کیونکہ ؎

صورتِ قبر از بعد مرگ ویرانے خوشتر است
نیستی مانند من با خاک یکسان خوشتر است

بعض اصحاب کو مخاطب ہو کر کے فرمایا۔ کہ میری ہڈیوں کو نہ بیچنا۔ اور میری قبر پہ دوسروں کی طرح دوکان نہ بنا لینا۔ اور حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہٗ کے اس قول کو اکثر زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے۔ کہ صوفی وہ شخص ہوتا ہے۔ جو نہ ہو۔ اور اس پہ یہ الفاظ اور بڑھایا کرتے۔ کہ اگر ہو۔ تو بھی نہ ہو۔ آنجناب کے حضور میں مرتبے کا کوئی اثر نہ تھا۔ اکثر اپنے اصحاب کو صاحب مرتبہ لوگوں کے میل جول سے منع فرماتے۔ اور اکثر اس حدیث نبویؐ کو پڑھا کرتے "اٰخر ما یخرج من رؤس صدیقین حب الجاہ" (سب سے آخری چیز جو صدیقوں کے سروں سے نکلتی ہے وہ مرتبہ کی محبت ہے۔) آنجناب فرمایا کرتے تھے۔ کہ یارو! حب جاہ کو دل سے نکالنا بڑا بھاری کام ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ

سب سے آخری چیز جو صدیقوں کے سر سے نکل جاتی ہے۔ وہ مرتبے کی محبت ہے۔ اس گروہ کے نزدیک حب جاہ بڑی بھاری مصیبت ہے۔ میں نے حضرت ملا خواجہ بہاری سے سُنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں چند آدمیوں کے ہمراہ گھر میں بیٹھا تھا۔ اتفاقاً مکان گرنے کے آثار ظاہر ہوئے۔ میں نے یاروں کو کہا۔ کہ اٹھ کر باہر چلے جاؤ۔ کیونکہ میرا گھر گرنے والا ہے۔ وہ تو اٹھ کر چلے گئے۔ لیکن میں وہیں بیٹھا رہا۔ اور کلمہ طیب بلند آواز سے پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ بالاخانہ گرا اور دو لکڑیاں آپس میں ملیں۔ جن کے بیچ میں میں سلامت بیٹھا رہا۔ جب یہ بات حضرت میاں جیو صاحب نے سنی۔ تو لوگوں کو امید تھی۔ کہ آپ آفرین کریں گے۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ ہائے مرتبہ ! ہائے مرتبہ ! امرتے وقت بھی اس کا خیال دل سے دور نہیں ہوتا چونکہ وہ کلمہ طیب بلند آواز سے پڑھتا تھا۔ اس سے اس کا یہ مطلب تھا۔ کہ لوگ سنیں اور کہیں۔ کہ یہ بڑا اچھا فقیر ہے۔ کہ مرتے وقت بھی خدا کو یاد کرتا ہے۔ اسے آہستہ آہستہ یہ کہنا چاہیے تھا ؎

آہ جاہ و آہ جاہ و آہ جاہ　　　دور کن از دل بفگن زیر چاہ

حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوائے فرائض۔ سنن موکدہ۔ اور تہجد کے اور کوئی نماز ادا نہ کیا کرتے۔ اور روزے کا بھی یہی حال تھا۔ آپ کے اصحاب کا بھی یہی طریق تھا۔ اکثر آپ یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

بزہد و ورع کوش صدق صفا　　　ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

عثمان عمارہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں شہر حجر میں تھا۔ اور میں اور ابراہیم ادہم اور محمد بن ثوبان اور عیاد مقری آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ اس وقت ایک جوان دور بیٹھا ہوا بڑے نیاز سے کہتا تھا۔ کہ اے جوانمردو! میں بھی اس قماش کا آدمی ہوں۔ میں رات کو سوتا نہیں اور دن کو کچھ کھاتا نہیں۔ اور اپنی عمر کو اس طرح تقسیم کیا ہوا ہے۔ کہ ایک سال حج کرتا ہوں۔ اور دوسرے سال غزا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ مجھے بو تک بھی نہیں آئی۔ اور مجھے اپنے دل میں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اور مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ہم نے اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ اور اپنی گفتگو میں مشغول رہے۔ آخر ہم میں سے ایک یار کو اس کی حالت پر رحم آیا۔ اور کہا۔ اے جوانمرد! یاد رکھ جو لوگ یہ کام کرتے ہیں۔ اور اس کی محبت ان کے دل میں ہوتی ہے۔

وہ طاعت اور عبادت کی زیادتی کا خیال نہیں کرتے - بلکہ وہ تیز دیکھنے اور غور سے دیکھنے میں مشغول رہتے ہیں -

شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں - کہ روزے زیادہ رکھنے یا نمازیں زیادہ ادا کرنے کا نام درویشی نہیں - اور شیخ عبداللہ بلبانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں - کہ نماز روزہ اور رات کو جاگنا درویشی نہیں - یہ سب کچھ بندگی کے اسباب ہیں - درویشی نہ ناراض کرنے کا نام ہے - اگر تو حاصل کرے گا - تو واصل ہو جائیگا -

شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا - کہ تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سبعین ایک ساعت کی سوچ سال بھر کی عبادت سے بڑھ کر ہے - اس کا کیا مطلب ہے - آپ نے فرمایا - کہ اپنی نیستی کا گھڑی بھر خیال کرنا سال بھر کی عبادت سے اچھا ہے - پھر فرمایا - ؎

تاروئے ترا بدیم اے شمع طراز
نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز
چوں بے تو بوم نماز من جملہ مجاز

شیخ ابوالقاسم نصیر آبادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں -

جذبات حق کی ایک کشش دونوں جہان کے عملوں سے بڑھ کر ہے -

حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے یار کبھی ہاتھ میں تسبیح نہ لیتے - اگر کسی کے ہاتھ میں دیکھتے - تو آپ ایک ہندی شعر پڑھتے - جس کا مضمون حسب ذیل رباعی میں ہے -

تسبیح بمن عجب در آمد بزبانہ
گفتا کہ مرا چرا کنی سرگردانہ

گر دل بعوض ہے بگردانی تو
دانی کہ برائے چیست خلق انسانہ

اور آخری عمر میں ہمیشہ کے شغل اور استغراق کے باعث حجرہ مبارک سے قدم بھی باہر نہ رکھتے ؎

آنرا کہ در سرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

آپ کے بیٹھنے کے دو طریق تھے - ایک تو دونوں گھٹنے کھڑے کرکے قبلے کی طرف رخ کرکے کمر اور گھٹنوں پر کپڑا ڈال کر بیٹھا کرتے تھے - اس طریق کو حُبوہ کہتے ہیں -

چو بنشیند مراقب دیدہ برہم
بہ بندد دیدۂ دل از دو عالم

حدیث کی کتابوں میں اکثر اس بات کا ذکر آیا ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح جلوس فرمایا کرتے تھے۔ دوسرے کبھی مربع بھی بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ اور آپ کے یاروں کا طریقہ یادِ الٰہی میں مشغول ہونے کا اکثر انہیں دو طریق پر تھا۔ اور یہ بھی۔ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ بھی مربع بیٹھا کرتے تھے۔ اور اس نشست کو "جلستہ الوقار" کہتے تھے۔ مگر مراقبہ کے وقت دوزانو بیٹھا کرتے تھے۔ بلکہ متکا میں کبھی بائیں ہاتھ کو اور کبھی دائیں ہاتھ کو ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر چہرہ اوپر کی طرف رکھتے تھے۔ اور اکثر اوقات تو اسی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی چار زانو بھی بیٹھا کرتے تھے۔ اور دونوں پاؤں کی انگلیاں گھٹنوں میں دبائے رکھتے۔

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کا طریقہ حضرت سید الطائفہ شیخ جنید اور حضرت غوث الثقلین قطب ربانی شاہ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کے طریق کے موافق شرع کی پیروی تھی۔ اور کوئی ایسا کام ان سے سرزد نہ ہوتا تھا جس کا سمجھنا عام طور پر دشوار ہو۔ آپ کا حوصلہ اعلیٰ درجے کا تھا۔ اپنے خاص یاروں سے تو کبھی کبھی کچھ اشارتاً فرمایا بھی کرتے تھے۔ لیکن عام سے اتنا بھی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کام کریں تو ان پر خود ساری پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ اور اگر کام نہیں کریں گے تو اعلیٰ درجے کی باتوں کا سمجھنا ان کے لیے دشوار ہو جائے گا۔ وہ دانا جنہوں نے کتابوں میں اسرار ہی کو بیان کیا ہے۔ ان پر بھی جناب کو کلام تھا۔ کیونکہ جو کچھ حاصل کے متعلق ہے اس کا لکھنا پڑھنا مفید نہیں۔ سوائے اس کے کہ مصنفِ کتاب ملامت کا نشانہ بنے۔ اور لوگوں کا انکار بڑھ جائے۔ اور طالب طلب اور کوشش سے باز رہ جائیں۔ اور عمر کا جس قدر حصہ تحریر میں صرف کیا جائے۔ کیونکہ نہ اپنے شغل میں بسر کیا جائے۔ اور اپنا کام نہ کیا جائے۔ باوجود اس قدر کمال اور فضیلت کے جناب نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ اور نہ شعر کہے۔ لیکن پھر بھی جب کبھی آپ کسی آیت حدیث یا بزرگوں کے مشکل اشعار کے معنے بیان فرمایا کرتے تو حاضرین میں کے علماؑ و فضلاؑ دنگ رہ جایا کرتے تھے۔ اگر جناب کے حضور میں کوئی ان کے لکھنے کا قصد کرتا۔ تو آپ کو بھلا نہ معلوم ہوتا۔ عمر ابن عثمان مکی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جذبۃ من جذبات الحق ترمی غلی عمل الثقلین"۔ یعنی دوستانِ الٰہی کے وجد کی کیفیت کو عبارت میں ادا نہیں کر سکتے۔ اس واسطے کہ

وہ مومنوں کے نزدیک سرحق ہے ۔ اور جس میں بندے کی عبارت تصرف کر سکے ۔ وہ سرحق نہیں۔ اس واسطے کہ انسانی تکلف کو اسرار ربانی میں ہرگز دخل نہیں۔ نیز آنجناب وحدت کے مسائل کو عام لوگوں سے بہت پوشیدہ رکھتے تھے ۔ اور قریب قریب محال تھا۔ کہ آپ سے کچھ اس بارے میں ارشاد ہو۔ البتہ یہ دو بیتیں پڑھا کرتے تھے ؎

سخن وحدتست ہمچو سراب　　از سراب اے پسر کہ شد سیراب

سخن وحدت آنکہ از عامی　　زاں چہ خیزد بغیر بدنامی

پہلے مصرع میں سخن وحدت کو جو سراب سے تشبیہ دی ہے ، اس سے ان لوگوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے سمجھنے کی طاقت عطا نہیں فرمائی ۔ اس واسطے یہ باتیں ان کے نزدیک سراب کی سی ہیں ۔ جن سے وہ سیر نہیں ہوتے ۔ اور اے پسر کہ شد سیراب سے یہ مراد ہے کہ جو اسے قبول نہیں کرتا ۔ وہ اس سے کبھی بہرہ ور نہیں ہوتا ۔ اور نہ ہی اس کو اس سے کچھ فائدہ ہوتا ہے ۔ کیونکہ اس نے اسے سراب خیال کیا ہے ۔ اور 'عامی' سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو ان کو قبول نہیں کرتے ۔ خواہ وہ عالم ہی کیوں نہ ہوں ۔ حق تعالیٰ ان کی تعریف یوں بیان فرماتا ہے ۔ "لا یقع علی کیفیۃ الوجد عبارۃ لانہ سر اللہ عند المؤمنین"۔

وہ علماء جو کتاب کو پڑھ کر اس پر عمل نہیں کرتے ان گدھوں کی طرح ہیں ۔ جن پر کتابیں لدی ہوں۔ "بئس مثل القوم الذین کذبوا بآیات اللہ واللہ لا یھدی القوم الظالمین"۔ ان لوگوں کی مثال کیسی ہی بُری ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کبھی ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا ، پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔ اعوذ بک من علم لاینفع وقلب لایخشع ونفس لا یشبع نہ نفع دینے والے علم ۔ نہ ڈرنے والے دل ، اور نہ سیر ہونے والے نفس سے تیری پناہ چاہتا ہوں ۔

سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا ۔ کہ بدبختی کی کیا علامت ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ یہ کہ تجھے علم تو دیا جائے ۔ لیکن اس کے عمل کی توفیق نہ دی جائے ۔ چوتھے مصرع میں جو 'زاں چہ خیزد بغیر بدنامی' فرمایا ہے ۔ اس سے یہ مراد ہے ۔ کہ اگر اسرار و معارف ناجنسوں سے بیان کئے جائیں ۔ تو کفر ، قتل اور قید کے فتوے لگائے جاتے ہیں ۔ جیسا کہ ابن منصور اور

ابنِ عربی قدس اللہ اسرارہم سے ہوا۔ اور اس کے سوا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ بات لائق کو کہنی چاہیے۔ تاکہ اس کا بھید ظاہر نہ ہو جائے۔ اور جب کسی نالائق سے کہی جائے۔ تو اس سے ضرور تکلیف پہنچتی ہے۔ حضرت سید الطائفہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم تو اس علم کو سردابوں اور تہہ خانوں میں چھپ چھپ کر بیان کیا کرتے تھے۔ لیکن شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے آکر اسے منبر پہ چڑھ کر بیان کیا۔ اور سارے لوگوں میں ظاہر کر دیا۔

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ حسین بن منصور بے حوصلہ تھے۔ کہ ان سے اعلیٰ بات سرزد ہوئی۔ ان لوگوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ کہ حقیقت کے دریا بن گئے ہیں۔ لیکن ابھی بالکل خاموش بیٹھے ہیں۔ اور کسی قسم کا جوش و خروش نہیں کرتے۔

نیز حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نغمہ و راگ سنا کرتے تھے۔ سب میں سے ہندی راگ کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اور اس سے بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی قوال آجاتا تو سماع کرتے۔ ورنہ یہ ضروری نہ تھا۔ کہ ہر وقت قوال ہمراہ ہی رہیں۔ یا بلائے جائیں۔ یا سماع کی خاطر ان کو کسی جگہ لے جایا جائے۔ سماع کے وقت شرع شریف کی متابعت اور اپنے حوصلہ کی وسعت کی وجہ سے وجد و رقص نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اور جس وقت اس کے سننے سے آپ کا وقت خوش ہوتا تھا۔ تو آپ کے چہرہ مبارک سے کمال درجے کا سرور ظاہر ہوا کرتا تھا۔ اور جناب کی مبارک داڑھی کا ایک ایک بال اٹھ کھڑا ہوتا۔ اور رنگ مبارک چمکنے لگتا۔ لیکن وقار و تمکنت کی وجہ سے کوئی حرکت یا ہاتھ وغیرہ اٹھانا ظہور میں نہ آتا۔

ابو بکر مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں جنید ابو الحسن نوری اور صوفی مشائخ کی ایک جماعت کے ہمراہ تھا۔ اور قوال کچھ گا رہے تھے۔ کہ ابو الحسن نوریؒ اٹھ کر رقص کرنے لگے۔ اور جنید علیہ الرحمتہ بیٹھے تھے۔ ابو الحسن نوریؒ نے جنید علیہ الرحمتہ کے پاس آکر کہا کہ اٹھو اور یہ آیت پڑھی انما یستجیب الذین یسمعون "جو سنتے ہیں وہ ضرور جواب دیتے ہیں"۔ جنید علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ وترى الجبال تحسبها جامدة وهي تمر مر السحاب تو پہاڑوں کو ٹھوس و بے حرکت خیال کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بادلوں کی طرح چل رہے ہیں۔" یعنی وہ جوش کر خاموش رہتے ہیں۔ اور ان کا وجد ظاہر نہیں ہوتا۔ وہ ظاہر میں تو ان پہاڑوں کی طرح ہیں۔ لیکن

حقیقت میں عین وجد اور رقص کی حالت میں ہوتے ہیں۔

نیز کہتے ہیں کہ ابوالحسن نوری قدس اللہ سرہٗ ایک مرتبہ تین دن رات گھر میں کھڑے ہو کر جوش و خروش کرتے رہے۔ سید الطائفہ کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ کے پاس جا کر فرمایا کہ اے ابوالحسن اگر تو جوش و خروش کرنے میں کچھ فائدہ دیکھتا ہے تو مجھے بھی کہہ دے۔ تاکہ میں بھی کروں۔ اور اگر جوش و خروش بے سود ہے۔ تو رضائے حق سے دل راضی رکھ تاکہ دل خوش ہو۔ یہ سُن کر جوش تھم گیا۔ اور فرمانے لگے کہ جناب کو اچھی طرح معلوم ہے۔ کیونکہ آپ ہی میرے شیخ ہیں۔ جب حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے سماع اور وجد کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو جناب نے جواب میں سعدی علیہ الرحمتہ کے یہ شعر پڑھے ؎

سماع اے برادر بگویم کو چیست　　اگر مستمع را بدانم کہ کیست

گر از اوج مرغ پرد طیر او　　فرشتہ فرو ماند از سیر او

دگر مرد لہو است و بازی و لاغ　　فزوں تر شود دیوش اندر دماغ

حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ کے سارے اصحاب نغمہ سُنا کرتے تھے۔ لیکن وجد اور رقص نہیں کیا کرتے تھے۔ اور میرے شاہ صاحب جب کبھی باغ یا جنگل کی سیر کو جایا کرتے۔ تو اگر قوال رستے میں مل جاتا۔ یا شہر سے لے جاتے۔ تو جس وقت بہت خوش ہوتے اٹھ کر وہاں سے چلے جاتے۔ اور باغ میں جا کر حقائق و معارف بیان فرماتے۔ اور ماوراالنہر کے طریق پر فارسی میں نغمہ سرائی کیا کرتے۔ اور بہت ہی خوش وقت ہوا کرتے تھے۔ اور خوشحالی اور سرور جناب کے چہرۂ مبارک سے ظاہر ہوتا تھا۔ اور بہت پیچ و تاب کھا کر ہاتھ سینے اور بازوؤں پر ملا کرتے تھے۔ اور حاضرین فقرا بھی سب کے سب خوش وقت ہوتے۔ کبھی رونے بھی لگتے۔ اور کبھی اپنے تئیں زمین پر دے مارتے۔ اور عجب حالت ظاہر ہوتی۔

مشائخ علیہم الرحمتہ وجد و سماع کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ سماع راگ کے سننے کو کہتے ہیں۔ اور وجد ہاتھ اٹھانے اور ناچنے کو کہتے ہیں۔ اگرچہ مشائخ علیہم الرحمتہ بڑی سریلی آواز سے راگ گایا کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سید الطائفہ شیخ جنیدؒ۔ حضرت غوث الثقلین شیخ محی الدین عبدالقادرؒ۔ شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاریؒ اور اور بہت سے متقدمین۔ اور حضرت

میاں جیو اور میرے شاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ لیکن قادری سلسلے اور حضرت میاں جیو صاحب کے طریق میں وجد و رقص نہیں کرتے۔ اور بعض اکابر مثلاً امام العارفین ذوالنون مصری۔ استاد المومدین ابوسعید خراز۔ ابوالحسن نوری۔ ابوبکر شبلی۔ ابوالحسن دراج اور خواجہ قطب الدین روشی رحمہم اللہ تعالیٰ وجد میں اس جہان سے گئے ہیں۔ اور ابوحمزہ خراسانی۔ ابوعلی رودباری۔ ابوسعید ابوالخیر۔ صاحب کشف المحجوب۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی مع بہت سے متقدمین و مؤخرین مشائخ چشت کے جیسے حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر اور سلطان المشائخ شیخ نظام الدین دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وجد و رقص کیا کرتے تھے۔ لیکن نقشبندی سلسلے کا یہ معمول نہیں۔ جب حضرت نقشبند رحمتہ اللہ علیہ سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ نہ ہم کرتے ہیں۔ اور نہ ہمیں اس سے انکار ہے۔

ایک شیخ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھے وجد و رقص کی وجہ سے ابوسعید ابوالخیر سے انکار تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں ابوسعیدؒ کی مجلس میں ہوں۔ اور آپ لوگوں کے ہمراہ رقص کر رہے ہیں۔ اور فرشتے پکار پکار کر کہتے ہیں۔ کہ "قوموا وارقصوا" اٹھو اور رقص کرو۔ یہ دیکھ کر وہ سارا انکار جاتا رہا۔ کلمہ یہ ہے۔ کہ جسے حق تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتا ہے۔ اس کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ اور اس کے دل پر اثر ہوتا ہے۔ جس سے دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ خواہ سماع کرے۔ خواہ وجد و رقص اس کے لیے تو مبارک ہے۔ کیونکہ اسے یہ درستی حال۔ اور بلندی احوال کی وجہ سے ہاتھ لگتا ہے۔ اور جو اس کے غیر ہیں۔ اور اس کے محفوظ رکھنے پر قادر ہیں۔ انہیں نہ کرنا اور نہ سننا بہتر ہے۔ تاکہ شیطانی شر سے محفوظ رہیں۔ اور جو لوگ جان بوجھ کر محض تصنع سے ہوا و ہوس کی خاطر اہل مجلس کا تماشا دیکھنے کے لیے وجد کرتے ہیں۔ جیسے دہلی کے شیخ جو وجد و رقص کی خاطر دہلی سے لاہور آتے ہیں۔ اور رقص کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی انہیں منع کرے تو ناراض ہوتے ہیں۔ ان کے لیے محض حرام ہے۔

نیز حضرت میاں جیو صاحبؒ کا خلق اس درجے کا تھا۔ کہ اگر کوئی شخص گھڑی بھر بھی جناب کی خدمت میں حاضر رہتا۔ تو اس پر اس قدر عنایت و شفقت کرتے کہ وہ یہی خیال کرتا کہ جناب کو جو عنایت و شفقت مجھ پر ہے۔ وہ کسی دوسرے پر نہیں۔ یہ بات میں نے اکثر لوگوں سے سنی ہے۔

اور حبس سے از روئے شفقت کلام کرتے ۔ ہاتھ میں ہاتھ لیکر بات فرماتے ۔ آپ رحمت الٰہی کی نشانی تھے ۔ جو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اپنی خلقت پر نازل فرمائی تھی ۔ ابو جعفر حداد فرماتے ہیں ۔ کہ اگر عقل مرد کی صورت میں ہوتی تو شیخ جنیدؒ کی صورت میں ہوتی ۔ میں کہتا ہوں ۔ کہ اگر خلق کسی مرد کی صورت میں ہوتا ۔ تو حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی صورت میں ہوتا ۔

حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ جس شخص پر عنایت فرماتے اسے یار و عزیز کے لفظ سے مخاطب فرماتے ۔ اور ملک کی آبادی ۔ رعیت کی رعایت ۔ خلقت پر شفقت اور مستحقوں کو صدقہ دینے کے بارے میں اہل دنیا کو اکثر تاکید فرمایا کرتے تھے ۔ اپنے مریدوں کو یاروں کے لفظ سے تعبیر کرتے ۔ اور کبھی مرید کا لفظ زبان مبارک سے نہ فرماتے ۔ آپ فرمایا کرتے تھے ۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیری مریدی نہ تھی ۔ صرف مل جل کر بیٹھنا تھا ۔ جو ہمارے ساتھ مل بیٹھتا ہے ۔ وہ ہمارا یار ہے ۔ حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں ۔ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں پڑھنا لکھنا نہ تھا ۔ صرف یہی مل بیٹھنا تھا ۔ صرف زبانی ہی معرفت اور حقیقت کے بارے میں گفتگو ہوا کرتی تھی ۔

حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی الہام بیان باتیں بجائے خود معجزہ اور ترجمان وحی تھیں ۔ اور جو شخص کسی بارے میں جناب سے سوال کرتا ۔ آپ اس کا جواب علم لدنی اور عرفان کے کمال سے اس قسم کا دیتے ۔ کہ اسے چار و ناچار قبول ہی کرنا پڑتا ۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے ۔ کہ ایک روز لاہور شہر کے علماء نے جمع ہو کر جناب سے سوال کیا ۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ "یشیب ابن آدم و یشیب فیہ خصلتان الحرص وطول الامل" اور ہمیں اس حدیث کے بارے میں مشکل درپیش ہے ۔ کہ انبیاء اور اولیاء کے حق میں حرص اور لمبی لمبی امیدوں کا ہونا کس طرح درست ہو سکتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ ہر شخص کو جوانی میں جس چیز کی خواہش زیادہ ہوتی ہے ۔ پس بڑھاپے میں وہی حرص زیادہ ہو جاتی ہے ۔ چونکہ اولیاء اور انبیاء کو رضائے حق اور اعمال نیک کی طلب اور حقیقت توحید کی خواہش زیادہ ہوتی ہے پس بڑھاپے میں وہی حرص زیادہ ہو جاتی ہے ۔ اور باقی تمام اولاد آدم کو جوانی میں دنیا کی حرص ہوتی ہے ۔ اس لیے بڑھاپے میں وہ اور زیادہ ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح لمبی لمبی امیدوں کو قیاس کر

لو۔ نیز ملا سعد اللہؒ سے مَیں نے سُنا۔ کہ اس نے کہا۔ "میں نے ایک روز حضرت میاں جیو صاحبؒ سے رویت کے مسئلہ کے بارے میں پوچھا۔ کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ کیونکہ نفس جسمانیات کے احساس کا عادی اور ذات باری بے مقابلہ۔ بے جہتہ اور بے مکان ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اہل بہشت کی پنڈلیوں کی مغز ستر کپڑوں تلے سے بھی نظر آئے گا۔ پس جب ہڈی کے مغز کی یہ کیفیت ہوگی۔ تو کیا بصارت بصیرت نہ بن جائے گی۔ اور لطیف لطیف کا ادراک نہیں کر سکے گا۔ وہو اللطیف الخبیر۔ یہ جواب آپ نے اس سائل کے ادراک فہم کے لیے فرمایا۔ جو علمائے قشر سے تھا۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ کے اس مسئلے کی تصدیق اکثر اکابر نے بھی کی ہے۔ چنانچہ جناب کے اصحاب کبار میں سے ایک نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں نے حضرت میاں جیو سے پوچھا۔ کہ نہایت ہرزی میں مذکور ہے۔ کہ ابنِ شقیق نے اباذر غفاری کو کہا۔ کہ اگر میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ تو ضرور پوچھتا۔ کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ اباذر غفاری نے کہا۔ کہ مَیں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ "نورانی اراہ" یعنی وہ نور ہے۔ اس کو کسی طرح نہیں دیکھ سکتے۔ پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اس عبارت میں تجنیس خطی ہے۔ "نورانی ارا ہ" یعنی وہ ایک نور ہے۔ جسے میں دیکھتا ہوں۔ اسی واسطے بعض نے آخری طور پر اس کے معنے لیے ہیں۔ اس کے معنوں میں دو ایسی روائتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی نفی کرتی ہیں۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ پہلی عبارت کے موافق وجود صرف کی جہت سے ایسی ذات مراد ہے۔ کہ اس کا دیکھنا انبیاء کے لیے بھی محال ہے۔ اور اس حدیث کا اشارہ بھی اسی طرف ہے۔ کہ "لوکشف سحاب وجهه لاحرق کل ما انتهی الیه بصرہ" اگر اس کے چہرے کا نور ظاہر ہو۔ تو بے شک جو چیز اس نور کے مقابل آئے گی اسے جلا دے گا" پس ذات کا دیکھنا ایک طرح سے تو ممکن نہیں۔ اور اسی واسطے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تھا۔ کہ "رب ارنی انظر الیک" یعنی اے پروردگار! مجھے اپنی ذات وصفات بے پردہ دیکھا۔ تو جواب میں "لن ترانی سنا تھا۔ ؎

ترا آکوہ ہستی پیش باقی است   جواب رب ارنی لن ترانی است

دوسری عبارت کے موافق ذات با صفات کو اس وقت جب کہ صرف تنزل کرے۔ نقاب اور لباس

پوشی کے پردے میں دیکھنا ممکن ہے۔ مگر وہ بھی انبیاء اور اولیاء کے لیے جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ "رایت ربی فی احسن صورۃ و رایت ربی فی صورۃ شاب امرد قطط۔" یعنی میں نے اپنے پروردگار کو عمدہ صورت میں دیکھا۔ اور نیز امرد یعنی بے ریش کی صورت میں دیکھا۔ ؎

بے پردہ آب و گل مارا بنمائے رو ۔۔۔ خورشید درخشاں را تا کے بگل اندازی

مجھے تو اس بات سے تعجب آتا ہے۔ کہ یہ لوگ کلام حق کو جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمائی۔ سن کر دنیا و آخرت میں بے جہت رویت کے لیے حیران ہیں۔ چونکہ انہیں دنیا میں بے بصیرتی کے سبب دیدار کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ اس واسطے وہ آخرت میں بھی دیدار الٰہی کے منکر ہیں۔ اور اسی انکار کی وجہ سے انہیں نصیب بھی نہ ہو گی۔ جس طرح وہ دنیا میں اندھے ہیں۔ آخرت میں بھی اندھے ہی رہیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی واضل سبیلا۔" جو دنیا میں اس کی قدرت کی نشانیاں نہیں دیکھتا وہ قیامت کے دن اس کا دیدار بھی نہیں کر سکے گا۔ اور "اضل سبیلا" جو فرمایا ہے۔ اس سے یہ اشارہ ہے۔ کہ اس جہان کے اندھوں کو اس بات کی امید نہیں۔ کیونکہ تو بہ صرف اسی جہان میں ہے۔ اس جہان میں نہیں ہے۔ کیونکہ استعداد اس جہان میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس بارے میں ایک رباعی کہی گئی ہے۔

رباعی

آنا نکہ خدا در آں زماں می بینند ۔۔۔ اوّل تو بداں دریں جہاں می بینند
دیدار خدا دریں و آں یکسانست ۔۔۔ ہر لحظہ بظاہر و نہاں می بینند

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "لن اعبد ربا لم اراہ" میں اس واسطے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتا۔ کہ میں نے اسے دیکھا نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے۔ "لو کشف الغطا ما ازددت یقینا" اگر پردہ اٹھ بھی جائے۔ تو میرا یقین اب سے کچھ زیادہ نہیں ہو جائے گا۔ پردہ تو دوسروں کے لیے ہے۔ عارف کے لیے تو پردہ اسی روز سے اٹھا ہوا ہے۔ جس روز سے اسے یقین عطا ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا یقین کچھ زیادہ نہیں ہو جاتا۔ شیخ عبداللہ بلبانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔

رباعی

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم — از پائے طلب می نشینم ہر دم

گویند خدا بچشم سر نتواں دید — آں ایشا انند من چنینم ہر دم

تمام عارف اور اولیاء رویت کے مسئلے میں متفق ہیں۔ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا و آخرت میں یکساں ہے۔ اور بصر اور بصیرت کے دیدار کا فرق ان میں نہیں ہے۔ فرق صرف عبارتی ہے۔ بعض نے بصر سے کہا۔ اور بعض نے بصیرت سے۔ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ کہ جناب کا فلاں مرید کہتا ہے۔ کہ میں نے دنیا میں ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ آپ نے اسے بلا کر پوچھا۔ کہ فی الواقع تو نے یہ کہا ہے۔ اس نے عرض کی بے شک میں نے اللہ تعالیٰ کو ان دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے۔ آپ نے اسے منع فرمایا۔ کہ یہ بات پھر لوگوں میں نہ کہنا۔ حاضرین نے پوچھا۔ کہ آیا اس معاملے میں یہ سچا ہے۔ یا جھوٹا۔ جناب نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا ہے۔ لیکن اصلی بات اس پر پوشیدہ ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس نے دلی آنکھ سے دیکھا ہے۔ دل کی شعاعوں سے سر کی آنکھوں میں اثر کیا گیا ہے۔ مگر یہ جو کہتا ہے۔ کہ میں نے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ یہ اس کا وہم ہے۔ شیخ حسن بصری علیہ الرحمتہ نے قسم کھائی کہ واللہ لقد رای محمد علیہ السلام ربہ مجھے پروردگار کی قسم بے شک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ ولقد راہ انزلتہ اخریٰ" کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات نماز کی رکعتوں کی تخفیف کے بارے میں پروردگار سے اتار چڑھاؤ کر رہے تھے۔ شاید ان نزلات میں سے کسی نزلہ میں رویت حاصل ہوئی ہو۔ اور جو کچھ معتبر کتابوں اور صحیفوں کے پہنچنے کے نامدار مشائخ اور عالی مرتبہ کبار سے اس بارے میں ظاہر ہوا ہے۔ لکھا جاتا ہے۔

حضرت قطب الواصلین سید العارفین غوث الثقلین امام المحققین شیخ محی الدین عبد القادر الجیلی نور اللہ مرقدہٗ غنیتہ الطالبین میں فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ معراج کی رات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو نہ دلی آنکھوں سے بلکہ ظاہری سے نہ خواب کی حالت میں بلکہ بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔ اور یہ بات صحیح اخبار کے ذریعہ

پائیہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ، روایت فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ" کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ میں نے بغیر شک وشبہ کے اپنے پروردگار کو ظاہر اور بالمشافہ دیکھا۔ اور میں خواب میں سدرۃ المنتہیٰ میں تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، وما جعلنا الرویا التی ارینٰک الا فتنۃ للناس" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ یہاں رویت سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے پروردگار کو دیکھنا مقصود ہے۔ جس طرح خلّت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حصّے آئی۔ اور ہم کلامی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حصّے۔ اسی طرح رویت یعنی دیدار الٰہی آنحضرت صلعم کے حصّے آئی۔ اور جو کچھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رویت کے بارے میں انکار اور انکار میں مبالغہ روایت کیا گیا ہے۔ وہ ان اخبار کا معارض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ نفی ہے۔ اور یہ اثبات۔ اور اثبات ہمیشہ نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

ابو بکر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو معراج کی رات گیارہ مرتبہ دیکھا۔ چنانچہ ان گیارہ میں سے دو مرتبہ کا دیدار قرآن مجید سے اور نو مرتبہ کا حدیثوں سے ثابت ہے۔ کیونکہ معراج کی رات رکعتوں کی تخفیف کے بارے میں نو مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے مقام عروج میں گئے۔ اور واپس آئے۔ اس آمد ورفت میں ہر مرتبہ دیدار الٰہی سے مشرف ہوتے رہے۔

قدوۃ الکاملین حکیم ابوالقاسم سمرقندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ واسطی علیہ الرحمۃ "ما کذب الفؤاد ما رایٰ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آنحضرت کے نفس سے واپس لے لیا۔ پس درحقیقت ذات پاک کا دیدار آنجناب کو ہوا اور سہل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ آیت اس بارے میں ہے۔ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروردگار کا مشاہدہ بغیر قلب کے ہوا۔

اور ابن عطا فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو نہ طغیانی میلان خاطر میں دیکھا۔ بلکہ بشرط اعتدال۔ اور صاحب بحر الحقائق۔ ما کذب الفؤاد ما رایٰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ مشاہدہ کے وقت آنحضرت صلعم کی ملکی اور ملکوتی

بصارت ایک ہوگئی تھی۔ پس ملکی بصارت سے حق کے ظاہر کو دیکھا۔ اور ملکوتی بصارت سے اس کے باطن کو۔ اور نیز فرمایا۔ کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی الواح میں لکھا تھا۔ اس میں سے ایک بات یہ بھی تھی۔ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنحضرتؐ کی اُمت میں خاص بندے اپنے پروردگار کو دنیا میں دیکھیں گے۔ اور یہ بات صرف انہیں سے مخصوص ہوگی۔

تفسیر سلمی میں لکھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا دیدار ایسی بصارت سے دکھایا۔ جس میں اس کی ذات وصفات کے نور کا سرمہ لگا تا تھا۔ اور جس قدر اس نے چاہا انہیں ظاہر دیدار دیا۔ اور جب آنجناب کی آنکھ مبارک رحمانی بصارت بن گئی۔ تو واصل ہوگئی۔ یہ دلی رویت ہے۔ اور جس طرح آنکھوں سے دیکھا۔ اسی طرح دل سے دیکھا۔ آنکھوں اور دل کی رویت میں کسی قسم کا فرق نہ تھا۔

تفسیر عرائس کے مصنف " سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ کہ حق تعالیٰ اپنے بندے محمد علیہ الصلوۃ والسلام کو افعال و آیات کے رویت سے صفات کی رویت میں اور صفات کی رویت سے ذات کی رویت میں لے گیا۔ پس آنحضرتؐ کو ذات باری تعالیٰ کا دیدار ہوا۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلعم کا سارا وجود الہٰی آنکھ ہوگیا تھا۔ اور " لن ترانی " کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الہٰی کی درخواست کی۔ لیکن چونکہ آپ کی آنکھ فواد سے محجوب تھی۔ اس لیے محجوب ہی رہے۔ مگر آنحضرت صلعم کا دل آنجنابؐ کی آنکھ میں تھا۔ اس لیے آنکھوں اور دل دونوں سے دیکھا۔

تفسیر قبشری کے مصنف سورۃ والنجم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ حالانکہ انہیں صفات سے موصوف تھے۔ جو قبل از رویت آنحضرت صلعم میں تھیں۔ اور تفسیر عرائس کے مصنف علیہ الرحمتہ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا کی تفسیر یوں فرماتے ہیں۔ کہ مہتر موسیٰ علیہ السلام میقات میں پہنچے۔ اس لیے واصل ہوئے۔ اور اس آنکھ کے بارے میں جو دیدار کے لیے اپنے پاس سے عنایت فرمائی۔ یوں فرماتے

ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔ کہ ان کے دل نورِ جمال کے لباس سے ملبوس اور ان کی آنکھیں ملکوتی اور جبروتی سر سے منور ہیں۔ ان کے دل ان کی آنکھوں میں آجاتے ہیں۔ اس واسطے فرش سے لیکر عرش تک جو کچھ انہیں دکھائی دیتا ہے۔ وہ جمال الٰہی ہوتا ہے۔ چنانچہ ان میں سے بعض نے کہا ہے ما نظرت الی شیئ الا و رأیت اللّٰہ فیہ جس چیز کو میں نے دیکھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ مجھے دکھائی دیا۔

روایت ہے۔ کہ کروبی فرشتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے۔ تو انہیں بے ہوش دیکھ کر بولے یا ابن نساء الحیض اطمعت فی رویۃ رب العزۃ ... اے حیض والی عورتوں کے لڑکے کیا تو نے رب العزّت کے دیدار کی طمع کی تھی۔ اور وہ اس معاملہ میں معذور تھے۔ کیونکہ انہیں بساطِ قرب پر آنا منع ہے۔ وہ کیا جانیں۔ کہ عاشقوں پر ایسے واقعات ہوا ہی کرتے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام اس وقت بے غیبت اور حضور میں ہیں۔ اگر انہیں مقامات کا ذرہ بھر حال بھی معلوم ہو جاتا۔ تو بیہوش ہو کر گر پڑتے۔ اور جل جاتے۔ تعریف ہے اس خدا کی جس نے انسان کو عجیب فطرت عطا فرمائی جس کی روحانی تمنا نہیں کرتے۔

فصل الخطاب کے مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ جب ابو یزید سے پوچھا گیا۔ کہ آپ کی عمر کس قدر ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ چار سال لوگوں نے کہا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسّی سال تو میں حجاب ہی میں رہا۔ اب چار سال سے میں اسے (خدا) دیکھتا ہوں۔ حجابی عمر کوئی عمر شمار نہیں کی جاتی۔

اور اس بوڑھے کو لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا تو اپنے پروردگار کو دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نے کہا۔ نہ۔ انہوں نے پوچھا کیوں۔ اس نے کہا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنا چاہا تھا۔ تو نہ دیکھا۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں چاہا تھا۔ سو دیکھ لیا۔ پس ہماری خواہش ہی بڑا حجاب ہے۔ کیونکہ روش کے اندر اپنی خواہش کرنا گویا مخالفت کرنا ہے۔ اور مخالفت بجائے خود حجاب ہے۔ اور جب دنیاوی خواہش باقی نہ رہے۔ تو مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جب مشاہدہ حاصل ہو جائے۔ تو دنیاوی اور اخروی مشاہدہ یکساں ہے۔

ذوالنون مصری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں نے مصر میں لڑکوں کو دیکھا۔ کہ ایک

جوان کو پتھر مار رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کہ اسے کیوں مارتے ہو۔ انہوں نے کہا۔ یہ دیوانہ ہے۔ میں نے پوچھا دیوانگی کی علامت۔ انہوں نے کہا یہ کہتا ہے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ عزوجل کو دیکھتا ہوں۔ میں نے اس جوان سے پوچھا۔ کہ تو کہتا ہے۔ یا یہ خود ان کی بناوٹ ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں میں خود کہتا ہوں۔ اگر میں ایک لحظہ بھر اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھوں۔ اور محجوب رہوں تو گویا میں نے اس کی اطاعت ہی نہیں کی۔

محمد بن واسع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ما رأیت شیئًا الا و رأیت اللہ فیہ
میں ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔

شبلی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ما رأیت شیئًا الا و رایت اللہ فیہ۔۔۔"
میں نے ہرگز ایسی چیز نہیں دیکھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھا ہو۔

فصل الخطاب میں مندرج ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی بابت خبر دی۔ ایک روایت کے مطابق آپ فرماتے ہیں۔ کہ دیدار ہوا۔ اور ایک روائت کے مطابق آپ فرماتے ہیں۔ کہ نہیں ہوا۔ وہ جو فرمایا۔ کہ دیکھا۔ اس سے مراد سر کی آنکھیں لیں۔ اور جو فرمایا۔ کہ نہیں دیکھا اس مراد بھی سر کی آنکھیں لیں۔ غرض ہر ایک سے اس کے کام کے اندازے کے موافق گفتگو فرمائی۔ پس جب سر سے دیکھا۔ اور اس میں آنکھ کا وسیلہ نہیں تھا۔ تو شیخ نظامی علیہ الرحمتہ کس زبان سے فرماتے ہیں ؎

دید محمدؐ نہ بچشم دگر　　　بلکہ بہمین چشم کزیں چشم سر

بحر الحقائق کے مصنف علیہ الرحمتہ و اکتب سنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ"
کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ہمارے لیے اس دنیا میں نیکی لکھ۔ یعنی حسنہ سے مراد رویت صالحہ ہے جو اس دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب کی امت کے خاص بندوں کو حاصل ہے "و فی الآخرۃ" اور وہی نیکی ہمارے لیے آخرت میں بھی لکھ۔ یعنی دنیا اور آخرت میں ہمیں یہ فضیلت عنایت فرما۔ تاکہ ہم اس فضیلت کی طلب میں تیری طرف لوٹیں۔

حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ سالک کے لیے سلوک میں پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ طالب کے لیے ضروری ہے۔ کہ اس کے حفظ مراتب کی کوشش کرے۔ اور جب کوشش سے اس مرتبے کو

قائم کرے گا۔ تو شریعت کے ادائے حقوق کی برکت سے اس کے دل میں طریقت کی خواہش خود بخود پیدا ہو گی۔ اور جب طریقت کے حقوق کو بھی اچھی طرح ادا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ بشریت کے حجاب اس کی دلی آنکھوں سے دور کر دیگا۔ اور حقیقت کے معنے اس پر منکشف ہو جائیں گے۔ جو روح کے متعلق ہے۔ پس شریعت معاملات کی نگاہداشت اور مرتبہ طریقت کے حصول کا سبب ہے۔ اور طریقت بری خصلتوں سے باطن کو پاک کرنے اور مرتبہ حقیقت کے ادراک کا موجب ہے۔ اور حقیقت کیا ہے۔ وجود کو فانی بنانا۔ اور دل کو ماسوی اللہ سے خالی کرنا۔ اور درجۂ قرب کے وصول کا موجب بھی حقیقت ہی ہے۔ یاد رکھو کہ انسان تین چیزوں نفس۔ دل اور روح کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی اصلاح خاص چیز سے ہوتی ہے۔ چنانچہ نفس کی اصلاح شریعت سے۔ دل کی طریقت سے اور روح کی حقیقت سے۔

نیز حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ ادعونی استجب لکم کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ظاہر میں تو اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ تم دعا کرو۔ میں قبول کرونگا۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ بہت سی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے۔ کہ خالص مجھے بلاؤ۔ ایسی حالت میں کہ غیر کا خیال تک تمہارے دل میں نہ ہو۔ پس اگر حالت خلوص میں اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا کی جائے۔ تو ضرور بالضرور قبول ہو گی۔ کبھی رد نہ ہو گی۔ اور اگر دعا کرتے ہوئے غیر کی خواہش یا کوئی اور خیال گزر جائے تو یقیناً وہ دعا قبول نہ ہو گی۔ کیونکہ اس حالت میں "ادعونی" خالص خدا کے لیے نہیں ہوا۔ اگر ایسی دعا قبول نہ بھی ہو۔ تو بھی وہ اس کی نفی نہیں کرتی۔ جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

دبر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر ۔۔۔ اینچنیں تسبیح کے دارد اثر

اور اللہ تعالیٰ کے اس قول واذکر ربک اذا نسیت" سے بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ کہ اپنے پروردگار کو اس وقت یاد کر۔ جب تو اپنے آپ کو اور اس کے غیر کو بالکل بھول جائے۔ کیونکہ اس کے حضور میں غیر کا ذکر کرنا شرک ہے۔

شیخ نجم الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اسم اعظم کی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے نزدیک اللہ اسم اعظم ہے۔ اور اس پر بہت سی دلیلیں بھی دی ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی

یہ سوال کرے کہ میں نے تو بارہا یہی اسم پڑھ کر دعا کی لیکن قبول نہ ہوئی۔ اور یہ اسم اعظم کے خواص کے برخلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جس طرح نماز کے ارکان ہیں۔ جن کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ اسی طرح دعا کی بھی شرائط ہیں۔ جن کے بغیر دعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ شرائط حسب ذیل ہیں۔

اوّل حلال لقمے سے باطن کی اصلاح کرنا۔ چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ دعا ایمان کی چابی ہے۔ اور اس کے دندانے حلال لقمہ ہے۔ اور دوسری شرط اخلاص اور قلبی حضور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ادعوا مخلصین له الدین کیونکہ زبانی حرکت ایک قسم کا شور ہے۔ جو کھوئے پہ یا باہر نے پر مچایا جائے۔ اور نیز اعمال صالحہ ہونے چاہئیں۔ تاکہ دعا قبول ہو سکے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ" پاکیزہ کلمے اوپر چڑھتے ہیں۔ اور عمل صالح انہیں اوپر چڑھاتے ہیں۔ عمل صالح یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنے حظوظ سے پاک کیا جائے۔ اور صرف مذکور اور اس کے اسم سے ہی حظ آئے" "اللہ" کے اسم اعظم ہونے کی ایک دلیل میرے (مصنف کتاب) خیال میں بھی آئی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولذکر اللہ اکبر" اکبر سے اشارہ اعظم ہے۔ یعنی "اللہ" کہنا اسم اعظم ہے۔ اور نیز" ولذکر من اکبر" وغیرہ کے فرمانے سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ نیز سورہ اخلاص میں فرماتا ہے۔ قل ھو اللہ احد تمام مشائخ علیہم الرحمتہ کے قول کے موافق "اللہ" ہی اسم اعظم ہے۔ "قل ھو اللہ احد" میں "ھو"۔ اشارہ ہے۔ اور "احد" صفت پس ان دونوں کے بیچ میں "اللہ" اسم ذات ہے۔ جو اسم اعظم ہے۔

دیگر۔ اس حدیث کے معنوں کے بارے میں فرماتے ہیں حدیث۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی کہ یہاں پر "ایک قرب" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی روح بافتوح ہے۔ جو سرا در قلب کے مابین وسیلہ ہے۔ اور "نبی مرسل" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک کامل دل ہے۔ کیونکہ جو کچھ آنحضرت ؐ کے پاک دل پر بذریعہ وحی القا ہوتا تھا۔ اس سے رسالت کے لوازمات بجا لاکر لوگوں کو پہنچا دیتے۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے۔ کہ اس وقت نہ میری روح کو گنجائش ہے۔ اور نہ دل ہی کو۔ یہ توحید کے

درجہ کمال کا اشارہ ہے۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش وقت تھے۔ کہ اتنے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئیں۔ آنحضرت نے پوچھا۔ تو کون ہے؟ ام المومنین نے عرض کی۔ کہ میں عائشہ ہوں۔ پھر فرمایا۔ کون عائشہ؟ عرض کی ابوبکرؓ کی بیٹی۔ فرمایا۔ کون ابوبکرؓ؟ عرض کی ابی قحافہ کا بیٹا۔ فرمایا۔ کون ابی قحافہ؟ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روتی ہوئی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جس وقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہو۔ تو باادب رہا کرو۔ پھر جب لوٹ کر آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو ناراضگی کا اظہار کیا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ کیوں کیسی طبیعت ہے؟ آپ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اب تک تو آپ کو معلوم نہ تھا۔ آپ کیسے پہچان لیا۔ اور سارا حال عرض کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل"۔

رسد چوں نقطۂ آخر باوّل	درآنجا نے ملک گنجد نہ مرسل
درآن موضع کہ نور حق دلیل است	چہ جائے گفتگوئے جبرئیل است
فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ	نگنجد در مقامے "لی مع اللہ"

فرشتے کی وہاں اس واسطے گنجائش نہیں۔ کہ وہ اہل قرب ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب بھی بعد کا سا ہے۔ یہ سعادت خاص کر انسان ہی کو حاصل ہے۔

نیز اس حدیث کہ "اشد البلاء علی الانبیاء ثم علی الاولیاء ثم الامثل فالامثل۔" کے معنوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔ کہ سب سے سخت مصیبتیں پیغمبروں پر نازل ہوتی ہیں۔ اور بعد ازاں اولیاء پر اور بعد ازاں ان اشخاص پر جو اولیاء کے مشابہ ہیں۔ یہ مصیبتیں برص۔ جذام اور سرسام کی سی نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس بیماری میں کوئی مبتلا نہیں ہوا۔ بلکہ مصیبت یہ ہے۔ کہ چونکہ نبی نبوت اور ولایت کے مابین جامع ہے۔ ولایت کے لیے جمعیت لازم ہے۔ اور نبوت کے لیے تفرقہ۔ کیونکہ نبوت میں شرعی احکام کی تبلیغ اور کافروں سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اور ولایت میں ماسوی اللہ سے قطع تعلق کرنا اور فانی ہونا پڑتا ہے۔ پس نبی کے لیے نبوت اور ولایت کو جمع کرنا اور ان دونوں کو ملحوظ رکھنا سخت مصیبت ہے۔ اور ولی کے لیے یہ سخت مصیبت ہے۔

کہ اسے ولایت یعنی ہمیشہ ہویت حق میں مستغرق رہنا پڑتا ہے۔ اور ساتھ ہی اہلِ عالم کے درمیان رہنا اور مریدوں کی تربیت کرنی اور شریعت کے مراتب کی رعایت کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک ولی اپنی قوم میں بمنزلہ نبی کے ہوتا ہے۔ ابوبکر دلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں العافیۃ والتصوف لا یجتمعا یعنی آرام اور تصوف ایک جگہ جمع نہیں ہوتے۔ اور ابوالحسن حصری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ ما للصوفی العلاۃ صوفی کو آرام سے کیا غرض اور جو لوگ اولیاء کی مانند ہیں۔ اور نیز عابدوں اور زاہدوں کو بھی مصیبتیں جھیلنی پڑتی ہیں۔ کیونکہ انہیں روزی کے لیے کام میں مشغول ہونا اور ساتھ ہی اسباب دنیوی کے تعلقات میں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کو بھی ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔

نیز اس حدیث انی لاستغفر اللہ کل یوم سبعین مرۃ کے معنوں کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ ظاہری معنے تو یہ ہیں۔ کہ میں بے شک اللہ تعالیٰ سے ہر روز ستر مرتبہ طلب بخشش کرتا ہوں اور ظاہر میں یہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسا کونسا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوتا ہوگا۔ جس کے واسطے ستر مرتبہ بخشش کی طلب کرتے ہونگے۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ تجلیات حق کی کوئی انتہا نہیں۔ اور حق تعالیٰ آناً فاناً ایک نئی تجلی تمام وجودات پر فرماتا ہے۔ اور تجلی میں تکرار (بار بار ہونا) جائز نہیں۔ اور ہر ایک تجلی پہلی تجلی سے زیادہ لطیف ہوتی ہے۔ پس یہاں طلب معافی سے مراد یہ ہے۔ کہ جو تجلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتی اور پہلے سے زیادہ لطیف ہوتی تھی۔ تو اس پر آنجناب خیال فرماتے تھے۔ کہ اس تجلی سے اور لطیفہ نہ ہوگا۔ اور انسان کے حال کا کمال بھی یہی ہے چونکہ دوسری تجلی کو پہلی سے زیادہ لطیف معلوم کرتے تھے۔ اس لیے استغفار کرتے تھے۔ اور ایک اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ انی لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ کل یوم ماۃ مرۃ "لیغان" یعنی میرے دل پر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور یہ پوشیدگی وہی گمان ہے۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کیا کرتے تھے۔ میرے (مصنف) دل میں خیال آتا ہے۔ کہ جو سید الطائفہ جنید قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ ساٹھ سال سے مجھے ایمان میں لا رہے ہیں۔ شاید اس سے بھی اسی حال کا اشارہ ہو۔ واللہ اعلم۔

اس حدیث "یا فاطمۃ لا علی انک بنت رسول اللہ اعملی اعملی اعملی
کے معنوں کے بارے میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے ظاہری معنوں میں تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ
کوئی نیک عمل ہوگا۔ جو فاطمۃ الزہراؓ سے ظہور میں نہ آیا ہو۔ کیونکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا
رضی اللہ عنہا نے حد درجے کی عبادت کی اور انتہا درجہ کی ریاضت کی۔ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جو فرمایا ہے۔ کہ اے فاطمہ! تو اس بات پر بھروسہ نہ کر لو۔ کہ میں رسول اللہ کی بیٹی ہوں۔
بلکہ عمل کر عمل کر۔ اس عمل سے مراد یہ عمل ہے۔ کہ دل کی صفائی اور باطن کے خالی کرنے میں اس
قدر کوشش کر۔ کہ جو کچھ تجھے میں کہہ رہا ہوں وہی تیرا دل تجھے کہہ دے۔ اور دل تیرا رہبر بن
جائے۔ صرف کہنے پر عمل نہیں ہوتا۔ اگر ابتدا میں مرید شیخ کے فرمان کے مطابق عمل کرتا ہے۔ لیکن
اخیر میں اپنے دل کے کہنے کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اسی واسطے حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمۃ
اپنے سارے اصحاب کو فرمایا کرتے تھے۔ کہ کرو۔ اور متقدمین کے مشائخ کی کتب کے مطالعہ سے
منع فرماتے۔ اس واسطے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان احوال کو بغیر اس مقام پر پہنچے اپنی طرف منسوب کریں
اور یہ شعر پڑھا کرتے ؎

کار کن کار بگذر از گفتار کاندرین راہ کار دارد کار

اگرچہ شیخ کے کہنے اور کتابوں کے مطالعہ سے ریاضت میں بھی مطلب حاصل ہو سکتا ہے لیکن
جو خوش وقتی خوش دلی یقین اور تسکین اپنے اسرار و نکات کے معلوم کیے سے ہوتی ہے۔ وہ شیخ کے
کہنے سے نہیں ہوتی۔ حالانکہ وہ بھی ہوتی تو شیخ کے فرمان ہی کی برکت سے ہے۔

میاں حاجی محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت میاں جیو رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا۔
کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی وقت میں صوفی میں کس طرح پائی جاسکتی ہیں۔ کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ صوفی
کو وجد کی حالت میں اس قدر شعور ہو۔ کہ اگر مٹھی چینی سے بھری ہوئی ہو۔ اور اس میں سے ایک دانہ گر
پڑے۔ تو اس کی بھی اسے خبر ہو۔ اور نیز فرمایا۔ کہ صوفی کو وجد کی حالت میں فانی ہونا چاہیے۔ اور فنا شعور
کا نہ ہونا ہے۔ آنحضرتؒ نے جواب میں فرمایا۔ کہ جب صوفی وجد کی حالت میں ہوتا ہے۔ تو اپنی ہستی سے
خالی ہوتا ہے۔ اور بقائے حق سے باقی۔ پس جس وقت باقی بحق ہوگا۔ تو یقیناً چینی کے گرنے سے کیا بلکہ
اس سے بھی چھوٹی چیز سے واقف ہوگا۔ اسی واسطے کہتے ہیں۔ کہ وجد کی حالت میں صوفی کو آسمان و

زمین کی چیزیں اس طرح دکھائی دیتی ہیں۔ گویا اس کے ناخن میں موجود ہیں۔

دیگر۔ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ شیخ سعدی علیہ الرحمتہ کے اس شعر ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست — نرود جز بوقت مرگ از دست

کے معنے یوں فرماتے ہیں۔ کہ اس موت سے مراد طبعی موت نہیں کیونکہ بعض مشائخ کبار توبہ اور انابت سے پہلے بڑے اعمال کیا کرتے تھے۔ اور توبہ کے بعد کامل اولیاء بن گئے۔ اب کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ بُری خو موت تک ان میں رہی ہوگی۔ معاذ اللہ ایسا اعتقاد نہ کرنا۔ بلکہ اس موت سے مراد نفس و شہوت کی موت ہے۔ جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ موتوا قبل ان تموتوا "مرنے سے پہلے مر جاؤ"۔ سالک اپنے نفس۔ خواہش اور شہوت کو مارتا ہے۔ پس اس کے موافق انسان جب تک اپنے نفس کو نہیں مارتا۔ اور اپنی خواہشوں اور آرزوؤں کو نہیں چھوڑ دیتا۔ اس سے بری خو ہرگز زائل نہیں ہوتی۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اولیاء کی موت ان کے نفس کا مرنا ہے۔ اور جب ان کا نفس مر جاتا ہے تو پھر وہ ابدالآباد تک زندہ ہی رہتے ہیں جیسا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ المومن حی فی الدارین مومن دونوں جہان میں زندہ ہے۔ یعنی عارف" ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

اس بارے میں میرے شیخ صاحب فرماتے ہیں ؎

مرگ است کہ عادم ہمہ عشوہ کند — مرگ است کہ او دشمن انس و جان ست

مرگ است کہ در کار ہمہ عشوہ کند — در کار مرگ عشوہ عرفان است

نیز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینقلبون من دار الی دار "یعنی اولیاء اللہ ہرگز نہیں مرتے۔ بلکہ وہ ایک گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں آجاتے ہیں۔ میں نے اپنے شیخ صاحب سے سُنا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ ہمارے دل میں موت کا کچھ ڈر اور خوف نہیں۔ کیونکہ جس حالت میں ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ وہاں بھی اس حالت میں بیٹھیں گے۔ فرق صرف اس قدر ہوگا۔ کہ ہم ایک سرائے سے دوسری سرائے میں چلے جائیں گے۔ حق بات تو یہ ہے۔ کہ جب بدن بمنزلہ روح ہو جائے۔ تو اس کے لیے مرنا اور نہ مرنا مساوی

ہے - یہ رباعی آپ ہی نے سنائی تھی - رباعی :

دامان بقا و فنا در دستِ ما ۔۔۔ از دامن ما خلاص شد دستِ فنا

ما نیز یکے جوان جاوید شدم ۔۔۔ پیری نرسد نزد ما مرگ کجا

ایک روز آپ نے فرمایا - کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ مبارک زمین پر اس واسطے نہ پڑتا تھا - کہ روح کی لطافت اور صحبت سے جناب کا بدن مبارک روح کی طرح لطیف ہو گیا تھا - بدن کی لطافت سے لباس بھی لطیف ہو گیا تھا - اور نورانی چیز کا سایہ نہیں ہوتا - کیونکہ سایہ اس چیز کا ہوتا ہے - جس میں کثافت ہو - جب کثافت ہی نہیں تو سایہ کیا -

حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے بعض اصحاب فرماتے ہیں - کہ آپ فرمایا کرتے تھے - کہ اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے - بلکہ مرنے کے بعد زیادہ اور بہتر ہوتا ہے - توجہ اور تصرف اچھی طرح کر سکتے ہیں - کیونکہ زندگی میں تو حجاب بدنی بعض چیزوں کے احوال پوشیدہ رکھتا ہے - اور وفات کے بعد یہ حجاب بھی اٹھ جاتے ہیں - اور ایسے ہو جاتے ہیں - گویا تلوار میاں سے سونت لی - اور یہ بات یقینی ہے - کہ غلاف میں رکھی تلوار سے سونتی ہوئی تلوار اچھی طرح کام کر سکتی ہے - میں نے (مصنف) اسی مطلب کو حسب ذیل رباعی میں ادا کیا ہے - رباعی :

ہر کار کہ مشکل است درویش کند ۔۔۔ مرہم بدمی نہد کہ او ریش کند

چوں واصل شود تصرفش افزاید ۔۔۔ شمشیر برہنہ کار را بیش کند

اکثر میرے دل میں یہ خیال آیا کرتا - کہ آیا موت کے بعد اور قالب سے روح کے جدا ہو جانے کے بعد یہی حالت - شعور - وجد - ذوق اور شغل رہیگا یا نہیں - ایک دفعہ میں نے دیکھا - کہ میری روح قالب سے جدا ہو کر وجد - شغل اور ذوق سے قبر کے گرد ہوا کی صورت میں بلکہ اس سے بھی زیادہ تند اور تیز پھرتی ہے - اور جو شعور اسے اس حالت میں تھا اس حالت میں بھی ہے - بلکہ اس سے بہتر اور لذیذ - اور لطافت تو پہلے کی نسبت بہت ہی آگئی ہے - او جس شغل میں مشغول ہے - پہلے کی نسبت زیادہ بے خطرہ اور بے تعلق ہو کر مشغول ہے - پھر آ کر میرے قالب میں داخل ہوئی - داخل ہونے کے بعد اس جمعیت اور ذوق کے آثار مجھ پر ظاہر ہوئے - لیکن نہ اس طرح

معلوم ہوئے۔ کہ اس حالت کو اس عالت سے کچھ نسبت ہی نہیں ہے۔ اولیاء اللہ کو موت کے بعد ترقی زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء ولکن لاتشعرون ایسے شخص کو جو سہولت حق میں فانی ہو گیا ہو مردہ نہ کہو۔ بلکہ وہ ابدالآباد تک زندہ ہے۔ لیکن تم اس بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ دیگر حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ صاحب حضوری تھے۔ آپ ترک و تجرید میں کامل تھے۔ اور تمام تعلقات دنیوی کو چھوڑ رکھا تھا۔ اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی طرح تجرد و تفرد آپ پر بہت غالب تھا۔ ؎

ہست مراد ہر کسے چیز دگر دریں جہاں　　　نیست مراد غیر تو جائے نامرادرا

لڑکپن ہی سے سب سے فارغ ہو کر ترک و تجرید میں یگانہ روزگار ہوئے۔ شیخ داؤد علیہ الرحمتہ نے مجھے کہا۔ کہ چونکہ میں ہمیشہ حضرت میاں جیو صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن شیخ حامد گوجر "جو کہ لاہور کے علماء سے تھا۔ اور جسے آخری عمر میں آپ نے یاد الہیٰ میں مشغول کیا تھا" کی عورت نے مجھ سے کہا۔ کہ "اے شیخ داؤد! برائے خدا حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں میری طرف سے عرض کرنا کہ آپ نے تو مجھے خاوند کی زندگی ہی میں بیوہ کر دیا۔ میرا گھر بار تباہ ہو رہا ہے۔ اور خاوند میری طرف توجہ بھی نہیں کرتا" راوی کہتا ہے۔ کہ جب میں حضرت میاں جیو کے گھر گیا۔ تاکہ پیغام پہنچا دوں۔ اور میرے ہمراہ میاں محمد مراد مفتی رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب تن تنہا گھر میں پڑے ہیں۔ اور تکیہ کی بجائے دستار مبارک سر کے نیچے رکھی ہے۔ اور بدن مبارک پر پھوڑے پھنسی نکلے ہوئے ہیں۔ جن پر مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ جن کو اڑانے کے لیے کوئی خادم بھی موجود نہیں۔ اور آنجناب کے سینہ مبارک سے آواز آ رہی ہے۔ ہم آپ کی یہ حالت دیکھ کر رو پڑے۔ میں ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ جناب نے آنکھیں کھول کر فرمایا۔ کون ہے؟ میں نے عرض کی۔ کہ داؤد اور محمد مراد۔ آپ نے فرمایا کس طرح آئے۔ میں نے ملا حامد کی عورت کا پیغام عرض کیا۔ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور ہمیں بھی بٹھایا۔ اور جواب میں یوں فرمایا۔ کہ ملا حامد سے جو کچھ اس کی عورت چاہتی ہے۔ وہ اس کام کا نہیں۔ کیونکہ ہمارے شغل کی یہ خاصیت ہے۔ کہ ماسوی اللہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ پھر شیخ داؤد نے رو کر عرض کی۔ کہ جناب یہ کیا حالت ہے۔ کہ آپ کو اپنے بدن کی خبر نہیں۔ یہ وجود بہت مبارک وجود ہے۔ اور کوئی مکھیاں اڑانے کے واسطے بھی یہاں موجود

نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے داؤد! مجھے مطلق خبر نہیں۔ اگر تم چھرنا سے میرے بند بند کاٹ دو۔ تو بھی مجھے خبر نہ ہو۔ اہلِ شریعت کے نزدیک تو کفر کے بعد کلمہ پڑھنے سے مومن ہو جاتا ہے۔ لیکن اہلِ حقیقت کے نزدیک غفلت کا علاج کسی چیز سے نہیں ہو سکتا۔

آنجناب کا خط مبارک نستعلیق مائل بہ شکستہ تھا۔ اور بزرگوں کے اشعار جن میں نصیحت پائی جاتی تھی۔ بہت لکھا کرتے تھے۔ اور کبھی کسی کی ضرورت کے واسطے کسی کو رقعہ بھی لکھا کرتے تھے۔ لیکن اپنے لیے یا اپنے مریدوں کے لیے آپ نے کبھی کسی اہلِ دنیا وغیرہ کی طرف رقعہ نہیں لکھا۔

کیفیت وفات

جب آنجناب کو شہر لاہور میں رہتے ہوئے ساٹھ سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہو گیا۔ تو اسہال کا عارضہ جس کے بارے میں حدیث نبوی ہے۔ کہ المبطون شهيد آنجناب کو لاحق ہوا۔ اور پانچ روز تک رہا۔ ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ ہجری کو منگل کے روز ایک پہر گزرے محلہ خوانی پورہ میں حجرے کے اندر جو آپ کے رہنے کا مقام تھا۔ مرغِ روح وجودی قید کے پنجرے سے خلاصی پاکر عالم لاہوتی یعنی اصلی وطن کی طرف پرواز کر گیا۔

شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ کہ نیک بخت بندہ اس روز بہت ہی خوش و خرم اور آرام میں ہوتا ہے۔ جس روز عزرائیل اسے آکر کہتا ہے۔ کہ خوش ہو جا۔ کہ تو آج ارحم الراحمین سے ملیگا۔ اور اپنے وطن میں پہنچ جائے گا۔ اور تجھے بڑی عید ہو گی۔ یہ جہان منزل ہے۔ اور مومن کے لیے بمنزلہ جیل کے ہے۔ یہاں پر رہنا مستعار ہے۔ آخر یہاں سے ایک روز جانا ہی پڑتا ہے۔ اور مردِ خدا درحقیقت اس دن ہمیشہ کی زندگی حاصل کرتا ہے۔ موت التقى حياة لا انقطاع لها قد مات قوم وهم في الناس احياء۔

متقیوں کی موت ان کی زندگی ہے۔ کیونکہ دنیاوی تعلقات قطع ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ مر جاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگوں میں پھر بھی زندہ ہیں!!

ابوبکر صدیق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ شتہ [illegible] کے دروازے پہ زندگی میں شہد کے

شہرت سے زیادہ لذت پاتا ہے۔ ان لوگوں کو موت سے اس واسطے ذوق حاصل ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے اصلی وطن یعنی لامکان میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ "حب الوطن من الایمان" یہ حدیث اہل دل پر پوشیدہ نہیں۔ جو ظاہر ہو اس کے بیان کرنے کی کیا ضرورت۔ نیز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب موت ایک پل ہے۔ جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے"۔ ؎

خوشتر اندر جہاں زیں چہ بود کار | دوست بدوست رفت یار بہ یار
آن ہمہ اندوہ بود ایں ہمہ شادی | آن ہمہ گفتار بود ایں ہمہ کردار

بعض سے سنا ہے۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمۃ کی عمر ایک سو ذات سال تھی اور بعض کہتے ہیں۔ کہ ستانوے سال تھی۔ اس محضر کے رُو سے جو آپ کا بھتیجا محمد امین سیوستان سے آپ کے رشتہ داروں اور معتبر آدمیوں سے درست کرا کے لایا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۹۵۷ھ ہجری میں ہوئی۔ اس کے مطابق آپ کی عمر ۸۸ سال ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔ لیکن آنجناب کے سن وفات میں کسی قسم کا شبہ نہیں۔ اور نہ ہی اختلاف ہے۔ کیونکہ میں نے یہ بات آنحضرت کے ان مریدوں سے جو اس وقت موجود تھے تحقیق کر کے لکھی ہے۔ مثلاً ملا خواجہ بہاری۔ شیخ محمد لاہوری۔ میاں حاجی محمد نبانی اور نور محمد نامی خادم جو کہ ایام مرض میں دن رات آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اسی نور محمد کا بیان ہے کہ اس قضیہ جانکاہ سے ایک روز پیشتر وزیر خاں حاکم شہر آنجناب کی بیمار پرسی کے لیے آیا۔ اور حجرے کے باہر کھڑے ہو کر اندر عرض کہلا بھیجی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ واپس چلا جائے خادموں نے التماس کی۔ کہ بیمار پرسی کے لیے آیا ہے۔ اور حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آ جائے۔ لیکن بیٹھے نہ۔ جب وہ اندر آیا۔ تو عرض کی۔ کہ میں ایک حاذق طبیب لایا ہوں۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو معالجہ کرے۔ آپ نے فرمایا۔ حکیم مطلق ہی کافی ہے۔ یہ فرما کر وزیر خاں کو رخصت کیا۔ اس کے بعد کچھ قدرے قلیل بیقراری آپ میں دیکھ کر میں نے پوچھا۔ کہ یہ بیقراری کس واسطے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کو بیہودہ یاد کیا ہو۔ اگر مجھ میں بیقراری ہو۔ جو کچھ آپ نے فرمایا۔ اس سے مراد یہ تھی۔ یہ گھبراہٹ اور بیقراری وہ بیقراری نہیں۔ جو بدن سے روح کے نکلتے وقت ہوتی ہے۔ کیونکہ روح اور قلب اپنی اصلی حالت میں برقرار اور یاد الہٰی میں مشغول ہیں۔ بلکہ

یہ گھبراہٹ اور بے قراری شوق کی کثرت کے سبب تھی۔ جس سے عام لوگ غافل تھے۔
ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ ہم نے سنا ہے۔ کہ پیغمبروں کو بھی وفات کے وقت سکرات موت اور بیقراری ہوتی آئی ہے۔ یہ بات میرے دل میں تھی۔ کہ ایک روز ہمارا ایک یار جو صاحب حال تھا۔ جب اس کا آخری وقت نزدیک آیا۔ تو بے قراری کے سبب ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ کہ وہ جمعیت جو تجھ میں تھی۔ اب کہاں ہے؟ اور یہ ہاتھ پاؤں مارنا کس واسطے ہے۔ اس نے کہا جمعیت تو پہلے کی نسبت زیادہ ہے۔ اور اگر اس حال کی بابت پوچھتے ہو۔ تو اس کی مجھے خبر نہیں۔ اس بات سے مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ دوستان الہٰی کا دل موت کے وقت برقرار ہوتا ہے۔ اور ظاہری بے قراری قابلِ اعتبار نہیں۔ جب حاکم شہر نے آنجناب کے انتقال کی خبر سنی۔ رؤساء و علمائے شہر کو لے کر مکان شریف پر آیا۔ اور مرید اور خادم تجہیز و تکفین میں مشغول ہوئے جب اس کام سے فارغ ہو کر سب اہلِ اسلام اور رؤسائے شہر نے نماز جنازہ پڑھی۔
بعد ازاں بڑے تزک و شان و احترام سے نعش شریف اٹھا کر شہر سے اس مقام پر لا کر دفن کی گئی۔ جہاں پر دفن کرنے کے لیے آپ نے پہلے ہی وصیت فرمائی تھی۔ کہ ہمیں اپنے یاروں کے پاس دفن کرنا۔ آنجناب کے ان یاروں کے اسمائے گرامی حسبِ ذیل ہیں۔ میاں نتھا۔ حاجی سلیمان۔ شیخ ابوالمکارم۔ اور حاجی مصطفٰے کلاں اور چند اور اشخاص۔ نعش شریف کی پائیں جا کر آپ کے فرمان کے مطابق اسی جگہ میں جو کہ شہر لاہور سے آدھ کوس کے فاصلہ پر گوشہ جنوب کے مشرق میں واقع ہے اور موضع دارا پور المشہور بہ ہاشم پور کے متصل ہے۔ اس گنج عرفان کو دفن کیا۔ شہر کے عوام و خواص کو آنجناب کی مفارقت سے بڑا غم واندوہ ہوا۔ اس روز کو روز قیامت خیال کرتے تھے۔ اور ان شعروں کا مضمون زبان سے کہہ رہے تھے ؎

دردا کہ پاک باز جہاں از جہاں برفت	پاک آنچنا نکہ آمدہ بود آنچناں برفت
غم شد محیط مرکز عالم ز ہر کران	کاں دُرِ محیطِ بحر کرم از میاں برفت
جانش کہ شاہباز معارف شکار او	آواز طبل شاہ شنید مردداں برفت
دلہائے پر غمیں کہ این زمین نماند	جانہا ز تن فغاں کہ امانِ زماں برفت

ایک فاضل شخص ملا فتح اللہ نامی نے یہ تاریخ کہی ہے ؎

میاں میر سر دفتر عارفان | کہ خاکِ درش رشک اکسیر شد
سفر جانب شہر جاوید کرد | چوں زیں محنت آباد دلگیر شد
خرد بہر سالِ وصالش نوشت | بفردوس والا میاں میر شد

ہر جمعرات کو بہت سی خلقت جاکر آنجناب کے مرقد منور کے طواف اور زیارت سے مستفیض ہوتی تھی۔ خاص کر جو آپ کے مرید تھے۔ انہوں نے تو لازمی طور پر اسے اختیار کر رکھا تھا کہ ہر جمعہ کو اس کعبہ مقصود کے طواف اور زیارت سے مشرف ہوں۔ عوام میں سے جس کی کوئی مراد ہو وہ اس مرقد منور سے حاصل ہو جاتی ہے۔ میں (مصنف) کم بختی کی وجہ سے آنجناب کی وفات کے وقت حاضر خدمت نہ ہو سکا۔ کیونکہ میں اس وقت اکبرآباد میں تھا۔ ایک روز پہر رات گزرے کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں حضرت پیر دستگیر میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ پند و نصائح کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ تو ہماری نماز جنازہ ادا کر۔ چونکہ مجھے اس قسم کا خیال نہ تھا۔ لہٰذا میں گھبرایا۔ اور اس کام سے کنارہ کشی کی۔ لیکن آپ برابر تاکید مزید فرماتے رہے کہ ضرور کرو۔ اسی اثناء میں دیکھا۔ کہ آنجناب فوت ہو گئے ہیں۔ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق نماز جنازہ ادا کی۔ اور بڑی بیتابی اور گھبراہٹ سے جاگ اٹھا۔ تو غم واندوہ اور رونے کی علامات اپنے آپ میں دیکھ کر اس واقعہ سے سخت حیران تھا۔ چند روز کے بعد لاہور سے خبر آئی کہ اسی روز اسی وقت جبکہ میں نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔ آنجناب کا وصال ہو گیا تھا ؎

کارداں آخریم از دیارِ عمر | او مرد بود پیشتر از کارداں برفت
چو مردمانِ دیدہ شدم غرق سیل اشک | از پس کہ آب از مژۂ خونفشاں برفت
گفتم برم بشرح غمش زندگی بسر | غم زور کرد و قوتِ نطق از زماں برفت
؎ صاحبدلاں کہ پیشتر از مرگ مردہ اند | آب حیات از قدحِ مرگ خوردہ اند
اوّل کشیدہ رخت بسر منزلِ فنا | آنگہ بدارِ ملکِ بقا راہ بردہ اند
جاں ہا ہوائے شاں کہ براہِ طلب ہنوز | نسپردہ یکدو گام دل و جان سپردہ اند

ایک صالح شخص بیان کرتا ہے۔ کہ جس رات آنجناب کا وصال ہوا ہے۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ بڑا شور و غوغا برپا ہے۔ اور فرشتہ غیبی آواز دے رہا ہے۔ کہ ایک بندۂ خدا

آج رحمتِ ایزدی میں پہنچ گیا ہے۔ سارے شخص اس کی نمازِ جنازہ ادا کرو۔ وہ بخشا گیا ہے جب میں جاگا۔ تو متفکر تھا۔ کہ یہ کونسا بندہ ہے۔ اتنے میں ایک شخص خبر لایا۔ کہ حضرت میاں میر صاحب انتقال فرما گئے ہیں۔ یہ سن کر میں آنجناب کی نمازِ جنازہ میں شامل ہوا۔

ملا فتح محمد جو ایک نیک بخت بندۂ خدا تھے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حاجی پراچہ جو مرض الموت میں آنجناب کی خدمت کیا کرتا تھا۔ بیان کرتا ہے۔ کہ فوت ہونے سے کچھ دیر پہلے آپ نے اجابت کی اور اجابت سے فارغ ہوتے ہی یکبارگی اضطراب کے آثار نمودار ہوئے۔ آپ نے چارپائی سے نیچے اترنا چاہا۔ میں نے آپ کا دستِ مبارک پکڑا۔ کہ ذرا سہارا دوں۔ آپ نے ہاتھ چھڑا کر فرمایا چھوڑ دو۔ اور خود گھبرا کر نیچے اتر آئے۔ اور فرمایا "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ" پھر آپ کا دم چھوٹا ہونا شروع ہوا۔ اور میں نے بستر پر سلا دیا۔ آپ کی زبان مبارک پر آہستہ آہستہ "اللہ اللہ" جاری تھا۔ اور آپ تبسم فرماتے ہوئے دو ہاتھوں کو اہلِ وجد کی طرح ہلاتے تھے۔ یہاں تک کہ مغفرتِ الٰہی کے جوار میں جا پہنچے۔

میاں شیخ لاہوری نے مجھ سے (مصنف) بیان کیا۔ کہ وفات کے وقت میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ حالتِ نزع میں میں نے دیکھا۔ کہ آپ کا دہن مبارک آہستہ آہستہ جنبش کر رہا تھا۔ نزدیک جا کر میں نے دیکھا۔ کہ سانس سینے میں چلا گیا ہے۔ اور اضطراب ہے۔ یہاں تک کہ دو مرتبہ "اللہ اللہ" کہہ کر جدا ہو گیا۔ پہلے تو ہمارا خیال تھا۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب لفظی اشتغال نہیں کیا کرتے۔ لیکن اس وقت معلوم ہو گیا۔ کہ ہمیشہ آپ کا شغل یہی تھا۔ اس وقت آپ کے اختیار سے ظاہر نہیں ہوا۔ بلکہ چونکہ نفس اس بات کا عادی تھا۔ اس واسطے عادت کے طور پر کہا گیا۔

ذکر خوارق حضرت میاں جیو صاحب رضی اللہ عنہ

اگرچہ آنجناب کے خوارق اور کرامات بہت ہیں۔ جو بے اختیار آپ سے ظہور میں آئے۔ لیکن ان کے پوشیدہ رکھنے کی از حد کوشش کیا کرتے تھے۔ اور یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ مصرعہ:

کرامات اولیا را اضطراب است

نیز فرماتے تھے۔ کہ خوارق دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اختیاری دوسرے اضطراری اختیاری اہلِ دعوت سے ظہور میں آتے ہیں۔ جو کسی اسم الٰہی کو حصول مطلب کے لیے دعوت دیتے ہیں۔ اور وہ بات اس اسم کی برکت سے پوری ہو جاتی ہے۔ اور اضطراری وہ ہے۔ کہ بے اختیار کسی شخص سے ظاہر ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو۔ اور نیز فرماتے تھے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ خوارق اور کرامات کو پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ ؎

رہا کن ترہات و شطح و طامات ‌ ‌ ‌ ‌ خیال نور و اسباب کرامات
کرامات تو اندر حق پرستی ‌ ‌ ‌ ‌ جز یں کبر و ریا و عیب و مستی است
دریں ہر چیز کاں از باب فقر است ‌ ‌ ‌ ‌ ہمہ اسباب استدراج مکر است
ز ابلیس لعین بے سعادت ‌ ‌ ‌ ‌ شود پیدا ہزاراں خرقِ عادت
کرامات تو گر در خود نمائی است ‌ ‌ ‌ ‌ تو فرعونی و ایں دعویٰ خدائی است
کسے کو راست با حق آشنائی ‌ ‌ ‌ ‌ نیاید ہرگز از وے خود نمائی

اگر کوئی شخص جناب کی خدمت میں خوارق و کرامات کے بارے میں بات کرتا۔ تو آپ کو بھلی نہ معلوم ہوتی۔ اور یہ بیت پڑھا کرتے ؎

ہر کہ آواز کشفِ خود گوید سخن ‌ ‌ ‌ ‌ کشف اور اکفش بر سر بزنہ

اگرچہ آنجناب کے خوارق و کرامات عام لوگوں کی زبانی بہت کچھ سنے۔ لیکن یہاں پر صرف وہی درج کیے جاتے ہیں۔ جو معتبر آدمیوں سے سنے گئے ہیں۔

اِن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ میں نے شیخ عبدالواحد بنیانی جو کہ آپ کا مرید ہے۔ اور جس نے آپ کی خدمت اکیس سال تک کی۔ کہا۔ کہ چونکہ تم مدت تک آنجناب کی خدمت میں رہے ہو۔ کوئی خوارق بیان کرو۔ اس نے کہا۔ کہ آنجناب کے خوارق بے شمار ہیں۔ جو کچھ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح ہوا کرتا تھا۔ اِن میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایک دِن حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ دریا کے کنارے مرزا کامران کے باغ کے سامنے لیٹے ہوئے تھے۔ اور میں آنجناب کے پاؤں کو مل رہا تھا۔ کیونکہ اسے عارضہ لاحق تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا سیاہ سانپ آ رہا ہے۔ جب وہ نزدیک پہنچا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ ایک بڑا سانپ آ رہا ہے۔ آپ

نے فرمایا۔ آنے دو۔ جب وہ سانپ آیا۔ تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سانپ بھی آپ کے بالمقابل کو بیٹھ گیا۔ اس نے چند ایک باتیں کیں۔ جو میری سمجھ میں نہ آئیں۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ نے فرمایا۔ بہتر ایسا ہی ہوگا۔ سانپ اٹھ کر حضرت میاں جیو صاحب کے گرد تین مرتبہ پھرا اور چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میں نے پوچھا۔ کہ سانپ کیا کہتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کہتا تھا کہ میں نے اپنے دل میں ٹھان لی تھی۔ کہ جب آپ کو دیکھونگا۔ اسی وقت آپ کے گرد پھرونگا۔ میں نے جواب میں کہا۔ کہ بہتر اسی طرح سہی۔ تکملہ میں بعینہ اسی طرح قضیہ درج ہے۔ کہ ایک روز حضرت پیر کبیر قطب ربانی محبوب سبحانی سرور اولیاء مشائخ غوث الثقلین سید عبد القادر گیلانی رضی اللہ عنہ مدرسہ نظامیہ میں قضا و قدر کے بارے میں کچھ فرما رہے تھے۔ اور بہت سے مشائخ۔ فقیہ اور علماء حاضر خدمت تھے۔ کہ اتنے میں ایک بڑا بھاری سانپ مسجد کی چھت سے آنجناب کی گود میں گرا۔ اہل مجلس تو سب بھاگ گئے۔ مگر آنجناب جگہ سے ہلے تک نہیں۔ پھر سانپ نے آپکے دامن سے سر نکالا۔ اور آپ کی گردن کے گرد لپٹ گیا۔ مگر آپ کو اس کا خیال تک نہیں آیا۔ اور اپنی جگہ پر جمے بیٹھے رہے۔ اور وہی بات فرماتے رہے۔ پھر وہ سانپ اتر کر نیچے آیا۔ اور دم کے بل زمین پر کھڑا ہو گیا۔ اور آپ سے باتیں کرنے لگا۔ لوگ جو واپس آکر حاضر خدمت ہو گئے تھے انہوں نے کچھ نہ سمجھا۔ جب سانپ چلا گیا۔ تو سب نے آکر پوچھا۔ کہ سانپ نے کیا کہا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ سانپ کہتا تھا۔ کہ میں نے بہت سے اولیاؤں کو آزمایا۔ لیکن آپ کی طرح ثابت قدم کسی کو بھی نہ پایا۔ اس کے جواب میں میں نے کہا۔ کہ چونکہ میں قضا و قدر کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ اس لیے میں نے نہ چاہا۔ کہ میرا فعل میرے قول کے مخالف ہو۔ تو ایک کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ تجھے بھی قضا و قدر ہلاتی ہے۔ اور ساکن کرتی ہے۔

نیز تکملہ میں مندرج ہے۔ کہ آنجناب کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے والد بزرگوار کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ ایک رات میں منصور کی جامع مسجد میں نماز ادا کر رہا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ایک نہایت زہریلا سانپ میرے سجدہ گاہ میں منہ کھول کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سجدہ کرنا چاہا۔ تو اسے ہاتھ سے ہٹا کر سجدہ کیا۔ اور جب میں التحیات پر بیٹھا۔ تو وہ میری ران پر ہو بیٹھا۔ اور پھر میری گردن کے گرد لپٹ گیا۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا۔

تو اس سانپ کو نہ پایا۔ صبح کے وقت جب مسجد کے پاس ایک ویران جگہ پر پہنچا۔ تو وہاں پر ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھیں مشعوق تھیں۔ مَیں نے غور کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ جن ہے۔ اسنے مجھے کہا۔ کہ کل والا سانپ میں ہی ہوں۔ میں نے بہت سے اولیاؤں کو آزمایا۔ لیکن تیری طرح نہ پایا۔ ان میں سے بعض تو ظاہر میں خوف کھا گئے۔ اور بعض دل میں ڈرے۔ پھر اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اسے توبہ کراؤں جو مَیں نے منظور کی۔

نیز وہی شیخ عبدالواحد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ زنجان کے باغ میں یادِالٰہی میں مشغول تھے۔ اور مَیں حاضر خدمت تھا۔ ایک فاختہ درخت کی شاخ پر بیٹھی ہوئی کوکو بول رہی تھی۔ مجھ سے آپ نے فرمایا۔ کہ سنو اپنے خالق کا نام کس فصاحت سے ادا کر رہی ہے۔ آپ اس کی آواز سن کر محظوظ ہو رہے تھے۔ کہ اتنے میں ایک شخص غلیل ہاتھ میں لیے ہوئے آیا۔ اور اس فاختہ کا نشانہ کیا۔ وہ درخت سے گر کر مر گئی۔ اس شخص نے اسے ذبح نہ کیا۔ اور چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جا فاختہ کو اٹھا کر لے آ۔ جب میں آپ کی خدمت میں لایا۔ تو میرے ہاتھ سے اڑ کر پھر اس ٹہنی پر بیٹھ کر بولنے لگی۔ اس شخص نے پھر آکر غلّہ پھینکنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ اسے جاکر کہدو۔ کہ فاختہ کو نہ مارو جب میں نے حسب الارشاد منع کیا۔ تو سختی سے پیش آیا۔ جب اس نے غلّہ پھینکا۔ تو اس کے انگوٹھے پر لگا۔ جس سے مارے درد کے لوٹ پوٹ ہو کر زمین پر گرا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اب جاکر اسے کہہ دے۔ کہ تو نے فقیر کی بات نہ مانی تو تو نے دیکھا جو دیکھا۔ اب بھی اگر اس فاختہ کو نہ مارے۔ تو تیرا درد دور ہو جائے گا۔ مَیں نے اسے جاکر کہا۔ تو اس نے عہد کر لیا۔ کہ آئندہ میں کبھی کسی جانور کو نہیں مارونگا فوراً اس کا درد دور ہو گیا۔

نیز حاجی پراچہ جو آپ کا ایک خادم تھا۔ بیان کرتا ہے۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وفات سے ایک روز پیشتر جب آپ کو اجابت ہوئی۔ تو آپ کا ایک خادم سفیرالدین نامی خدمت کے لیے آگے بڑھا۔ اس کا ہاتھ کانپا۔ تو یہ دیکھ کر آپ ناخوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ کہ اس کے ہاتھ نہیں ہیں۔ اور اس کا چہرہ ٹیڑھا ہے۔ اس لیے کوئی اور آئے۔ مَیں آگے بڑھ کر خدمت بجا لایا۔ آنجناب کی وفات کے چند روز بعد سفیرالدین فالج کی بیماری میں مبتلا ہوا۔ اس کا ہاتھ رہ گیا

اور اس کا چہرہ ٹیڑھا ہو گیا۔ اور اسی بیماری میں عالم بقا کو سدھارا۔

کہتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وتیرہ تھا۔ کہ جب کبھی آپ سے لوگ کسی ملکی مہم وغیرہ کی نسبت دریافت کرتے۔ تو آپ ٹھیک ٹھیک واقعات بیان فرماتے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ازبکوں نے کابل کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ اور اہلِ قلعہ کو حد درجے تک تنگ کیا۔ تمام شہر اور ولایت پر انہیں کا تسلط ہو گیا۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ازبک بھاگ گیا۔ اس شخص نے غرور سے کہا۔ کہ دیکھو انہوں نے تو سارے ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور اغلب ہے کہ انہوں نے قلعہ بھی لے لیا ہو۔ اور آپ فرماتے ہیں۔ کہ وہ بھاگ گیا۔ ایک ہفتے کے بعد جیسا آپ نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی سن لیا گیا۔ یعنی ازبک چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔

ایک شخص سفر کے لیے اجازت لینے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے آپ نے پوچھا۔ کہ تو کہاں جائیگا۔ اس نے عرض کی کہ خراسان۔ آپ نے فرمایا۔ نہ جا۔ کیونکہ اس سال راہ بند ہے۔ حالانکہ اس وقت امن و امان تھا۔ اور قافلے آمد و رفت کرتے تھے۔ تھوڑے عرصے کے بعد سُنا۔ کہ بادشاہ آپس میں لڑائی کے لیے آمادہ ہیں۔ اور قندھار کی راہ بند ہے۔ ٹھیک ویسا ہی ہوا۔ جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

نیز حاجی محمد بلبانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمۃ کی زبان مبارک سے سُنا۔ کہ ایک مرتبہ چار آدمی مل کر پہاڑ کا سفر کر رہے تھے۔ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ تین دن رات تک انہیں کھانے پینے کے لیے کچھ نہ ملا۔ انہوں نے آپس میں کہا۔ کہ کوشش کرنی چاہیے۔ تاکہ ہمیں کچھ کھانے کے لیے مل جائے۔ ایک فقیر نے ان میں سے کہا۔ کہ آؤ۔ میں آگے چل کر کچھ بندوبست کرتا ہوں۔ جب وہ تھوڑا فاصلہ طے کر چکے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ رستے پر ہی ایک درخت میوے دار ہے۔ جس کے نیچے نہر جاری ہے۔ اور جس کی شاخیں پھل کے بوجھ کے مارے زمین پر جھک آئی ہیں۔ انہوں نے خوب پیٹ بھر کر میوہ کھایا۔ کہنے لگے۔ کہ یہ میوہ دنیاوی میووں کی سی لذت نہیں رکھتا۔ یہ تو بہشتی میوہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اس فقیر کا حصہ اٹھا لیا۔ اور چل پڑے۔ تھوڑی راہ چل کر اسی فقیر کو سے۔ اور کہنے لگے۔ کہ واہ تو کہاں تھا۔

ہم نے تو رستے پر ہی اس قسم کا میوے دار درخت پایا۔ جس کے نیچے سرد پانی کی نہر جاری تھی۔ خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ لے یہ تیرا حصہ ہے۔ کھالے۔ فقیر نے کہا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کہ بابا وہ درخت وہ میوہ اور وہ چشمہ وہی فقیر ہی تھا۔ جو خوراک کی تلاش کے لیے گیا تھا۔ میاں حاجی محمد فرماتے ہیں۔ کہ وہ فقیر بھی حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی تھے۔ اور اس قسم کے بہت سے خوارق آپ کی نسبت زبان زد عام ہیں۔ میاں حاجی محمد صاحب علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت میاں جیو صاحب نے ایک درویش کا نام لیکر یہ واقعہ بیان کیا۔ کہ سیوستان اور بھکر کی طرف بلوچوں اور بڑے آدمیوں میں رسم ہے کہ جب تک کسی کے پاس گلہ مویشیوں کا یا ریوڑ یا مال نہ ہو۔ اس کی لڑکی کے لیے کوئی درخواست نہیں کرتا۔ ان کی قوم میں سے ایک ذی عزت کے پاس گلہ ریوڑ اور مال کچھ بھی نہ تھا۔ سب ضائع ہو چکا تھا۔ اس کی ایک عورت تھی۔ اور ایک جوان لڑکی۔ اس کی مفلسی کے سبب کوئی اس کی لڑکی کیلئے درخواست نہ کرتا تھا۔ اس طرف ایک فقیر تھا۔ جو روز لڑکی سے ملا کرتا۔ اور چلا جاتا۔ ایک روز لڑکی نے اپنی ماں سے کہا۔ کہ ہماری کشایش تو کسی طرف سے نہیں ہوتی۔ ہاں ایک فقیر کی نگاہ مجھ پر ہے۔ جو ہر روز مجھے آکر دیکھ جاتا ہے۔ اس فقیر سے التجا کرو۔ شاید کچھ بہتری کی صورت ہو جائے۔ جب وہ فقیر پھر آیا۔ تو لڑکی کی ماں نے کہا۔ تو روز آتا ہے۔ اور دیکھ کر چلا جاتا ہے۔ لیکن تیری نگاہ کی برکت سے ہمیں کشائش حاصل نہیں ہوتی۔ درویش نے پوچھا۔ تو کیا چاہتی ہے۔ اس نے کہا میں چاہتی ہوں۔ کہ لڑکی کی شادی ہو جائے۔ لیکن میرے پاس کچھ نہیں۔ درویش اس کا ہاتھ پکڑ کر شہر سے باہر لے گیا۔ اور ایک بنئے کی دوکان پر لے جاکر کہا۔ کہ اونٹ۔ گھوڑا۔ اناج اور کپڑا جتنا تجھے درکار ہو۔ اس سے لے لینا۔ لیکن اپنے واسطے کچھ جمع نہ کرنا۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ عورت کو جب کبھی ضرورت ہوتی۔ بنئے کی دکان پر جاکر حسب ضرورت سودا لے آتی۔ تھوڑے دنوں میں اس نے لڑکی کی شادی اس سازو سامان اور دھوم دھام سے کی کہ کسی نے پہلے نہ کی تھی۔ شادی ہو جانے کے بعد ایک روز بنئے کے پاس گئی۔ اور ذخیرہ کرنے کے لیے بہت سا غلہ لائی۔ جو ایک سال تک اسے کافی تھا۔ جب دوسرے دن دکان پر گئی۔ تو نہ دوکان تھی۔ اور نہ بنیا۔ یہ دیکھ کر بہت پشیمان ہوئی۔ مدت کے بعد جب اس فقیر کو دیکھا۔ تو بڑے اخلاص سے اس کے پاس جاکر اس کے پاؤں

پر گر پڑی۔ اور کہنے لگی۔ کہ سچ کہہ یہ کیا حال تھا۔ فقیر نے کہا۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ اور بنئے کی دکان ہاتھ سے کھو دی۔ اب اگر تو اس کا حال پوچھے گی۔ پھر مجھے بھی نہ پائیگی۔ اور یہ کہہ کر کہ وہ غلہ۔ اونٹ گھوڑے اور بنیا وغیرہ سب میں ہی تھا۔ نظر سے غائب ہو گیا۔ میاں حاجی محمد کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ سے پوچھا۔ کہ وہ درویش کیا آپ ہی تھے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خیر کوئی ہو۔ جو تھا۔ سو تھا۔ خبردار کسی کے آگے ظاہر نہ کرنا۔ بعض سے میں نے تحقیق کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ وہ فقیر حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ ہی تھے۔ اگرچہ مشائخ کبار کی نسبت بہت سی روائتیں مشہور ہیں۔ لیکن جو اسرار اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ کم ہی دیکھنے میں آتے ہیں۔

میر محمد خوافی حاجی علی کولوی کی بابت فرماتے ہیں۔ کہ حاجی مذکور ایک پرہیز گار۔ عابد اور خدا کے پیارے تھے۔ اور آپ کو حضرت میاں جیو صاحب سے بڑی عقیدت اور اخلاص تھا۔ اور اکثر آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے۔ ہر پانچویں سال لاہور سے اپنے وطن جایا کرتے تھے اور مذکورہ بالا میر محمد کے والد کے ہاں بطور مہمان ٹھیرا کرتے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس مرتبہ کے سفر میں حضرت میاں جیو کے خوارق میں سے ایک عجیب خارق ظاہر ہوا۔ ایک روز اثنائے سفر میں ہم صفاہاں اور یزد کے درمیان ایک رودخانہ میں اترے ہوئے تھے۔ اور میں اور چند ایک ہمراہی کھانا پکانے میں مشغول تھے۔ کہ اتنے میں دور سے ایک بزرگ آدمی فاخرہ لباس پہنے نمودار ہوا۔ اس کے آنے سے میرے دل میں خوشی اور فرحت نمودار ہوئی۔ جب وہ بزرگ نزدیک پہنچے۔ اور میں نے غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ حضرت میاں جیو صاحب ہیں۔ اور مجھے بلاتے ہیں۔ میں بڑے شوق سے دوڑ کر حاضر خدمت ہوا۔ اور سر قدموں پر رکھدیا آپ نے مجھے گلے لگایا۔ اور فرمایا۔ کہ قافلے والے بری جگہ اترے ہیں۔ ابھی یہاں طوفان عظیم آنے والا ہے۔ جلدی سے اپنا مال واسباب اور خیمہ وقنات کسی اونچی جگہ لے جا۔ اور اس بات کی اطلاع قافلے والوں کو بھی کردے۔ اسی اثناء میں میں نے چاہا۔ کہ حضرت میاں جیو سے اس سرزمین میں آنے کا سبب پوچھوں۔ اور کھانا کھانے کے لیے عرض کروں۔ کہ اتنے میں میں نے ایک ہمراہی کی ناخوش آواز سنی۔ جب میں ادھر متوجہ ہوا۔ اور پھر حضرت میاں جیو کو دیکھا۔ تو آپ غائب تھے۔ اس واقعہ سے میرے دل پر بڑا خوف چھایا۔ میں نے واپس جا کر خیمہ واسباب بلندی پر پہنچایا۔ اور قافلے والوں کو

بھی اطلاع کر دی۔ اِن میں سے بعض نے تو کہا۔ کہ اس قدر گرمی میں کون خیمہ وغیرہ اکھاڑنے کی تکلیف اٹھائے۔ لیکن بعض نے جو مجھ پر یقین رکھتے تھے۔ اپنا مال واسباب بلند مقام پر پہنچا دیا۔ ابھی دو تین گھنٹے گذرے ہونگے۔ کہ یکبارگی بڑا بھاری طوفان آیا۔ اور انکار کرنیوالوں کو مع مال و اسباب بہاکر ملک عدم میں پہنچا گیا ؎

انکار مکن کہ انکار شوم است
ہر کہ انکار کند از نیکار محروم است

راوی کہتاہے۔ کہ جنہوں نے میرے کہنے کے مطابق اسباب بلند مقام پر پہنچا لیا تھا۔ وہ بچ گئے۔ حالانکہ حضرت میاں جیو صاحبؒ اس وقت لاہور تھے۔

حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں سرہند سے لاہور آرہا تھا کہ ایک گاؤں پہنچا۔ جہاں پر پٹھان آباد تھے۔ حسب تقدیر کچھ مدت میں مسجد میں ٹھہرا۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ تین دن رات تک کوئی کھانے کی چیز مجھے نہ ملی۔ آخر نفس نے مجھے کہا۔ کہ سوال کرنا تو تونے حرام کردیاہے۔ اگر خیانت کے طور پر کچھ ہاتھ لگ جائے۔ تو مباح ہے۔ کیونکہ بزرگوں نے فرمایاہے۔ "الضرورۃ تبیح المحذورات" ضرورت کی وجہ سے محذور بھی مباح ہے۔ چوتھی رات سحر کے وقت میں گاؤں میں داخل ہوا۔ ایک گھر میں کچھ کھانا دیکھا۔ کہ ایک روٹی پر پکے ہوئے چاول دھرے ہیں۔ میں نے نفس سے کہا۔ کہ خیانت کرنے کی نسبت سوال کر لینا بہتر ہے۔ کھانا وہیں چھوڑ کر میں اپنی جگہ چلا آیا۔ ایک لمحہ نہ گزرا تھا۔ کہ ایک لونڈی نے طعام لاکر مسجد میں میرے سامنے رکھ دیا۔ جب میں نے غور سے دیکھا۔ تو وہی طعام تھا۔ میں نفس کے ساتھ جھگڑا۔ اور وہ طعام نہ لیا۔ اور ہنسنے لگا۔ اتنے میں وہ شخص بھی آگیا۔ جس نے مجھے کھانا بھیجا تھا۔ اس نے ہنسنے اور طعام کے نہ لینے کا سبب پوچھا۔ میں نے سارا حال کہہ سنایا۔ وہ سن کر میرا مخلص ہو گیا۔ جب یہ بات گاؤں میں مشہور ہوگئی۔ تو میں وہاں سے لاہور چلا آیا۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ ایک شخص گھبرایا ہوا حضرت میاں جیو صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ میرا ایک لڑکا ہے۔ جو حالت نزع میں ہے۔ میں امید کرتا ہوں۔ کہ آپ توجہ فرمائیں گے۔ جب آپ نے اس کی گھبراہٹ دیکھی۔ تو آپ پر استغراق غالب ہوا۔ ایک گھڑی بعد اٹھ کر آپ نے پانی کا کوزہ طلب کیا۔ اور اس پر دعا پڑھ کر اس شخص کو دیا۔ کہ جاکر مریض کو پلادے

جب اس بیمار کو پلایا گیا۔ تو اسے شفا حاصل ہو گئی۔ پھر دوسری مرتبہ وہی شخص اس لڑکے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ اس کی عمر سات سال کی ہو گئی ہے۔ لیکن اَب تک بات نہیں کرتا۔ آپ نے اس لڑکے کو فرمایا۔ کہ پڑھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ آپکے فرماتے ہی اس کی زبان کھل گئی۔ اور اس نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ اور اس کا گونگا پن جاتا رہا۔ اور تھوڑی مدّت میں قرآن شریف کا حافظ ہو گیا۔ اور نیز وہ رومال جو وضو کے بعد ہاتھ منہ صاف کرنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔ اس شخص کو دیکر فرمایا۔ کہ جب کبھی اس لڑکے کو کوئی آسیب ہو۔ تو اس رومال کو اس کے سر کے گرد لپیٹ دینا۔ یہاں تک کہ شفا حاصل ہو جائے۔ اس شخص نے اس رومال کو عطیہ الٰہی سمجھ کر سر آنکھوں پر رکھ کر قبول کیا۔ کہتے ہیں۔ کہ جب تک وہی رومال اس کے پاس موجود ہے جس وقت اسے یا اس کے لڑکے کو کسی قسم کی بیماری یا آسیب لاحق ہوتا ہے۔ وہ اسی طرح کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت میاں جیو صاحب نے فرمایا تھا۔ اور انہیں شفا حاصل ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے۔ کہ جب بادشاہ وقت فوت ہو گیا۔ اور اس کا ایک لڑکا جس میں جانشینی اور حکمرانی کی لیاقت نہ تھی۔ لاہور میں تخت پر بیٹھ گیا۔ تو اس نے کسی کو حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ علیہ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ یا آپ میرے پاس تشریف لائیں۔ یا اپنی دستار مبارک بطور تبرک ارسال فرما دیں۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ اسکے آدمی کو واپس بھیجدیا۔ اور فرمایا۔ کہ بادشاہوں کو فقیروں سے کیا واسطہ۔ پھر اس نے کسی آدمی کو آپکی خدمت میں بھیجا۔ کہ دستار مبارک ضرور بھیجنی چاہیے۔ آپ نے نہایت ناراضگی سے دستار مبارک سر سے اتار کر زمین پر دے پٹکی۔ اور فرمایا۔ کہ لے لیجا۔ ایک ہی مہینے کے اندر اس ناخلف کو اندھا کر کے مار ڈالا گیا۔ اور اس بے ادبی کی سزا اسے مل گئی۔ جو اس نے حضرت میاں جیو صاحب کی کی تھی۔

حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے اکثر یاروں سے میں نے سُنا ہے۔ کہ ایک روز آپ نولکھہ باغ میں گئے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنے ایک یار کو فرمایا۔ کہ اس درخت سے پوچھ۔ کہ تو کونسی تسبیح پڑھتا ہے۔ جب اس نے درخت کے پاس جا کر پوچھا۔ تو درخت نے کہا۔ کہ "یا نافع" کہتا ہوں وہ سرس کا درخت تھا۔ اور اَب تک اس باغ میں موجود ہے۔

کہتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیو کے حکم اور فرمان میں اس قدر تصرف اور عظمت تھی۔ کہ جس ننگے مجذوب کو آپ دیکھ لیتے اسے فرماتے۔ کہ او بے ادب اپنے تئیں ڈھانک۔ خواہ وہ کسی قسم کا مجذوب ہوتا۔ فوراً ہوش میں آکر بدن ڈھاپ لیتا۔

جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا۔ تو جو آدمی اس وقت حاضر خدمت ہوتے۔ انہیں بانٹ دیتے۔ اور بغیر سوچے سمجھے بانٹتے تو بھی ہر ایک کے حصے میں برابر آتا۔ چنانچہ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں چند ایک نارنگیاں لایا۔ اہلِ مجلس میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ نارنگیاں دینی شروع کیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص ایسا رہ گیا۔ جسے حصہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک خادم نے اِن میں پانچ نارنگیاں اٹھا کر علیحدہ جگہ میں رکھی تھیں۔ آپ نے اس خادم کو فرمایا۔ کہ پانچ نارنگیاں جو تو نے اپنے حصے کے علاوہ فلاں مقام پر رکھی ہوئی ہیں۔ وہ اس شخص کا حصہ ہے لاکر اسے دو۔ خادم شرمندہ ہو گیا۔ اور اس نے نارنگیاں لاکر اس شخص کو دیں۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ ایک درویش خرقہ اور عمامہ پہنے دو تین خادم ساتھ لیے حضرت میاں جیو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اکثر حاضرین مجلس سے اعلیٰ مقام پر بڑی خود پسندی اور ریا کے ساتھ بیٹھا۔ اسی اثناء میں ایک مغلوب شکستہ حال اندر آیا اور جوتیوں میں بیٹھ گیا۔ ایک گھڑی بھی نہ گزری تھی۔ کہ ایک شخص تینتیس ۳۳ روپے آپ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے برخلاف عادت ہاتھ بڑھا کر لے لیے۔ اور روپے کا لانے والا جسے کسی نے بھی نہ پہچانا فوراً واپس چلا گیا۔ آپ نے وہ روپیہ اس شکستہ حال شخص کو دیدیا۔ اور فرمایا کہ اپنے لیے گھوڑا خرید لے۔ اور کچھ اپنے پاس رکھ کر فلاں شہزادے کے پاس ملازمت کے لیے جاتا۔ وہ ریا کار اور خود پسند درویش یہ دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ یہ فقیروں کا حق تھا۔ اور نیز میں اس سے پہلے بھی آیا تھا۔ اس لیے میرا حق زیادہ تھا آپ نے اسے کیوں سارا دیدیا۔ اور مجھے کیوں نہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ظاہر میں اسکا حق تمہارے حق کی نسبت زیادہ تھا۔ یہ سن کر درویش جلا بھنا اٹھ کر چلدیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کھانا تو کھاتے جاؤ۔ اس نے نہ مانا۔ اور باہر چلا گیا۔ حضرت میاں جیوؒ نے حاضرین سے فرمایا۔ کہ اس کے ساتھ عجیب واقعہ پیش آئے گا۔ اہلِ مجلس نے التماس کی۔ کہ وہ کس قسم کا واقعہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ باوجودیکہ اس کی کمر کے گرد ایک سو ساڑھے بائیس روپے بندھے ہیں۔ پھر بھی اپنا استحقاق

مبتلا تا ہے۔ وہ ہمیانی اس کی کھوئی جائے گی۔ اور زر کی محبت کی وجہ سے خود بھی ہلاک ہوگا۔ اور اس کے ہمراہی بھی اسی زر کی شامت کے سبب مارے جائیں گے۔ حاضرین میں سے ایک شخص اس بات کو تحقیق کرنے کے لیے باہر نکلا۔ اور دو اور آدمی بھی اس کے ہمراہ ہوئے۔ تاکہ جو واقع ہو اس کی اطلاع دیں۔ راوی کہتا ہے کہ دو تین روز بعد وہ درویش غسل کے لیے حمام میں گیا۔ اور غسل سے فارغ ہو کر پہن پھر حضرت میاں جیو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کمر کھول کر ذرا فارغ ہو کر بیٹھو۔ جب اس نے کمر پر ہاتھ مارا۔ تو ہمیانی ندارد۔ وہ پریشان سا ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے گھبراہٹ کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا۔ کوئی چیز کھوئی گئی ہے۔ اب میں اس کی تلاش میں جاتا ہوں۔ بہتیرا اس نے ہمیانی کو تلاش کیا۔ لیکن نہ ملی۔ پھر لوٹ کر آپ کی خدمت میں آیا۔ اور بے ادبی جو کی تھی۔ اس کی معافی مانگنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ میرا روپیہ جاتا رہا ہے۔ اسے دلوا دیں۔ آپ نے فرمایا۔ بھائی ہم کیا جانیں وہ کیا چیز تھی۔ اور کہاں گئی۔ اس نے عرض کی۔ یا تو میں آپ سے لونگا۔ نہیں تو مر جاؤں گا۔ جب اس نے بہت منت خوشامد کی۔ تو اہل مجلس نے بھی التماس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دریا کے کنارے فلاں مقام پر ایک بڑی کشتی ہے۔ اس میں ایک فقیر بیٹھا گودڑی سی رہا ہوگا۔ اور تیری ہمیانی تجھے دیگا۔ وہ حسب الارشاد وہاں گیا۔ کشتی میں دیکھا کہ ایک فقیر گودڑی سی رہا ہے۔ دل میں خیال کیا۔ کہ یہ تو محنتی مزدور ہے۔ شاید جس کی نسبت آپ نے فرمایا تھا۔ وہ کوئی اور شخص ہوگا۔ جب اس کے دل میں یہ خیال آیا۔ تو اس فقیر نے سر اٹھا کر کہا۔ ہاں میں باندی ہوں۔ لیکن ان بوجھوں کو اٹھاتا ہوں۔ جس کے لیے حضرت میاں جیو صاحب نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ کہہ کر اسے کہا۔ کہ اپنی ہمیانی پہچان کر اٹھالو۔ جب اس نے نگاہ کی۔ تو بہت سی ہمیانیاں دیکھیں۔ ان میں سے اپنی اٹھالی۔ اس فقیر نے کہا۔ گن کرلے جاؤ۔ جب گنے۔ تو ایک سو ساڑھے بائیس روپے تھے۔ پھر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں آکر عرض کی۔ کہ آپ کی توجہ سے مجھے کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہے۔ یہ کہہ کر چلا گیا۔ چونکہ اسے روپے کے کھوئے جانے کے سبب خونی اسہال کا عارضہ ہو گیا۔ اس لیے اس کے دو تین روز بعد ہی عالم بقا کو سدھارا۔ اور اس روپے کو اس کا ایک مرید لیکر چلتا بنا۔ جب دوسرے مرید کو معلوم ہوا۔ تو اس نے اسے راستے میں جا لیا۔ اور مار ڈالا۔ راہداروں کو جب پتا لگا۔ تو انہوں نے

قصاص میں اسے بھی مار ڈالا۔ اور جو کچھ حضرت میاں جیو صاحب نے فرمایا تھا۔ بالکل ویسا ہی ہوا۔ وہ شکستہ حال درویش آپکی توجہ کی برکت سے بادشاہ کا ملازم ہو کر مالدار ہو گیا۔

آپ کا ایک خادم غیاث نام بیان کرتا ہے۔ کہ میری شادی ہو جانے کے بعد کئی سال تک میرے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ جب میں آپ کی خدمت میں آیا۔ تو عرض کی۔ کہ اس عورت سے اولاد نہیں ہوتی۔ اس لیے میں دوسری شادی کرنی چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جا۔ خاطر جمع رکھ۔ اسی عورت سے بہت سے فرزند پیدا ہونگے۔ آپ کے فرمان کے بعد اسی عورت سے دس بچے پیدا ہوئے۔ جو سب کے سب لڑکے ہی تھے۔

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میرا ایک رشتے دار اپنی بہن سے جدا ہو کر چودہ سال کی عمر میں بخارا چلا گیا۔ پندرھویں سال اس کی موت کی خبر سن کر اس کی بہن بے طاقت ہو گئی۔ میں نے حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں آکر احوال کو عرض کرنا چاہا۔ میرے عرض کرنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا۔ کہ جس کام کے لیے تو آیا ہے۔ خاطر جمع رکھ۔ وہ جلدی صحیح وسلامت آجائیگا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ آپکے فرمانے کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی وہ صحیح وسلامت واپس آگیا۔

آنجناب کے خادم نور محمد کا بیان ہے۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب ایام ضعف میں شغل کے لیے جنگل میں نہیں جایا کرتے تھے۔ ہمیشہ اپنے گھر میں ہی رہا کرتے۔ دن کے وقت تو لوگ مستفیض ہونے کے لیے آپ کی خدمت میں آتے۔ اور رات کو آپ حجرے کا دروازہ بند کر کے خلوت میں گزارتے۔ اور میں ہمیشہ حاضر خدمت رہتا۔ اگر ہوا گرم ہوتی۔ تو رات کو حجرے کی چھت پر جاتے۔ اور مجھے فرماتے کہ پانی کا کوزہ۔ پنکھا۔ اور ہماری جوتی اوپر پہنچا دو۔ میں پہنچا دیا کرتا۔ ایک روز حسب عادت فجر کے وقت پانی کا کوزہ اور مسواک طلب فرمایا۔ جب میں لیکر گیا۔ تو مسواک کر کے آپ فرمانے لگے۔ کہ ہم نے کشمیر نہیں دیکھی تھی۔ اور دل دیکھنے کو چاہتا تھا۔ وہاں پر ایک ندی ہے۔ آج ساری رات میں نے وہیں بسر کی ہے۔ اگر تو نے کشمیر دیکھی ہو۔ تو میں ساری نشانیاں بتلا سکتا ہوں۔ میں نے عرض کی۔ کہ میں نے نہیں دیکھی۔ اسی طرح ایک رات آپ نے فرمایا۔ کہ پانی کا کوزہ۔ پنکھا۔ اور ہماری جوتی اوپر رکھ آؤ۔ اور جا کر سو رہو۔ میں پنکھا اور جوتی تو چھوڑ آیا۔ لیکن پانی لیجانا بھول گیا۔ آدھی رات کے وقت مجھے خیال آیا۔ کہ میں پانی نہیں رکھ آیا۔ میں کوزہ بھر کر اوپر

گیا۔ تو دیکھا۔ کہ بستر خواب خالی پڑا ہے۔ میں حیران ہو گیا۔ پہلے تو میں نے خیال کیا۔ کہ شاید بیت الخلاء میں گئے ہوں۔ وہاں جا کر دیکھا۔ تو وہاں بھی نہ تھے۔ اب تو میری حیرانگی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔ چراغ لے کر ادھر ادھر حجرہ وغیرہ سب تلاش کیا۔ لیکن آپ کا پتہ نہ ملا۔ میں حیران ہو کر بیٹھ رہا۔ صبح ہوتے ہی آپ نے آواز دی۔ کہ نور محمد وضو کے لیے پانی لانا۔ میں نے فوراً مسواک اور پانی حاضر کیا بے اختیار میں نے عرض کی۔ کہ حضرت آپ رات کہاں تشریف فرما تھے۔ پہلے تو فرمانے لگے کہ کیا تو نے خواب دیکھا ہے۔ میں نے عرض کی کہ زندگی بھر تو یہ خیال میرے دل سے جانیکا نہیں۔ تو جب معلوم کر لیا۔ کہ میں اس بھید سے واقف ہو گیا ہوں۔ تو پھر فرمایا۔ کہ میں اس شرط پر کہتا ہوں۔ کہ تو کسی پر ظاہر نہ کرے نہیں تو تجھے نقصان پہنچے گا۔ پھر فرمایا۔ کہ آج رات میں غار حرا میں تھا۔ جو مکہ معظمہ کے گرد نواح میں ہے۔ اور جس میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نبوت عطا ہونے سے پیشتر یاد الہٰی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اور حج کرنے والوں پر تعجب آتا ہے کہ حج تو کرتے ہیں۔ لیکن اس غار میں ایک گھڑی تک نہیں ٹھہرتے۔ پھر فرمایا۔ کہ جو کشائش اس غار میں ایک رات کے اندر حاصل ہوتی ہے۔ وہی دوسری کسی جگہ میں چالیس سال میں ہوتی ہے۔

آپ کے بڑے مرید ملا خواجہ بہاری فرماتے ہیں۔ کہ جناب کا ایک طالب ایک ایسی مجلس میں رہتا تھا۔ جس کا امام بڑا عالم۔ حافظ قرآن اور فقیہ تھا۔ جماعت کی اقامت اور نماز کے ادا کرنے کے بارے میں ہمیشہ اس طالب پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہی فقیہ ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس مرید کا گلہ کرنے لگا۔ کہ وہ نماز باجماعت کو لازم نہیں پکڑتا۔ آپ نے منہ پھیر لیا۔ اور فرمایا۔ دور ہو جا۔ تجھے اس سے کیا۔ خواہ وہ کہیں نماز ادا کرے۔ جب فقیہ آپکی خدمت سے اٹھ کر باہر گیا۔ تو بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اور جو کچھ پڑھا تھا۔ سب بھول گیا۔ اور انہیں دنوں میں وہ فوت ہو گیا۔

جس وقت جہانگیر بادشاہ کشمیر میں تھا۔ بعض آدمیوں نے شیخ عبد الحق دہلوی جو محدثین وقت کے امام تھے۔ اور مرزا حسام الدین جو کہ قدرۃ الواصلین حضرت خواجہ محمد باقی نقشبندی قدس سرہٗ کا مرید تھا۔ کے برخلاف غیر واقع باتیں بادشاہ کی خدمت میں عرض کیں۔ اس پر بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ شیخ عبد الحق اور مرزا حسام الدین کو دہلی سے حضور میں بلوا کر شیخ نور الحق ولد

یشیخ عبد الحق کو کابل بھیج دیا۔ جب شیخ صاحب لاہور پہنچے۔ تو بہت آزردہ اور تنگ دل ہو کر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں گئے۔ آپ نے ان سے آزردگی کا باعث پوچھا۔ تو شیخ نے ساری حقیقت بیان کی۔ کہ اس سال مجھے وطن اور فرزندوں سے جدا ہونا پڑے گا۔ اور میرا لڑکا کابل جائیگا۔ آپ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھو۔ اس بات کا میں ذمہ لیتا ہوں۔ کہ بادشاہ کو دیکھے بغیر تم اپنے وطن میں مع فرزندوں کے رہوگے۔ شیخ صاحب خوش ہو کر اٹھے۔ چار روز کے بعد بادشاہ کے فوت ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ اور شیخ صاحب مع لڑکے کے دلی واپس چلے گئے۔

میر کی حسین خوانی اکثر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ طاعون کے دنوں میں میرے لڑکے کے کان کے نیچے گلٹی نمودار ہوئی۔ جس سے امید ہلاکت تھی۔ میں لڑکے کی زندگی سے ناامید ہو کر بے اختیار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لڑکے کی صحت کے واسطے التماس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کارخانہ الٰہی میں کسی کا دخل نہیں۔ پھر جب مجھے بہت مضطرب دیکھا۔ تو پانی کا کوزہ منگا اس پر کچھ دم کر دیا۔ اور مجھے عنایت فرمایا۔ جونہی کر لڑکے نے پانی پیا۔ بیماری گھٹنی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ صبح تک گلٹی وغیرہ کا نام ونشان تک نہ رہا۔

اسی راوی کا بیان ہے۔ کہ جب جہانگیر بادشاہ کشمیر کی طرف جا رہے تھے۔ تو میں ہمراہ تھا۔ راستے ہی میں میرے ایک رشتے دار کا خط جو لاہور میں رہا کرتا تھا۔ مجھے ملا۔ اس میں لکھا تھا کہ حضرت میاں جیو صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ تم لوٹ کر واپس لاہور آؤ گے۔ آخر اسی دن بادشاہ نے مجھے ایک کام کے لیے لاہور واپس بھیجا۔ جب میں لاہور آیا۔ تو تھوڑے عرصے بعد خبر ملی۔ کہ بادشاہ نے مجھے کابل متقرر کیا ہے۔ چونکہ لاہور رہنے کو دل بہت چاہتا ہے۔ میں حضرت میاں جیو کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھ۔ کہ تو یہیں رہیگا۔ اسی طرح خبر پہنچ گئی۔ کہ کابل نہیں جانا پڑیگا۔ بلکہ لاہور ہی رہنا ہوگا۔ اسی راوی کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنی حویلی میں ایک کنواں کھدوایا جس کا پانی بہت کڑوا اور کھاری نکلا۔ میں ایک کوزہ بھر کر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں لے گیا۔ اور ساری حقیقت عرض کی۔ آپنے اسی کوزے پر دعا پڑھ کر دم کی اور فرمایا۔ کہ اسے کنوئیں میں ڈال دو۔ جب حسب الارشاد ڈالا گیا۔ تو پانی فوراً میٹھا ہو گیا۔ اب کئی ایک سال سے لوگ اس کنوئیں کا پانی استعمال کر رہے ہیں۔

نیز اسی راوی کا بیان ہے۔ کہ ایک مرتبہ میں اور چند میرے ہمراہی ایک ظالم کی قید میں آ گئے۔ اور جرمانے کے ادا کرنے اور قید سے خلاصی پانے کی کوئی امید نہ تھی۔ ایک روز میرا لڑکا حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے عاجزی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اپنے باپ کو لکھ دو۔ کہ تھوڑے دنوں تک تم رہا ہو جاؤ گے۔ جب خط مجھے ملا۔ تو ڈھارس بندھ گئی۔ چنانچہ ابھی پندرہ روز نہ گزرنے پائے۔ کہ ہمیں اس ظالم کے ہاتھوں سے رہائی مل گئی۔

جن دنوں لاہور میں طاعون کا بڑا زور وشور تھا۔ شیخ پیر تبی نے حضرت میاں جیو کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ آؤ مل کر اس کے دفعیہ کے لیے توجہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جب لوگوں کی قضا آجاتی ہے۔ تو پھر دعا مفید نہیں ہوتی۔ جب شیخ پیر نے اکیلے ہی توجہ کرنی چاہی۔ تو بیہوش ہو گئے۔ اور تین روز تک بے خود رہے۔ چنانچہ ان تین دنوں کی نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں آکر سارا حال عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا میں نے منع نہ کیا تھا۔ تم نے دلیری تو کی۔ لیکن اس نے کچھ نہ دیا۔

اہل اسلام نے کانگڑے کے قلعے کا محاصرہ کئی سال تک رکھا۔ لیکن فتح نصیب نہ ہوئی۔ ان میں ایک شخص کا حضرت میاں جیو صاحب پر کامل اعتقاد تھا۔ اس نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔ جس میں قلعے کے فتح ہو جانے کی بابت التماس کی تھی۔ آپ نے اس رقعے کی پشت پر اپنے مبارک خط سے لکھا۔ کہ انشاء اللہ یہ سال گزرنے نہیں پائے گا۔ چنانچہ تھوڑے ہی عرصے میں قلعہ فتح ہو گیا۔

سید محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ میری عمر پانچ سال کی تھی۔ جب لاہور میں عالمگیر وبا پھیلی۔ میرے کان تلے بھی گلٹی نمودار ہوئی۔ تو لوگ میری زندگی سے نا امید ہو گئے۔ میرے والد جو حضرت میاں جیو صاحب کے بڑے پکے معتقد اور مخلص تھے۔ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے۔ اور دعا کے لیے التماس کی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابراہیم! تیرے لڑکے کی پیشانی روشن ہے۔ اس سے لوگوں کو بہت فیض حاصل ہوگا۔ خاطر جمع رکھ۔ یہ فرما کر میرے سر اور کانوں پر ہاتھ پھیرا۔ اسی وقت وہ گلٹی اور درد وغیرہ جاتا رہا۔ اور گھر تک پہنچتے پہنچتے بالکل صحت ہو گئی۔

یہی سید محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ آپ نے ایک شخص سے میرک حسین خوانی کا حال پوچھا۔ اس نے عرض کی۔ کہ بادشاہ اس پر نہایت مہربان ہے۔ اور اس وقت اس کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یوں نہیں۔ بلکہ بادشاہ اس پر نامہربان ہے۔ چند روز بعد خبر ملی۔ کہ میرک حسین کا منصب اور جاگیر ضبط کر کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔

شیخ بہوہ دہلوی نے جو امرائے بادشاہی سے تھا۔ اور ٹھٹھہ اور بھکر کی طرف جا رہا تھا۔ کسی آدمی کو حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ صحیح و سلامت وطن واپس آنے کے بارے التماس کرے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ لوٹ کر نہیں آئیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ وہ اسی صوبہ میں فوت ہو گیا۔

ملا سعید خاں جو کچھ اوپر پچاس سال تک حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں آتے رہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے پوچھا۔ کہ گھر کی کیا خبر ہے۔ میں نے عرض کی کہ بندہ کی بیوی نے دو لڑکیاں جنیں تھیں۔ جن میں سے ایک فوت ہو گئی ہے۔ اور اب پھر حاملہ ہے۔ آپ کی مرتبہ ہر رات سر برہنہ ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ لڑکا عنایت کرے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی مشکل بات ہے! ایک چھوڑ دو لڑکے ہونگے۔ چنانچہ چند ماہ بعد دو لڑکے توأم پیدا ہوئے۔ جو اب تک زندہ ہیں۔

یہی ملا سعید خان بیان کرتے ہیں۔ کہ شیخ محمد زاہد حاجی جو کہ حضرت مخدومی اعظم شیخ حاجی محمد جیو شاہی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ ان کے ایک خلیفہ صوفی نامی نام بلخ سے ہندوستان آ کر رہنے سہنے لگے۔ اور اکبر بادشاہ سے انہوں نے ملاقات کی بادشاہ نے ایک اشرفی روزینہ مقرر کیا۔ اب دو ماہ سے روزینہ نہ ملا۔ تو صوفی نامیؒ حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں آئے۔ اور حالت بیان کی۔ کہ روزینہ بند ہو گیا ہے۔ اور چند روز سے میرے تمام متعلقین فاقہ کشی کر رہے ہیں۔ امیدوار ہوں کہ آپ دعا فرمائیں گے۔ کہ میرا روزینہ بحال ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم بھی تو صاحب اصلاح اور تقویٰ ہو۔ کیوں دعا نہیں کرتے۔ صوفی صاحب نے عرض کی۔ کہ اگر میری دعا کارگر ہوتی۔ تو آپ کو تکلیف ہی کیوں دیتا۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا خاطر جمع رکھو

آج رات ہی اللہ تعالیٰ تمہارا کام بنا دیگا۔ یہ فرما کر صوفی صاحب کو رخصت کیا۔ اتفاقاً اسی رات بادشاہ نے صوفی صاحب کو بلا روزینے کے بارے میں پوچھا۔ تو صوفی صاحب نے سارا حال بیان کر دیا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ پچھلا سارا روزینہ اکٹھا دیا جائے۔ اور آئندہ حسبِ معمول جاری رکھا جائے۔ یہی ملا سعید بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز ظہر کے وقت میں حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ جب حجرے کے پاس ایوان کے قریب پہنچا۔ تو مجھے خیال آیا۔ کہ یہ وقت تو آنجناب کے آرام کا وقت ہے۔ اور آپ فرمایا کرتے ہیں۔ کہ موسم گرما کی دوپہر موسم سرما کی آدھی رات کی طرح ہوتی ہے۔ اس وقت ان لوگوں پر فنا مترتب ہوتی ہے۔ اس واسطے وہ ظہر کی نماز کے بعد آرام کیا کرتے ہیں۔ اس لیے میں نے چاہا۔ کہ آپ کو تکلیف نہ دوں۔ میں دبے پاؤں ایوان میں آکر بیٹھ گیا۔ اور حجرے کے اندر کوئی آدمی نہ گیا۔ اس اثنا میں ایک خادم حجرے میں سے نکلا اور کہنے لگا۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب آنکھیں بند کیے خواب کر رہے تھے۔ کہ اچانک جاگ پڑے اور فرمایا۔ کہ ملا سعید خاں باہر بیٹھا ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔ میں اس خارق سے بہت حیران ہوا۔ اور خادم مجھ سے بھی زیادہ حیران تھا۔ کہ آپ تو اس وقت آرام میں تھے آپ کو کس طرح میرا نام معلوم ہوا۔ پھر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ ایک روز ایک مغل گھبرایا ہوا میرے پاس دعا کے لیے آیا۔ میں نے کہا۔ کہ اہلِ دنیا بڑے عجیب قسم کے لوگ ہیں۔ کہ اپنے مطلب کو حاصل کرنے کے لیے درویشوں سے التماس کرنا آسان جانتے ہیں۔ میں اس بات کا ضامن ہوں۔ کہ اگر بھوکے کا پیٹ بھریں۔ اور ننگے کو کپڑا دیں۔ تو بھی وہ مطلب حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ مرد چلا گیا۔ دوسرے روز چند دستر خوان حلوے کے اور کچھ نقد روپیہ لے آیا۔ نقدی تو میں نے واپس کر دی اور حلوا درویشوں کو بانٹ دیا۔ اور اس سے حال پوچھا۔ اس نے کہا۔ میرا ایک لڑکا بیمار تھا۔ جس کی زندگی کی کوئی امید نہ تھی۔ کل جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ نے دعا کے بعد بھوکے کو کھلانے اور ننگے کو کپڑا دینے کے بارے میں فرمایا۔ تو یہاں سے جاتے ایک مستحق درویش مجھے ملا۔ اسے تو انگوٹھی دی۔ اور آگے بڑھا تو چند ایک ننگوں کو دیکھا جنہیں میں نے کپڑے دے دیئے۔ جب میں اور آگے بڑھا تو ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ میں تو ڈر

گیا۔ کہ شاید بیمار کی بُری خبر لایا ہے۔ جب مَیں نے اس سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ بیماری رفع ہوگئی ہے۔ اور رو بصحت ہے۔ یہ سب کچھ جناب کی توجہ کی برکت سے ہوا۔

راوی مذکور کا بیان ہے۔ کہ ملا محمد ٹھٹھی جو آصف خاں کا استاد تھا۔ تین مرتبہ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوسری مرتبہ جب اسے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ملاقات کا فائدہ یہ ہے۔ کہ تم تارک الدنیا ہو کر اللہ تعالیٰ کا رُخ کرو۔ تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔ کہ ملا ہم نے تمہیں آزما لیا ہے۔ اور معلوم کر لیا ہے۔ کہ تم دنیاوی تعلقات کو قطع نہیں کر سکتے۔ اور یہ ہمت تم میں نہیں ہے۔ لیکن اس قدر ضرور کرنا۔ کہ آصف خاں کی آشنائی چھوڑ دینا۔ کیونکہ اس کی آشنائی تمہیں بہت نقصان پہنچائیگی۔ ملّا نے آپ کی نصیحت نہ مانی اور آصف خاں کے ہمراہ کابل روانہ ہوگیا۔ انہیں دنوں دریا کے کنارے آصف خاں کے ایک دشمن نے ملّا کو قتل کر دیا۔ یہی ملا سعید فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اکبرآباد میں سخت بیمار ہوگیا۔ اور لاہور میں میرا انتقال ہونا مشہور ہوگیا۔ ایک روز حضرت میاں جیو صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے میرے آشناؤں سے پوچھا۔ کہ ملا سعید کا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ افواہ ہے۔ کہ وہ فوت ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ خبر غلط ہے۔ مَیں تو اسے زندہ اور صحیح وسلامت دیکھتا ہوں۔ اتفاقاً جب میں اکبرآباد سے لاہور میں جناب کی صحبت سے مشرف ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ لوگوں نے تمہاری موت کی نسبت غلط افواہ اڑا دی تھی۔ لیکن ہم تمہیں زندہ اور سلامت دیکھتے ہیں۔

مُلّا فتح محمد اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک روپیہ میرے دامن میں تھا۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ مَیں نے عرض کی روپیہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ سنبھال کر رکھنا ایسا نہ ہو کوئی لیجائے۔ مَیں نے عرض کی۔ کہ مجھ سے کون لیجا سکتا ہے۔ اتفاقاً جب مَیں آپ کی خدمت میں رخصت ہو کر واپس آیا۔ تو حکیم کی سرائے کے نزدیک کسی شخص نے وہ روپیہ چرا لیا۔ دوسرے روز جب میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم نے روپے کو ضائع کر دیا۔ مَیں نے کہا نہیں تھا۔ کہ سنبھال کر رکھنا اس وقت مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ واقعہ آپ پر مکشوف ہوگیا تھا۔

فاضل نامی ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ تقدیر الٰہی سے میرا لڑکا فوت ہوگیا۔ مَیں غمگین

اور دل شکستہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خاموش ہو کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ باوجودیکہ آپ آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ میرا آنا معلوم کر کے نتھا نام براچے سے پوچھا کہ کون آیا ہے۔ اور کونے میں خاموش بیٹھا ہے۔ نتھا میرا نام پوچھ کرے گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بہت غمگین بیٹھا ہے۔ شاید کسی نے اس پر ظلم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کسی نے اس پر ظلم تو نہیں کیا۔ لیکن قضا کے سامنے کوئی چارہ نہیں چل سکتا۔ اسے کہدو۔ کہ لڑکے کے فوت ہونے سے غمگین نہ ہووے۔ کیونکہ عنقریب اللہ تعالیٰ اسکے اس سے بہتر فرزند عنایت کرے گا۔ نیز اسے کہدو۔ کہ دو مہینے اور بیس دن بعد یہی بات ہمیں یاد دلائے۔ میں یہ خوشخبری سن کر بہت خوشی خوشی گھر آیا۔ اور اپنی بیوی سے ذکر کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اسے ایک مہینے سے حمل ہے۔ تب مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ بات آپ پر مکشوف ہو گئی ہے۔ تب ہی آپ نے مجھے خوشخبری دی تھی۔ جب دو مہینے اور بیس دن گزر گئے۔ تو میں نے حاضر خدمت ہو کر اس روز کا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دراصل تقدیر میں تو لڑکی کی باری تھی۔ لیکن تین مرتبہ بارگاہ الٰہی میں درخواست کر کے لڑکے کو لڑکی پر مقدم کرایا۔ اس کا نام ملکوت میں محمد افضل ہے۔ اور مسکرا کر فرمانے لگے۔ کہ باپ کا نام فاضل اور بیٹے کا نام افضل۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ کہ کیا اب لڑکی کا آنا موقوف ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ بلکہ اس کے بعد پے درپے چند ایک لڑکیاں ہونگی۔ چنانچہ اس روز سے لیکر چھ سال کے اندر آج تک ایک لڑکا اور تین لڑکیاں ہوئیں۔

راوی مذکور کا بیان ہے۔ کہ میرا بڑا لڑکا کہتا ہے۔ کہ ایک رات کان کے درد کی وجہ سے میں نہ سو سکا۔ علی الصباح حضرت میاں جیو میرے گھر تشریف لائے۔ اور بغیر اس بات کے کہ میرے حال کی اطلاع آپ کو ہوئی ہو۔ فرمانے لگے۔ کہ کان ادھر کرو۔ تاکہ درد دور ہو جائے۔ میں نے کان آگے کیا۔ تو آپ نے چٹکی بھر مٹی دیوار سے لے کر میرے کان میں ڈال دی۔ جس کے ڈالتے ہی درد رفع ہو گیا۔ گویا کہ کبھی درد تھی ہی نہیں۔

راوی مذکور کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنے دادا کی زبانی سنا۔ کہ میرے پاس ایک شاگرد کی کچھ نقدی اور جنس بطور امانت تھی۔ ایک رات اس امانت کو لونڈی لیکر بھاگ گئی۔ صبح کو میں حیران اور متفکر ہو کر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سارا حال عرض

کیا۔ اور بہت منت وسماجت کی۔ ایک دو مرتبہ آپ نے جواب نہ دیا۔ بعدازاں فرمایا کہ جا لونڈی تیرے گھر واپس آگئی ہے۔ چونکہ ایک دو مرتبہ آپ نے جواب نہ دیا تھا۔ مَیں مایوس ہوکر گھر لوٹا۔ تو دیکھا۔ کہ لونڈی مع مال امانت واپس آگئی ہے۔ مَیں نے حیران ہوکر اس سے آنے کا سبب پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ مَیں فلاں مقام پر تھی۔ کہ ایک شخص مجھے بازو سے پکڑ کر یہاں چھوڑ گیا ہے۔

نیز راوی مذکور کا بیان ہے۔ کہ مَیں نے اپنے دادا کی زبانی سُنا۔ کہ سلطان علی باقی کے لڑکے کو جن کا آسیب تھا۔ اور اہلِ احصار اور حاذق اطبا اس کے معالجے سے تنگ آ گئے تھے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ مَیں خود اس لڑکے کو لے کر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض حال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ دو روٹیاں گھی میں تر کرکے کسی بھوکے کو کھلا دو۔ مَیں نے اس لڑکے کے وارثوں سے کہا۔ تو نے روٹیوں کے دینے میں سستی کی۔ کچھ دنوں بعد اِس جن نے اسی لڑکے کی زبانی میرے روبرو مثنوی مولوی معنوی پڑھنی شروع کی۔ اور بعض وقت تو اس قسم کا کلام کرتا تھا۔ کہ باقی طالب علم سن کر حیران رہ جاتے تھے۔ حالانکہ اس لڑکے میں عبارت پڑھنے تک کی قابلیّت نہ تھی۔ جب معلوم ہوا۔ کہ وہ جن استاد ہے۔ تو پھر اس سے جس قسم کا سوال کرتے۔ وہ جواب دیتا۔ پھر اس سے پوچھا۔ کہ جو تعویذ وغیرہ تیرے دفعیے کے لیے لکھے جاتے تھے۔ اِن میں سے کونسا زبردست تھا۔ اس نے کہا۔ سب غلطی پر تھے۔ دراصل علاج وہی تھا۔ جو حضرت میاں جیو صاحب قدس سرہٗ فرماتے تھے۔ اگر دو روٹیاں کسی فقیر کو کھلا دیتے۔ تو مَیں اسی روز اس لڑکے کو چھوڑ جاتا۔

مذکورہ بالا راوی کے بیان کے مطابق مُلا اسحاق نامی "افضل جس کا والد حضرت میاں جیو صاحب کا بڑا معتقد اور مخلص تھا۔ بیان کرتا ہے۔ کہ مُلا مسکین صوفی ردستاق کے رہنے والا حضرت میاں جیو صاحب کا بڑا معتقد اور با اخلاص مرید تھا۔ اور عرصہ دراز تک آپ ہی کی خدمت میں رہا۔ اور آپ نے بھی اسے علم باطنی سے بہرہ ور کر دیا تھا۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ صوفی! تمہیں روستاق میں جاکر اپنے خویش واقربا کا حال پوچھنا چاہیے چونکہ اس نے سارے تعلقات قطع کر دیئے تھے۔ اس لیے عرض کی۔ کہ اب میرا وہاں کیا

کام ہے۔ اور نیز کہ مجھ میں وطن کا بوجھ اٹھانے کی طاقت بھی نہیں۔ آپ نے دوبارہ سہ بارہ مبالغہ کیا۔ کہ مجھے ایک مرتبہ وطن ضرور جانا چاہیے۔ اور جلدی جانا چاہیے۔ جب آپ نے زیادہ مبالغہ فرمایا۔ تو صوفی مجبورًا بدخشان کی طرف روانہ ہوا۔ منزلیں طے کرتا ہوا بدخشان پہنچا۔ اور شام کے وقت جب روستاق میں گیا۔ جہاں پر اس کا گھر تھا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ اس کے گھر میں بہت لوگ جمع ہیں۔ اور بہت سی شمعیں روشن ہیں۔ اور ضیافت کا سازوسامان ہے۔ اس نے اس سازوسامان کی وجہ ایک شخص سے پوچھی۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ مکان ملّا مسکین نامی ایک شخص کا ہے۔ جو عرصہ انتیس ۲۹ سال سے ہندوستان چلا گیا ہے۔ اور اس کے فوت ہونے کی خبر آئی تھی۔ سو رسم کے مطابق اس کا گیارھواں چہلم وغیرہ سب کچھ کیا گیا۔ اب فلاں شخص اس کی بیوی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اور آج رات کو عقد ہونے والا ہے۔ اس بات کے سننے اور نیز حضرت میاں جیو صاحب کے کشف اور خارق کے تصوّر کی وجہ سے وہ بیہوش ہو گیا۔ اسی اثنا میں اس کے رشتہ دار اور آشناسن کر آ گئے۔ اور خوشی خوشی اسے گھر لے گئے۔ جو لوگ جمع ہوئے تھے۔ سب منتشر ہو گئے۔ پھر وہ چند مدت گھر رہ کر اور ان کے خرچ کا بندوبست کر کے پھر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ صوفی اگر تو ایک گھڑی دیر کر کے جاتا تو بڑی قباحت ہوتی۔ یہ سن کر اس نے سر آپکے قدموں پہ رکھا۔ اور بہت دیر تک بیہوش پڑا رہا۔ پھر آپ کی عنایت سے ہوش میں آیا۔

ان مقامات کا ذکر جہاں دن کے وقت حضرت میاں صاحب جا کر بیٹھا کرتے تھے

جناب کا طریقہ یہ تھا۔ کہ رات کے وقت حجرے کا دروازہ بند کر کے یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ اور دن کو باغوں، جنگلوں اور ایسے مقامات پر جہاں انسان کی آمد ورفت نہ ہوتی دل جمعی سے یاد الٰہی میں مشغول ہوتے۔ چنانچہ آج تک سب یاروں کا یہی طریق ہے۔ جن مقامات میں آپ جایا کرتے تھے۔ اور آپ کے ہمراہ معتبر آدمی اور آپ کے مرید ہوا کرتے تھے۔ حسب ذیل ہیں:

حجرہ میں شیخ بھو ہو کے اوپر کی جانب سایہ دار درختوں کے نیچے جو حجرہ مذکور کے

گرد و نواح ہیں۔ اور شیخ بلاول کی قبر اور موضع میر داد پور کے نزدیک ہیں۔ شہر کے مشرقی جانب ریت کے ٹیلوں پر جو بھیگوال کے پاس ہیں۔ سلطان پرویز کے باغ کے نزدیک باغیچہ سوائی امل میں۔ باغ مذکورہ کی عمارت میں۔ نولکھہ باغ میں سرس کے درخت تلے جو ملا خواجہ کلان سے ہم کلام ہوا تھا۔ کہ میرے پتوں میں یہ خاصیت ہے۔ اور میں "یا نافع" پڑھتا ہوں۔ مرزا کامران کے باغ کے اندر اس عمارت میں جو حوض کے درمیان بنائی تھی۔ اور اب وہ مکان پانی کے نیچے دب گیا ہے۔ قلیچ خاں کے باغ کی عمارت میں جو مرزا کامران کی نہر کے نچلی طرف ہے۔ اور آج کل گری ہوئی ہے۔ شہر کے جنوب کی طرف انار کلی باغ میں۔ اس گنبد میں جو باغ مذکورہ کی جنوبی دیوار کے کونے میں واقع ہے۔ ہوشیار خاں کی سرائے کے نزدیک تالاب رنتھا کے کنارے کی عمارت میں۔ شہر کے جنوبی حصے میں فیروز پور کی راہ پر ایک گنبد میں جو کنبھ کے نام سے مشہور ہے۔ آنجناب کے روضہ متبرکہ کے نزدیک بیشرو خاں کے مقبرہ میں ایک بڑے درخت تلے ایوانچہ میں۔ شہر کے جنوبی طرف موضع بھیگووال کے نزدیک بی بی حاج تاج کے قبرستان میں بیر کے درخت تلے۔

اس درخت کے تلے جو قاسم خاں کے باغ کی دیوار کی پچھلی جانب چار دیواری میں واقع ہے۔ دولت خاں کی باؤلی کے پاس پرانی عید گاہ کے قریب احمد بیگ خاں کی بہن کے مقبرے کے دروازے کے اوپر جو گنبد ہے۔ فیض کے باغ میں جہاں اب دلارام کی دایہ کا مقبرہ ہے۔ باؤلی کے اوپر یاد حق میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ شیخ رکن الدین رہیلہ کے مقبرہ میں جو عالم گنج قدیم کے پاس ہے۔ جسے اب عالم گنج قلیچ خاں کہتے ہیں۔ خان اعظم کے باغ کے متصل شیخ جوہر کے باغ اور مقبرہ میں۔ خان اعظم کے باغ میں جہاں پر شاہ مراد مرحوم کا محل ہے۔ راجہ باغ میں دولت آباد اور اچھرہ کے پاس ہے۔ جو آہر خاں کے باغ کے نزدیک جھنگی میں جو اب پانی کے نیچے دب گئی ہے۔ بڑ کے درخت کے تلے جو اچھرہ کے پاس ہے۔ جب آپ کا انتقال ہوا۔ تو اسی سال وہ درخت گر پڑا تھا۔ کندی زراعت میں جو ہوشیار خاں کے باغ کی مشرقی طرف واقع ہے۔ سبزی کے ہوتے وقت تک بیٹھا کرتے تھے۔ ہوشیار خاں کے باغ کی مشرق کی طرف شیخ عبدالرحمٰن درویش کی قبر کے نزدیک مرتضیٰ خاں کے باغ میں جسے اب وزیر خاں کا باغ کہتے ہیں۔ محمد تقی دیوان بیوتات

جہانگیر کے باغ میں۔ ملک علی کوتوال کے باغ میں۔ عبدالرحیم خاں کے باغ میں۔ خاتون کے باغ میں۔ اس بیلے میں۔ جو شاہدرہ کے پاس دریائے راوی کے متصل ہے۔ مرزا مومن کے باغ میں۔

جناب کی ہمشیرہ صاحبہ حضرت بی بی جمال خاتون ادام اللہ برکات انفاسہا کے احوال سعادت اشتمال کے بیان میں

آپ وہی ہیں۔ جن کی نسبت حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی والدہ ماجدہ کو خوشخبری ملی تھی۔ اور آپ ۱۰۵۰ ہجری میں زندہ و صحیح سلامت ہیں۔ حضرت بی بی صاحبہ۔ حالات۔ مقامات ریاضات۔ مجاہدات۔ ترک و تجرید میں یگانہ روزگار اور رابعہ وقت ہیں۔ آپ سے بہت سے خوارق اور کرامات ظاہر ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ شروع میں اپنے پدر بزرگوار کی والدہ ماجدہ سے شغل کا طریقہ حاصل کیا۔ بعد میں حضرت میاں جیو صاحبؒ نے مشغولی کا اپنا طریقہ اپنے بھائی قاضی طاہر کے وسیلے سے بھیجا۔ پھر آپ اس طریق سے یاد الٰہی میں مشغول ہوئیں۔ تقدیر کے موافق اور شریعت کے مطابق آپ کا پیوند ایک بزرگ زادے سے ہوا۔ جو دس سال تک زندہ رہے۔ پہلے چھ سال تو ہم بستری میں گزرے۔ بعد ازاں ان کی زندگی ہی میں محبت و جذبہ الٰہی کا شوق ان پر غالب ہوا۔ اور بالکل قطع تعلق کر کے اپنا حجرہ الگ کر لیا۔ آپکی دو خادمہ تھیں۔ جو دن کے وقت آپ کی خدمت میں رہتیں۔ اور وضو کے لیے پانی اور دیگر ضروریات مہیا کرتیں۔ اور رات کو آپ اکیلی ذکر حق میں مشغول ہوتیں۔ ان دنوں استغراق غالب ہے۔ حضرت میاں جیو صاحب اکثر آپ کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک روز بی بی صاحبہ کے گھر ایک مچھلی لائی گئی۔ اس وقت آپ کو حالت ہو رہی تھی۔ اور استغراق کی حالت میں تھیں۔ جب ہوش میں آئیں۔ تو آپ کی نظر مبارک اس مچھلی پر پڑی۔ اور اس سے نور چمکنے لگا۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا۔ کہ یہ مچھلی متبرک ہو گئی ہے۔ اسے لیجا کر نمک لگا کر اسباب میں رکھدو۔ اس کے سبب بہت برکت ہو گی۔ چنانچہ وہ مچھلی آج تک

آپ کے رشتہ داروں کے گھر میں ہے۔ اور اس کی برکتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ کے بھتیجے محمد امینؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے بی بی صاحبہ علیہ الرحمتہ سے سُنا۔ آپ فرماتی تھیں۔ کہ جب حضرت میاں جیو صاحب کی رحلت کا وقت نزدیک ہوا۔ تو عالم ملکوت میں مجھے فرمایا۔ کہ یہ فلاں مہینے فلاں دن ملک بقا کو سدھاروں گا۔ مجھے حاضر جان کر ذکر حق میں مشغول رہنا۔

بی بی صاحبہ اکثر بزرگوں کی ارواح کے لیے قدرے طعام پکایا کرتیں۔ اور لوگ بہت سے جمع ہو جایا کرتے۔ دیگ منگا کر بسم اللہ پڑھ کے پہلے تھوڑا سا طعام اس میں سے آپ نکا لتیں۔ بعدازاں دوسرے کو فرماتیں۔ کہ اس میں سے نکالو۔ پھر جس قدر آدمی ہوتے سب کو حصہ مل جاتا۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک روز دودھ کی ضرورت پڑی۔ لیکن میسر نہ ہوا۔ آپ سے عرض کی گئی۔ تو آپ نے تیل کا کوزہ منگا۔ اپنا دستِ مبارک اس میں ڈالا۔ اور فرمایا لو دودھ لے لو۔ جس قدر تمہیں درکار ہے۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ کوزہ دودھ سے پُر ہے۔ جس قدر درکار تھا۔ لے لیا۔

نیز کہتے ہیں۔ کہ امیر خاں حاکم ٹھٹھہ کے گھر میں پے درپے چند لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ اس لیے اس نے بی بی جیو کی خدمت میں حاضر ہو کر لڑکے کے لیے التماس کی۔ اور بہت منت وسماجت کی۔ بی بی جیو نے فرمایا۔ کہ اس کے بعد اب لڑکے ہی ہونگے۔ چنانچہ آپ کے فرمان کی برکت سے متواتر تلے اوپر پانچ لڑکے پیدا ہوئے۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ بی بی جیو نے اپنے دستِ مبارک سے دو من گیہوں کوٹھی میں ڈالے۔ آپ کے ہاتھ کی برکت سے اس گیہوں سے سارا سال خرچ بھی کرتے رہے۔ اور وہ گیہوں اتنی کی اتنی ہی رہی۔

نیز کہتے ہیں۔ کہ اس علاقے میں ایک جلال خاموش نامی خدا کا پیارا ترک و تجرید میں کامل رہا کرتا تھا۔ بی بی جیو نے اس سے بھی باطن میں بہرہ حاصل کیا تھا۔ جس وقت کوئی شخص بی بی جیو کی خدمت میں کسی مہم کے سرانجام ہونے کی خاطر ہوتا۔ تو آپ شیخ جلال خاموش کے پاس جاکر توجہ فرماتیں تو حسب المدعا اس شخص کی مہم سرانجام ہو جاتی۔ حضرت بی بی کی عمر ساٹھ سال سے کچھ زیادہ ہے۔ اور اپنے وطن سیوستان میں رہتی ہیں۔ وہاں سے کبھی آپ دوسری جگہ نہیں گئیں۔ آپ کے خوارق حیطہ تحریر سے باہر ہیں۔ یہ چند ایک صرف تبرک کے طور پر لکھے

گئے ہیں۔ اس کتاب کے لکھے جانے کے بعد آپ منگل کے روز ۲ ربیع الاوّل ۱۰۵۶ھ ہجری کو فوت ہوئیں۔

حضرت میاں جیو قدس سرہٗ کے مریدانِ سعادت نشان کے احوال کے بیان میں

آپ کے مریدوں کے دو گروہ کر کے اِن کا مجمل حال لکھتا ہوں۔ پہلا فرقہ۔ تو وہ ہے۔ جو جناب کے پہلے مرید تھے۔ اور اَب وفات پا چکے ہیں۔ اِن میں سے جن کے حالات آپ کے زندہ مریدوں یا معتبر آدمیوں کی زبانی سنے لکھے جاتے ہیں۔ اور جن کے حالات تحقیق نہیں ہوئے۔ اِن کے صرف اسمائے گرامی لکھے جائیں گے۔

دوسرا فرقہ وہ ہے۔ جو اس وقت زندہ ہیں۔ اور صاحب حالات وکشف وکرامات ہیں۔ اور جن میں سے اکثر کو مَیں نے بچشم خود دیکھا ہے۔ اور اِن کے احوال کی اطلاع مجھے ملی ہے۔ اگرچہ میرے شیخ مولانا شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر دوسرے فرقے میں ہے۔ لیکن وہ حضرت میاں جیو صاحب کے تمام مریدوں کے سربرآوردہ ہیں۔ بلکہ آپ کا وجود شریف اہلِ جہان کے اکابر اور افاضل سے ہے۔ آج مشرق ومغرب میں میرے شیخ صاحب کا سا کوئی قوی حال صاحب فراست وکرامت اور موحد نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حاجی نعمت اللہ قدس سرہٗ

پہلے فرقے میں سے راہِ ہدیٰ کے سالک۔ صاحب ورع وتقویٰ۔ اسرار حق سے آگاہ حاجی نعمت اللہ سرہندی قدس سرہٗ ہیں۔ جس شخص کو پہلے پہل حضرت میاں جیو صاحب نے ارشاد فرمایا وہ آپ ہی ہیں۔ آپ کے کچھ حالات ایک موقع پر بھی لکھ آیا ہوں۔ حضرت میاں جیو صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ مَیں نے اپنے اشغال سب سے پہلے حاجی نعمت اللہ کو فرمائے۔

ایک روز کسی شخص نے آکر بڑی عاجزی سے ظاہر کیا۔ کہ کچھ روپیہ قرض لے کر مَیں نے بیٹے کو تجارت کے لیے دیا تھا۔ اب وہ کہتا ہے۔ کہ راستے میں میرا روپیہ لوٹا گیا۔ اور صورت یہ ہے۔

کہ میرے پاس اور سرمایہ نہیں۔ حاجی صاحب نے اس لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ تو خلاف کیوں کہتا ہے۔ وہ روپیہ تو تو نے فلاں گنبد پر گاڑ رکھا ہے۔ لڑکا یہ سن کر آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور پھر اس نے روپیہ باپ کے حوالے کیا۔ نیز کہتے ہیں۔ کہ ایک دن کسی شخص نے گھبرائے ہوئے آکر آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرا ایک لونڈی پر دل آگیا تھا۔ اب وہ بھاگ گئی ہے۔ اور میری زندگی اس کے بغیر مشکل ہے۔ جب آپ نے اس کی گھبراہٹ زیادہ دیکھی۔ تو فرمایا۔ کہ فلاں مقام پر ہے۔ تو راستے میں اس کا انتظار کرنا۔ جب بہلی سے نکلے۔ تو اسے پکڑ کر لے آنا۔ اور بہلی والے کو نہ پوچھنا۔ کہ تو کون ہے۔ یا کہاں سے آیا ہے۔ اس شخص نے ویسا ہی کیا۔ اور اپنی لونڈی لے آیا۔ آپ ۱۱۰۰ھ ہجری میں فوت ہوئے۔ لیکن قبر معلوم نہیں۔ آپ سرہند سے اکیلے حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں آرہے تھے۔ کہ اثنائے راہ میں وفات پائی۔

میاں نتھا صاحب

قدوہ اولیائے زمان۔ زبدۂ سالکان دوران شیخ سلامت صاحب کرامت صوفی فانی عارف ربانی مستغرق فنا حضرت میاں نتھا قدس سرہٗ جن کے آباؤ اجداد علیاری تھے۔ اور اصل میں سرہند کے رہنے والے تھے۔ حضرت میاں جیو صاحب کے کامل مریدوں سے تھے۔ اور حضرت میاں جیو صاحب کے ہمراہ آپ کی عین جوانی کے وقت ہوئے۔ اور مدتوں تک آپ کے ہمراہ رہے۔ آپ کو میاں نتھا قدس سرہٗ پر کمال درجے کی توجہ شفقت اور محبت تھی۔ اگرچہ حضرت میاں جیو صاحب کی یہ عادت تھی۔ کہ جو شخص آپ کی خدمت میں رہ کر استفادہ و استفاضہ کرتا۔ کچھ مدت بعد آپ اسے اجازت فرماتے۔ کہ بطور خود یاد الٰہی میں مشغول ہو۔ اور اپنے ہمراہ بہت کم رہنے دیتے۔ لیکن میاں نتھا قدس سرہٗ کو ہرگز اپنی ملازمت سے جدا نہ کرتے۔ اور میاں نتھا صاحب بھی آپ کی خدمت میں گستاخ ہو گئے تھے۔ آخر احوال میں میاں نتھا کو جذبہ الٰہی ہوا۔ اور اعلیٰ درجے کا استغراق ہوا۔ اور سکران پر غالب آیا۔ چنانچہ بعض وقت ظاہری واجب کی ترک بھی ہو جاتی۔ اور اکثر اوقات کسی بلند دیوار پر مربع بیٹھ کر کئی دن رات وہیں گزار دیتے۔ اور بعض اوقات دن رات کسی جنگل یا ویرانے یا کسی قبر کے سرہانے رہتے۔ اور حضرت میاں جیو کسی آدمی کو بھیجتے۔ کہ جاؤ نتھا کو جو دیوار پر بیٹھا ہے۔ جا کر بلاؤ۔

اور خبردار کر کے لے آؤ۔ تاکہ کچھ کھالے۔ کیونکہ چند روز سے اس نے کچھ نہیں کھایا۔ اور کبھی کبھی ایک ہی حالت میں بیٹھے رات بسر ہو جاتی۔ میاں نتھا قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ہم پر استغراق خوب غالب ہے۔ چنانچہ آپ کی رحلت بھی حالتِ استغراق میں ہی ہوئی۔

حضرت ملا خواجہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس روز میاں نتھا علیہ الرحمۃ نے انتقال فرمایا۔ اس روز یونہی سی بیماری تھی۔ اور حضرت میاں جیو صاحب کے حجرے کے آگے چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اور مشاہدہ جمالِ حق میں مستغرق تھے۔ جب بہت دیر اسی حالت رہے۔ تو حضرت میاں جیو صاحب نے مجھے فرمایا۔ کہ دیکھو توسہی نتھا زندہ بھی ہے یا نہیں۔ جب میں نے پاس جا کر ہاتھ پکڑ کر ہلایا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ ٹھنڈے ہو گئے ہیں۔ پھر آپ نے یاروں کو ان کی تجہیز و تکفین کے لیے حکم دیا۔ شیخ عبدالغنی فرماتے ہیں۔ کہ جب جنازہ اٹھا۔ تو حضرت میاں جیو صاحب نے مجھے فرمایا۔ تو ہمارے آگے آگے چل۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آپ آبدیدہ ہو کر فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے گھر کا فقر میاں نتھا لے گیا۔ اور بہت آزردہ ہو کر فرمایا۔ نتھا نہ تھا۔ چونکہ نتھا نے آپ کے روبرو وفات پائی تھی۔ اس لیے آپ نے فرمایا۔ کہ جب ہمارا وقت بھی آجائے گا۔ تو ہمیں جہاں پر نتھا دفن کیا گیا ہے۔ وہیں جگہ دینا۔ اب جناب کا مزار مبارک میاں نتھا کی قبر کے پاس ہی ہے۔

میاں نتھا علیہ الرحمۃ صاحب کشف۔ حالات اور مقامات عالیہ تھے۔ اور تجرید اور فقر میں یگانہ روزگار۔ آپ سے خوارق اور کرامات بہت سی ظہور میں آئیں۔ آپ کے بعض خوارق تو خود حضرت میاں جیو صاحب زبان مبارک سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ملا سعید فرماتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک درویش جونپور سے میاں نتھا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میاں نتھا نے پوچھا تو کون ہے؟ اور کیوں آیا ہے؟ اس نے کہا۔ میں جونپور سے آ رہا ہوں۔ اور آپ کی زیارت کرنے آیا ہوں۔ میاں نتھاؒ نے فرمایا۔ دیکھ اور چلا جا۔ درویش نے عرض کی۔ کہ میں تو جناب کے کچھ احوال دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرا حال تو یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے عالمِ جبروت۔ عالمِ لاہوت اور عالمِ ملکوت کی چابیاں مجھے دے رکھی ہیں جس وقت میں چاہتا ہوں۔ عالمِ ملکوت کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہوتا ہوں۔ اور اگر چاہتا

ہوں۔ تو وہاں سے عالم لاہوت وجبروت کی سیر کرتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ کہ اب تو مجھے دیکھ لیا۔ اور میرا حال سن لیا۔ جا اپنی راہ لے۔

کہتے ہیں۔ کہ جن جمادات اور نباتات اکثر آپ سے ہم کلام ہوا کرتے۔ چنانچہ خود میاں تھا فرماتے ہیں۔ کہ ایک جن عابد جس نے حضرت غوث الثقلین کے زمانے میں آنحضرت کی خدمت کی تھی۔ اور اس وقت سے لے کر اب تک اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔ اور اس کے پاس بہت بڑا خزانہ تھا۔ ایک روز وہ مجھے کہنے لگا۔ کہ میاں تھا! جو کچھ تجھے درکار ہے۔ اس سے لے لے۔ میں نے کہا میرے کس کام کا۔ یہ کہہ کر میں آگے بڑھا۔ تو ایک درخت سے آواز سُنی۔ کہ ذرا میری بات سنتے جانا۔ جب نزدیک گیا۔ تو اس نے کہا۔ تو نے جن کی بات۔ تو نہیں سُنی۔ مجھے ہی لیتا جا۔ جب مجھے قلعی میں ڈالے گا۔ تو چاندی بن جائے گی۔ جب وہاں سے بھی آگے بڑھا۔ اور اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ تو ایک اور درخت سے آواز آئی۔ کہ برائے خدا میری آواز سنتے جانا۔ جب میں نے سنی تو معلوم ہوا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ مجھے تانبا پگلا کر اس میں ڈال دینا۔ سب سونا ہو جائیگا۔ لیکن میں اس کی طرف بھی متوجہ نہ ہوا۔ یہ بات اکثر انہیں پیش آتی ہے۔ جن کے لیے اوائل حال میں عالم ملکوت کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ چنانچہ بعض جمادات اور نباتات اس سے گفتگو کرتے ہیں۔ کہ ہم میں یہ یہ خاصیت ہے۔ اور کبھی اپنی صورت دکھائی دیتی ہے اور کبھی کبھی پیشانی پر کی لکیروں سے بدبختی اور نیک بختی معلوم ہو جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کو جن کے نصیب میں کمال درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ اپنے فضل وکرم سے ان آزمائش کی چیزوں کی طرف توجہ کرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ ان کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ سب مصیبت کا گھر ہے۔ ذلك فضل الله يوتی من يشاء .. یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ عنایت کرتا ہے۔ لیکن بعض جلدی دھوکا کھا جاتے ہیں۔ اور ان چیزوں کی طرف لگ جاتے ہیں۔ اور کیمیا گر بن جاتے ہیں۔ پھر ان میں غرور آجاتا ہے۔ اور مال واسباب کی وجہ سے اصل مطلب سے رہ جاتے ہیں۔ پھر ان کو یہیں تک رہنے دیا جاتا ہے۔ اور جس راہ آئے تھے۔ اسی راہ واپس کر دیئے جاتے ہیں۔ اعوذ باللہ من التوجه الى الغير فان التوجه الى الغير شرك وكفر عند ارباب القلوب غیر کی طرف توجہ کرنے سے

اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ کیونکہ غیر کی طرف متوجہ ہونا شرک ہے۔ اور صاحب دل کے نزدیک کفر ہے۔

میں (مصنف کتاب) ایک روز کسی فقیر کو اپنے شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لے گیا۔ اور عرض کی۔ کہ یہ بھی آپ کا مرید ہو کر یادالٰہی میں مشغول ہونا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ شخص حضرت میاں بہو صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا۔ آپ نے اسے قبول نہیں فرمایا تھا۔ میں نے عرض کی۔ چونکہ یہ دور سے چل کر آیا ہے۔ اور مجھے اس نے وسیلہ بنایا ہے۔ آپ میری خاطر اسے قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اچھا ہم نے قبول کیا۔ پھر آپ نے اسے مشغول فرمایا۔ چند روز بعد جب مجھے ملا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ بہت خوش وقت اور مستغرق ہے۔ میں نے پوچھا۔ کہو اب کیسی حالت ہے۔ کہنے لگا کہ پیشانی کی لکیروں سے بدبخت یا نیک بخت ہونا معلوم کر لیتا ہوں۔ میں نے کہا۔ ہرگز ہرگز ایسی بات سے خوشدل نہ ہو جانا۔ اور کسی قسم کا غرور نہ کرنا۔ اور نہ ہی کسی سے بیان کرنا۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تو اس کام سے رہ جائے۔ اس گروہ کے نزدیک یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ ان کا مطلب ہی اور ہے۔ جا کر اس بات کی کوشش کرو۔ اس قسم کی چیزیں بہت پیش آئیں گی۔ ان سب سے درگزر کرنا۔ صوفی کو ان باتوں سے کیا سروکار۔ صوفی کو تو نیستی اور فنا درکار ہے۔ اسے کرامت کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ وہ بجائے خود کرامت ہے۔ اور نیز ان چیزوں کی داد دینا مصیبت کا گھر ہے۔ اصلی حقیقت تو ان چیزوں سے دور پرے ہے۔ کرامتیں زاہدوں اور ابدالوں کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ صوفی خود کراماتوں کی کرامت ہے۔

کہتے ہیں۔ ایک روز میاں نتھا رحمتہ اللہ علیہ ایک گنبد میں بیٹھے تھے۔ جب اٹھ کر باہر جانا چاہا۔ تو گنبد میں سے آواز آئی۔ کہ یہاں سے باہر نہ جانا۔ یہ سن حیران ہوئے۔ پھر باہر جانے کا ارادہ کیا۔ پھر وہی آواز سنی۔ تو پوچھا۔ کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں گنبد ہوں۔ اور کہتا ہوں۔ کہ یہاں سے باہر نہ جانا۔ کیونکہ ہوا اور مینہ بڑے زور سے آئیں گے۔ اور تجھے تکلیف ہوگی۔ ایک گھڑی بھی گزرنے نہ پائی تھی۔ کہ زور کی ہوا چلنے لگی اور موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہوا۔ اور دو روز تک ایسی ہی حالت ہوئی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں آپ سے منقول ہیں۔ آپ کے

خوارق اور کرامات ان گنت ہیں۔ لیکن چند ایک جو معتبر آدمیوں کی زبانی سنے گئے۔ لکھ دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ کہتے ہیں۔ کہ کوچہ میں چوہا مرا پڑا تھا۔ اور بدبو آرہی تھی۔ میاں نتھا علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ او مردار! اٹھ یہاں سے چلا جا۔ چوہا فوراً وہاں سے دوڑ گیا۔ یہ بات سن کر حضرت میاں ناخوش ہوئے۔ اور میاں نتھا کو ایسی باتوں سے روکا وجہ روکنے کی یہ تھی۔ کہ کہیں زیادہ شہرہ نہ ہو جائے۔

ملا سعید خاں بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میری آنکھ کی پلکوں میں پھنسی سی ہو گئی۔ اور بڑی ہو گئی۔ چنانچہ اس کے علاج کے لیے ایک جراح سے پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ خون کے غلبے کی وجہ سے ہے۔ نشتر لگوانی چاہیے۔ جب خون نکل جائیگا۔ آرام ہو جائیگا۔ مَیں نے نشتر کی تکلیف سہارنے کی بجائے بیماری کی تکلیف کو گوارا کیا۔ لیکن مَیں متفکر بیٹھا تھا۔ کہ اتنے میں میاں نتھا آ گئے۔ اور میرا حال پوچھا۔ مَیں نے سارا حال بیان کیا۔ تو کہنے لگے۔ کہ اس درد کا علاج میں کرونگا۔ مراقبے بیٹھ گئے۔ ایک گھڑی بعد سر اٹھا کر مجھے کہ اس کا علاج تخم خیار ہے۔ اسے گھس کر لیپ کرو۔ آرام ہو جائیگا۔ چنانچہ جب تخم خیار منگا کر لیپ کیا۔ تو فوراً آرام ہو گیا۔ راوی کہتا ہے۔ کہ مَیں نے حضرت میاں جیو سے پوچھا۔ کہ کیا میاں نتھا طبیب تھے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ پھر علاج کیسے کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مراقبہ کر کے عالمِ ملکوت میں کسی سے پوچھ کر یہ علاج کیا ہے۔ اور صاحب دل جو کچھ عالم ملکوت میں دیکھتا یا سنتا ہے۔ سب سچ ہوتا ہے۔ پھر مَیں نے پوچھا۔ کہ میاں نتھا پر جو آپ کے مرید اور خادم ہیں۔ یہ بات ظاہر ہوئی۔ آپ پر کیوں نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ہر شخص اس مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن یاد رہے۔ کہ آپ کا یہ فرمانا محض کالیت خلق۔ ستر احوال منکسر المزاجی کی وجہ سے تھا۔ نہیں تو اصل بات تو یہ ہے۔ کہ وہ کامل اولیاء جن کا مقام عالمِ لاہوت ہو۔ اور ہویت حق میں فانی ہو چکے ہوں۔ اور بقائے دائمی حاصل کر لی ہو۔ ان کے لیے عالم جبروت اور عالم ملکوت کی طرف توجہ کرنا گویا ان کا تنزل ہے۔ اس لیے تنزل پر راضی نہ ہو کر ان چیزوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اسی واسطے حضرت میاں جیو صاحب عالم ملکوت کی طرف جن میں یہ چیزیں پائی جاتی ہیں۔ توجہ نہیں کرتے تھے۔

نیز ملّا سعید خاں فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ اتنے میں میاں نتھا آئے۔ آپ نے پوچھا۔ کہ کہو صاحب آج کل کس طرف جا کر مشغول ہوتے ہو۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ اب تک تو اچھرہ کے گرد و نواح میں نخلستان ہے۔ اور جہاں پر لوگوں کی آمد و رفت کم ہے۔ اس میں ایک کھیت کے کنارے درخت کے سائے تلے مشغول ہوتا رہا۔ لیکن اس ہفتے لوگوں نے آکر میری مزاحمت کی۔ آپ نے پوچھا۔ وہ کون اور کیسے تھے۔ میاں نتھانے عرض کی۔ کہ کھجور کے درخت ہی بلند آواز سے سبحان اللہ والحمد اللہ پڑھتے ہیں۔ اور اس شور سے میری توجہ اور دل جمعی میں فرق آتا ہے۔ اور بے شعوری حاصل ہوتی ہے آج کل اس مزار کے ایک کونے میں جو جنید خلیفہ کے محلے میں ہے۔ جا کر یاد الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں۔ وہاں پر جمعیت میں کچھ خلل نہیں آتا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ دیکھو بھائی تیلی نے کام یہاں تک پہنچا لیا ہے۔ اور اونچی اونچی باتیں کہتا ہے۔

ملّا محمد سیالکوٹی جو بیس سال تک حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں رہے اور خلوت میں بھی آپ حاضر خدمت ہو سکتے تھے۔ اور جناب کے ہی طریقہ میں مشغول تھے۔ اور اس وقت زندہ ہیں۔ کہ ایک روز میں حجرے کے باہر دیوار کے سائے میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور میاں نتھا اور دو ایک آدمی بیٹھے تھے۔ اور جناب کی برکت سے پوری دل جمعی حاصل تھی۔ اور سب کے سب محظوظ تھے۔ کہ اتنے میں بادل گھر آیا۔ ہوا چلنے لگی۔ اور مینہ برسنے لگا۔ جس سے اس دل جمعی میں تفرقہ سا آگیا۔ حضرت میاں جیوؒ نے فرمایا۔ کہ اچھا بھائی اب تو یہاں سے اٹھنا چاہیے۔ میاں نتھانے عرض کی۔ کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو اس مینہ ہوا وغیرہ کو دور کر دوں۔ تاکہ مطلع صاف ہو جائے۔ اور ہمیں یہاں سے اٹھنا نہ پڑے۔ حضرت میاں جیو صاحب نے ناراض ہو کر فرمایا۔ کہ او تیلی کے بچے اب تیری نوبت یہاں تک پہنچی ہے۔ کہ تو اپنی کرامات ظاہر کرنی چاہتا ہے۔ اور خود فروشی کرتا ہے۔ میاں نتھانے بھی اس عنایت کے بھروسے جو آپ کو اس پر تھی تلخ جواب دیا۔ آپ نے بڑی نرمی اور مہربانی سے فرمایا۔ کہ اگر ہم یہاں سے اٹھ کر حجرے میں چلے جائیں۔ تو کیا اس میں کوئی نقصان ہے۔ شاید تو نے سنا نہیں۔ کہ جمعیت میں فتور آ ہی جاتا ہے۔ اور شاید تو نے یہ بھی نہیں سنا۔ کہ محمود کا فعل بھی محمودی ہی ہوتا ہے۔ خبردار آئندہ

اس قسم کے اعمال اقوال اور افعال کا مرتکب نہ ہونا ۔ اور کارخانہ الٰہی میں دخل نہ دینا ۔ بلکہ اس کی قضا پر راضی رہنا ۔

میاں نتھا علیہ الرحمتہ اُمّی تھے ۔ اِن کی نسبت میں نے خود اپنے شیخ مُلّا شاہ سلمہ اللہ سے پوچھا ۔ تو آپ نے فرمایا ۔ کہ میاں نتھا محبوب خدا تھے ۔ آپ ۱۱۲۰ھ ہجری میں فوت ہوئے ۔ آپ کی قبر حضرت میاں جیو صاحب کے روضہ منورہ کے پاس ہی ہے ۔

حاجی مصطفےٰ سرہندی

آپ صاحب زہد و تقویٰ ۔ خواہشات نفسانی سے روگرداں تھے ۔ اور اصل میں سرہند کے رہنے والے تھے ۔ اور ذات کے کلال آپ صاحب حالات و مقامات عالیہ تھے ۔ اور حضرت میاں جیو صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے ۔ سکر اور غلبہ آپ پر طاری رہتا ۔ اور پورے طور کا استغراق آپ کو حاصل تھا ۔ چنانچہ ایک روز نماز کے وقت آپ امام بنے ۔ رکوع کی حالت میں آپ پر استغراق طاری ہوا ۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ آپ دوسری حالت میں ہیں ۔ تو اپنی اپنی نماز ختم کر کے چل دیئے ۔ اور آپ سترہ روز تک اسی طرح رکوع میں رہے ۔ آپ نے بھی حضرت میاں جیو صاحب کی موجودگی میں بدھ کے روز ۱۴ ماہ صفر ۱۱۳۹ھ ہجری کو رحلت فرمائی ۔ آپ کی قبر بھی حضرت میاں جیو صاحب کے روضہ متبرکہ کے قریب میاں نتھا کی قبر کے ساتھ ہی ہے ۔

مُلّا حامد گجرؒ

فانی راہ حق ۔ جویائے خدائے مطلق مُلّا حامد گجر حضرت میاں جیو صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے ۔ سب سے اخیری مرید حضرت میاں جیو صاحب کا محمد مراد تھا ۔ اور میاں محمد سے چند روز پہلے مُلّا حامد اس طرف مشغول ہوئے ۔ آپ علوم ظاہری میں سر برآوردۂ علمائے وقت تھے ۔ اور شروع میں آپ کو حضرت میاں جیو صاحب کی نسبت سخت انکار تھا ۔ اور دنیا سے آپ کے بہت گہرے تعلقات تھے ۔ لیکن جب حضرت میاں جیو صاحب کے مرید ہوئے ۔ تو اس قدر تجرید اخلاص اور اعتقاد بہم پہنچایا ۔ کہ درس و تدریس اور اہل و عیال کو چھوڑ چھاڑ ہر روز حضرت میاں جیو

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور اپنا چہرہ جناب کے قدموں پر مل کر واپس چلے جاتے۔ اور اپنے کام میں مشغول ہوتے۔ اور استعداد باطنی کے مطابق تھوڑی سی توجہ جناب عالم ملکوت کی آپ پر کرتے۔ اور حضرت میاں جیو صاحب آپ پر بہت ہی عنایت فرماتے۔ مرید ہونے کے بعد سات مہینے تک زندہ رہے۔ بعد ازاں حضرت میاں جیو صاحب کی رحلت سے پانچ مہینے انیس روز پہلے ۱۷ ماہ رمضان ۱۰۴۴ہجری کو راہی عالم بقا ہوئے۔ جب آپ فوت ہوئے۔ تو جو شخص حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اسے فرماتے کہ جاؤ۔ ملّا کی نماز جنازہ ادا کرو۔ وہ اللہ تعالےٰ کے مردوں کی طرح گیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت میاں جیو صاحب کے اکثر اصحاب علم ظاہری کے عالم تھے۔ اور آپ کے منکر تھے۔ لیکن بعد میں سب کو حضرت میاں جیو صاحب کی صحبت کی برکت سے باطنی علم بھی حاصل ہوا۔

مُلّا روحی مسمّٰی بہ ابراہیم رح

عالم طلب کے سیاح۔ مملکت ادب کے والی ملا روحی جن کا اصلی نام ابراہیم ہے۔ آپ علوم ظاہری سے پورے طور پر واقفیت رکھتے تھے۔ جب صدق دل سے جناب کے مرید ہوئے اور آپ کے طریقہ میں مشغول ہوئے۔ تو اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کیا۔ کہ صاحب کشف و کرامات اور مقامات ہوگئے۔ اور آپ سے بڑی بڑی عجیب باتیں ظہور میں آئیں۔ میوات۔ ہرات اور نارنول کے اکثر آدمی آپ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ صاحب خوارق اور کرامات تھے۔ جن کو آپ سے فیض حاصل ہوا۔ ان میں سے سفر الدین اور نتھا پراچہ بھی ہیں۔ باوجودیکہ ان دونوں صاحبوں کو ملا روحی کی صحبت اور توجہ کے اثر سے کمالیت حاصل ہوئی۔ پھر بھی یہ اپنے تئیں عالم اسباب میں پوشیدہ ہی رکھتے تھے۔ اور تجارت کو اپنے سترِ حال کا ذریعہ قرار دے رکھا تھا۔ یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اوائل حال میں جب ہم ملا روحی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے۔ تو ہمارے پاس چند گھوڑے تھے جنہیں کوئی نہیں خرید تا تھا۔ اور ان کے خرچ خوراک سے ہم تنگ آ گئے تھے۔ ساری حالت ہم نے ملا صاحب کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ گھوڑوں کے کان میں کہدو۔ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین ہم نے آپ کے فرمان کے مطابق کیا۔ صبح ہی ان کے

بہت سے خریدار آپہنچے۔ اور ہر ایک گھوڑے کو ہم نے دس گنے بلکہ بیس گنے قیمت پر بیچا۔ آپ نے حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی زندگی ہی میں ۱۰۵۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ آپکی قبر حاجی سلیمان کی قبر سے متصل ہے۔ یہ مجرب ہے۔ کہ جو شخص کسی مطلب کے لیے حروف کے اعداد کے موافق جو بحساب جمل دو ہزار تین سو چوہتر بنتے ہیں۔ ہر روز یہ دعا پڑھے۔ تو انشاءاللہ تعالیٰ! اس کا کام ایک ہفتے کے اندر اندر ٹھیک ہو جائیگا۔

ملا خواجہ کلان

شیخ باتمکین سالک راہ یقین طالب حضرت سبحان ملا خواجہ کلان جو صاحب کرامات اور مقامات نمایاں تھے۔ اصل میں لاہور کے گرد و نواح کے رہنے والے اور حضرت میاں جیو صاحبؒ کے باکمال مرید تھے۔ آپ علوم ظاہری اور باطنی پر حاوی تھے۔ جب آپ حضرت میاں جیو صاحب کے مرید ہوئے۔ تو تھوڑے ہی عرصے میں کمال حاصل کیا۔ اور بہت سے خوارق آپ سے ظہور میں آئے۔ چنانچہ وبا اور طاعون جو لاہور میں پھیلی تھی۔ اس کے نمودار ہونے سے ایک سال پہلے ہی آپ نے فرمایا تھا۔ کہ اب عنقریب ہی بڑی بھاری وبا آنیوالی ہے۔ اس لیے ہر شخص کو لازم ہے۔ کہ ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے۔ جو ایسا کریگا۔ انشاءاللہ تعالیٰ اس وبا سے مع اہل وعیال سلامت رہے گا۔ اور جو نہیں پڑھے گا۔ وہ ہلاک ہو جائیگا۔ چنانچہ ٹھیک آپ کے مطابق ہی ظہور میں آیا جس نے پڑھا وہ تو مع اہل وعیال بچ گیا۔ مگر جس نے نہ پڑھا۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ آپ کو کشف قبور بھی حاصل تھا۔ چنانچہ ملا سعید خاں حضرت میاں جیو صاحب کی زبانی فرماتے ہیں۔ کہ جن دنوں دور جا کر یاد الہٰی میں مشغول نہیں ہو سکتے تھے۔ ان دنوں پاس ہی محلہ مزنگ کے قبرستان میں جا کر ایک قبر کے پاس بیٹھ کر یاد الہٰی میں مشغول ہوا کرتے تھے۔ اور ملا خواجہ اور بہت سے اور یار بھی پاس ہی بیٹھا کرتے تھے۔ نماز کے وقت سب اکٹھے ہو جاتے تھے۔ اور نماز با جماعت ادا کر لیتے تھے۔ ایک روز ملا خواجہ نے نماز کے بعد کہا۔ کہ میاں جی! اس قبر میں ایک آدمی ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ مجھے ستر سال فوت ہوئے گزر گئے۔ تب سے میں اپنی بداعمالی کے سبب عذاب میں گرفتار ہوں۔ اس سال جب کہ تمہارے جیسے خدا کے پیارے میری قبر کے پاس آئیں۔ اور پھر مجھے عذاب ہو۔ یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔ میں نے کہا۔ کہ مردے سے پوچھو۔ کہ تمہارا عذاب

کس طرح ٹل سکتا ہے۔ ملا خواجہ نے کہا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ اگر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیب پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخشو۔ تو عذاب ٹل جائیگا۔ ہم نے ویسا ہی کیا۔ اور پھر ملا خواجہ کو کہا۔ کہ اب پوچھو کیا حالت ہے۔ جب پھر ملا نے توجہ کی۔ تو مردے نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیب اور آپ لوگوں کی انفاس شریفہ کی برکت سے وہ عذاب دور کر دیا۔ اور اسی واقعہ کی طرح ایک اور واقعہ ہے۔ جو شیخ ابوالربیع مالبقی رحمتہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ حدیث نبوی میں وارد ہے۔ ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیب پڑھنا اپنے لیے یا جس کسی کے لیے پڑھا جائے۔ بڑا بھاری اثر ظاہر کرتا ہے۔ میں نے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیب تو پڑھا۔ لیکن کسی کے نام اس کا ثواب نہ بخشا۔ یہاں تک کہ ایک روز میں دستر خوان پر کھانا کھانے گیا۔ وہاں پر ایک صاحب کشف لڑکا بھی تھا۔ اس لڑکے نے جب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ تو اچانک رونا شروع کیا۔ لوگوں نے سبب پوچھا۔ تو کہنے لگا۔ کہ مجھے دوزخ دکھائی دے رہا ہے۔ اور اس میں میری والدہ عذاب میں گرفتار ہے۔ شیخ ابوالربیع بیان کرتے ہیں۔ کہ اس وقت میں نے باطن میں کہا۔ کہ اے پروردگار! تو جانتا ہے۔ کہ میں نے ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا ہے۔ اس کی برکت سے اس لڑکے کی ماں کو دوزخ کے عذاب سے نجات عنایت کر جب میں نے دل میں یہ نیت کی۔ تو لڑکا ہنسنے لگا۔ اور چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ اور کہنے لگا۔ کہ الحمد للہ میری والدہ دوزخ کے عذاب سے بچ گئی ہے۔ یہ کہہ کر کھانا کھانے لگا۔ ملا خواجہ مرید ہونے کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ اور حضرت میاں جیو صاحب کے حضور ہی میں وفات پائی۔

حاجی صالح کشمیری

سالک۔ باوقار۔ روشن ضمیر حاجی صالح کشمیر کے رہنے والے اور حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے مقبول اور مرید ہیں۔ آپ نے ریاضت اور مجاہدہ ازبس کیا۔ حاجی صاحب اس کام میں مشغول ہونے سے پیشتر بھی صاحب زہد و تقویٰ تھے۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ نے آپ کی تربیت میرے شیخ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ کے حوالے کی۔ آپ نے تکمیل میرے شاہ صاحب ہی کی خدمت میں کی۔ میں جناب کی زبانی حاجی صاحب کی بہت تعریف سنا کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ حاجی ہمیشہ ہمارا رفیق رہا۔ اکثر کشمیر میں آیا جایا کرتے تھے۔ آپ سے بہت سے خوارق

ظہور میں آئے حضرت میاں جیو صاحب آپ پر کمال عنایت فرمایا کرتے۔ پہلے پہل جب حاجی صاحب حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ کی عمر اس وقت پچاس سال سے کچھ اوپر تھی۔ ایک روز حضرت میاں جیو صاحب کو فرماتے ہوئے سُنا۔ کہ جس میں شہوت زیادہ ہے اس میں عشق اور عرفان بھی زیادہ ہوتا ہے۔ یہ سن کر آپ ہمیشہ طبیبوں کے پاس جایا کرتے اور شہوت کی زیادتی کی دوائیں پوچھا کرتے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی برکت سے عرفان نصیب کرے۔ انما الاعمال بالنیات "جیسی نیت تیسا پھل" اگرچہ عرفان کی کوئی انتہا نہیں۔ اور یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ فلاں شخص نے عرفان میں کمال حاصل کر لیا ہے۔ لیکن پھر بھی اس کا کمال پہچان الہٰی اور بے حد مرتبوں کا ہونا ہے۔ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمۃ کی رحلت سے چند روز بعد حاجی صاحب نے ایک روز جناب کو خواب میں دیکھا۔ کہ ایک پر نور شہر میں ترو تازہ باغ کے اندر ٹہل رہے ہیں۔ جب حاجی صاحب نے آپ سے اس شہر کا نام پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جسے بہشت کہتے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ اور نیز فرمایا۔ کہ حاجی! تو دنیا میں کیا کرتا ہے۔ دیکھو جہاں پر ہم رہتے ہیں۔ وہاں کی آب و ہوا کیسی خوشگوار ہے۔ نیز فرمایا۔ کہ میرا کچھ بس نہیں چلتا۔ نہیں تو بارگاہِ الہٰی کی خدمت سے بڑھ کر اور کونسی سعادت ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جلدی ہی تم بھی ہمارے پاس آجاؤ گے۔ حاجی صاحب نے یہ خواب اپنے یاروں کے پاس بیان کیا۔ اور حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمۃ کی رحلت کے چوالیسویں دن جمادی الاول ۱۰۴۵ھ ہجری کو آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ کی قبر حضرت میاں جیو صاحب کی پائنتی کی طرف گنبد کے باہر ہے۔

ملّا عبدالغفور

والئی ملک قناعت۔ صاحب مجاہدہ و ریاضت شیخ صبور شکور ملّا عبدالغفور حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمۃ کے باکمال یاروں سے ہیں۔ آپ نے کمال درجے کی ریاضت کر کے اس کام کی تکمیل کی۔ حضرت میاں جیو صاحبؒ کی زندگی میں ہی رحلت فرما گئے۔ میاں حاجی محمد بیان کرتے ہیں۔ کہ ملّا عبدالغفور میں ظاہری فضیلت بدرجہ کمال تھی۔ اور لاہور میں مدرس تھے۔ جب وہ پڑھنا پڑھانا چھوڑ کر حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ تو جناب نے پرواہ تک نہ کی۔ اور مدتوں تک آپ کو نکالتے رہے۔ اور قبول نہ کیا۔ ملا عبدالغفور

میرے پاس آتے تو میں یہ کہہ کر ان کی ڈھارس بندھاتا۔ کہ میں خود حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں تمہاری بابت عرض کرونگا۔ اور میں نے حضرت میاں جیو صاحب کا شغل بھی انہیں بتا دیا تھا۔ جس میں وہ مشغول تھے۔ ایک روز کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ملا عبدالغفور غمناک صورت بنائے بیٹھ کر رو رہے ہیں۔ میں نے سبب پوچھا تو کہنے لگے۔ کہ میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں گیا تھا۔ سو آپ نے کھلے لفظوں میں فرما دیا ہے۔ کہ ہم تجھے کبھی مشغول نہیں کریں گے۔ اور اب میں نے ٹھان لی ہے۔ کہ جنیو پہن ٹیکا لگا کافروں میں جا بیٹھوں گا۔ اگر لوگ پوچھیں گے تو کہہ دوں گا۔ کہ میں ظاہر میں تو مومن تھا۔ لیکن باطن میں کافر۔ اور یہ کہ میں نے باطن کو ظاہر کا سا بنانے کی خواہش کی۔ لیکن انہوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ اب یہ منافقوں کا کام ہے۔ کہ ظاہر و باطن یکساں نہ رکھا جائے۔ اب میں ظاہر و باطن کو یکساں کرونگا۔ یہ سن کر میں بھی رو پڑا۔ پھر میں نے انہیں تسلی دی۔ جب میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ اس وقت باغ میں تشریف فرما تھے۔ جناب کو خوش وقت پا کر سارا حال عرض کر دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ جاؤ میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں مشغول کروں۔ میں جا کر لے آیا۔ اور آپ نے ازراہ عنایت انہیں مشغول فرمایا۔ تھوڑے ہی دنوں میں خوب کمال حاصل کیا۔ اور جو کچھ ان کا مطلب تھا۔ انہیں حاصل ہو گیا۔ آپ حضرت میاں جیو صاحب سے پہلے ہی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ کی قبر کلانور میں ہے۔

حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے ان مریدوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔ جن کے نام تو سنے۔ لیکن حالات معلوم نہیں ہوئے۔ یہ اشخاص بھی صاحب حالات و کرامات اور مقامات عالیہ تھے۔ کلیہ یہ ہے۔ کہ جس نے حضرت میاں جیو صاحب کی زیارت کی اور آپ کی صحبت میں رہا اور آپ کا مقبول ہو گیا۔ اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔ اسے کسی حال مقام اور کرامات کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جس کا سلسلہ سید الطائفہ شیخ جنید قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ اس کے لیے سب کچھ اسی میں آ جاتا ہے۔ کہ مشائخ کا دیدار کرے۔ اور یہی بڑا مرتبہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ یہ وہ مرد ہے جس نے فلاں پیر کو دیکھا۔ اور فلاں شخص کی صحبت میں رہا۔ جب شیخ ابو عبداللہ خفیف علیہ الرحمتہ اور علی بندار دونوں نیشے میں پہنچے۔ تو ابو عبداللہ نے فرمایا۔ کہ آپ آگے چلیں۔ انہوں نے پوچھا۔ کہ

میرے آگے چلنے کا کیا سبب ہے۔ شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ نے جنید رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا۔ اور میں نے نہیں دیکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہے۔ اس کے لیے فضیلت کے واسطے یہی کافی ہے۔

اگرچہ بعض مشائخ سے بہت سی کرامتیں ظاہر ہوئی ہوں یا مریدوں اور معتقدوں نے تحریر کی ہوں۔ لیکن ان کا کچھ دخل نہیں۔ فقیر کی کرامت خود اس کا فقیر ہونا ہے۔ فقیر کو کرامات اور مقامات سے کیا نسبت۔ فقیر کا مرتبہ تو اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ کہ اس کی تعریف کرامتوں کے سبب سے کی جائے۔ فقیر خود اپنے تئیں اچھی طرح جانتا ہے۔ اور آپ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے۔

اسمائے گرامی یہ ہیں۔ حافظ اسماعیل۔ شیخ نورالدین۔ سیّد احمد بنوری۔ بہادر لنک۔ حاجی سلیمان حاجی صاحب کی قبر میاں نتھا علیہ الرحمتہ کی قبر کے پاس ہی ہے۔ یہ صاحب حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ سے پہلے ہی رحلت فرما گئے۔ شیخ ابو المکارم۔ آپ کی قبر بھی میاں نتھا علیہ الرحمتہ کی قبر کے پاس ہے۔ اور آپ نے بھی حضرت میاں جیو صاحب سے پہلے وفات پائی۔ شیخ ابوالخیر یہ بھی آنجناب کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے۔ آپ کی قبر بھی میاں نتھا علیہ الرحمتہ کی قبر کے پاس ہی ہے۔ اسماعیل ہزارہ اور قاضی عیسیٰ دونوں بھی حضرت میاں جیو صاحب کی زندگی ہی میں فوت ہوئے۔ ان دونوں صاحبوں کی قبریں اکبر آباد میں ہیں۔ ملا حامد بند مال اور ملا سنگین روستاقی جن کے اسمائے مبارک حضرت میاں جیو صاحب کے خوارق کے بیان میں پہلے آچکے ہیں۔ سفر میں دنیا سے کوچ کر گئے۔ ان کے مزار معلوم نہیں۔ کہ کہاں ہیں۔

فرقہ دوم ۔ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے وہ مرید جو سب کے سب حسب مرتبہ صاحب حالات و مقامات عالیہ۔ خوارق اور مقامات تھے۔ اور نیک صفات سے موصوف تھے۔ اور اس کتاب کے لکھے جانے تک زندہ ہیں۔ ان میں سے اکثر کو اس بندہ نے بچشم خود دیکھا بھی ہے صرف دیکھا ہی نہیں۔ بلکہ ہم صحبت بھی رہا ہے جس سے ان کے حالات کی نسبت اچھی طرح واقفیت رکھتا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

ملا شاہ صاحب

اوّل راہ طریقت کے سالک۔ رموز حقیقت کے واقف۔ اس زمانے کے مقتدا۔ اپنے وقت

کے یگانہ۔ بحرِ توحید کے مستغرق۔ بادیہ تجرید کے سیاح۔ اسرارِ وحدت کے دانا۔ آفاتِ کثرت سے کنارہ کش۔ محققوں کے بادشاہ۔ مریدوں کے رہنما۔ دلوں کے مالک۔ عیبوں کے مٹانے والے۔ دلوں کی باتیں جاننے والے۔ ظاہر و باطن میں کامل۔ شیخ فانی۔ ذوالنون فانی۔ ہر بھولے بھٹکے کے رہنما۔ اور مشائخ وقت کے بادشاہ حضرت مولانا شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ جن کے مرید غلام اور حلقہ بگوش ہونے کا اس فقیر کو فخر حاصل ہے۔ آپ کا اسم شریف شاہ محمد ہے۔ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ آپ کو محمدؐ شاہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اور حضرت میاں جیو صاحب کے یار اور معتمد آپ کو حضرت اخوند کہا کرتے تھے۔ آپ کا لقب منجانب اللہ لسان اللہ ہے۔ چنانچہ خود اس بات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ **رباعی**

آنکس کہ زراہِ معرفت آگاہ است   ملاشاہ است عارف ایں راہ است
از تاثیر زبانِ او معلوم است   کامروز ملقب بہ لسان اللہ است

اس خطاب میں قرب فرائض ظاہر ہے۔ جو کہ عارفوں اور موحدوں کے مراتب کی انتہا ہے۔ یعنی بی یبصر و بی یسمع و بی ینطق مجھ سے دیکھتا ہے۔ مجھی سے سنتا ہے۔ اور مجھی سے بولتا ہے۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے۔ کہ ان اللہ ینطق علی لسان عمر "بے شک اللہ تعالیٰ عمر کی زبان پہ بولتا ہے"۔ ان اشخاص کے لیے کمال خوشخبری ہے۔ جنہوں نے آپ کی زبان مبارک سے شغل حاصل کیا ہے۔ اور ان کے دستِ مبارک پر بیعت کی ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ بے شک جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں۔ وہ اصل میں اللہ تعالیٰ کی بیعت کرتے ہیں۔ اور نیز آپ کا یہ فرمانا۔ اس لیے تھا۔ کہ جو شخص بھی آپ کی خدمت میں صدق اور اخلاص سے حاضر ہوا۔ پہلی مرتبہ کی ہم کلامی اور شغل فرمانے سے ہی اسے فوراً کشائش حاصل ہوگئی۔ آپ کی زبان مبارک چابی کی مانند تھی۔ جس سے ہر مشکل کام حل ہوتا۔ اور نیز ہر ایک دردمند کیلئے شفا بخش تھی۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے۔ کہ آپ حجرے کے اندر کسی ایک یار سے ہمکلام ہوتے۔ تو باہر جس کے کان میں آپ کی آواز مبارک پڑتی۔ وہ بیخود ہو جاتا۔ اور چیزیں اس پر مکشوف ہوتیں۔ اور اس کی زبان سے بے اختیار نکل جاتا۔ کہ جو کچھ مجھے حاصل ہوا۔ وہ ریاضت والوں کو مدتوں بعد بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اور دل تمام کر رہ جاتا۔ فی الواقع دلوں کی کشائش جانوں

کے زندہ کرنے اور تاثیر زبان میں آپ جیسا کوئی بزرگ جہان میں نہ دیکھا گیا۔

رباعی

اے تو کہ از نام توے بار دعشق ۔۔۔ وز نامہ و پیغام توے بار دعشق
عاشق گر دو ہر کہ بکویت گذرد ۔۔۔ آرے زد رو بام توے بار دعشق

آپ کے والد بزرگوار کا اسم شریف ملا عبدی ہے۔ آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن مالوف موضع ارکسار علاقہ روستاق بدخشان ہے۔ جیسا کہ خود اس شعر میں فرماتے ہیں ؎

ملکِ من از ملکہا ملکِ بدخشاں آمدہ ۔۔۔ از بلاد از روستاق افرے از ار کسار

ملّا عبدی موضع ارکسار کے قاضی تھے۔ جب لوگوں نے آپ سے وطن مالوف کی نسبت پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ سب ولایتوں میں سے بڑی ولایت بدخشاں ہے۔ جس میں سب سے بڑا علاقہ روستاق۔ اس میں سب سے بڑا گاؤں ارکسار ہے۔ اس میں سب سے سادہ لوح میرے والد بزرگوار ہیں۔ اور میں ان کا سب سے سادہ لوح فرزند ہوں۔ یہ بات آپ نے کمال کسر نفسی کی وجہ سے فرمائی۔ نہیں تو آپ ماشاء اللہ بے بہا لعل ہیں۔ جو بدخشان سے نکلا۔ اور جس نے بادشاہوں کے تاج میں جگہ لی۔ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا۔ کہ پہلے تو بدخشان سے بڑے قیمتی لعل نکلا کرتے تھے۔ اب بے بہا لعل نہیں رہے۔ تو میں نے کہا۔ کہ حضرت اخوند صاحب وہاں سے تشریف لے آئے ہیں۔ اس لیے اب وہاں کی کانوں میں بے بہا لعل نہیں رہے۔ آپ چھوٹی عمر ہی سے دینی علوم کے حاصل کرنے میں مشغول ہوئے۔ اور نماز روزے کی پابندی، کم کھانے کم سونے اور زہد اور تقویٰ میں موصوف تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر ایک روز مجھے فرمایا۔ کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ میں نے بیماری یا تندرستی کی حالت میں کبھی نماز قضا نہیں کی۔ ابتدائے خواہش سے آپ کا یہی طریق تھا۔ اب تک آپ زندہ ہیں۔ عین جوانی کی حالت میں اپنی ولایت سے ہندوستان تشریف لائے۔ اور حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے خاص اور افضل یار بنے۔ آپ حضرت میاں جیو صاحبؒ کی خدمت ہی میں رہا کرتے۔ اور جناب بھی آپ پر عنایت اور شفقت فرمایا کرتے۔ کیوں نہ ہو۔ آپ بھی سب چیزوں میں تمام یاروں سے بڑے ہوئے اور کامل و اکمل تھے۔ آج سلسلہ قادریہ اور حضرت میاں جیو صاحب کا طریقہ آپ ہی کے وجود شریف

سے بازینت واستقامت ہے۔ (اے پروردگار! اس سلسلہ عالیہ کو محفوظ رکھ اور ہمیں قیامت تک اس پر قائم رکھ) آپ سے میں نے سُنا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز حضرت میاں جیو صاحب نے دعا کی۔ تو یاروں نے پوچھا۔ کہ حضرت یہ دعا کس کے حق میں تھی۔ آپ نے فرمایا۔ ملّا شاہ کے بارے میں جس سے میرا طریقہ روشن ہوگا۔ آپ نے حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں تیس ۳۰ سال رہ کر بہت مجاہدہ اور ریاضت کی۔ چنانچہ ایک روز مجھ سے فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ نے فرمایا۔ کہ ملّا شاہ! جو ریاضت تو نے کی ہے۔ وہ مشائخ سابق میں سے کسی نے بھی نہیں کی۔ عرصہ دراز تک حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں رہ کر اپنا کام تکمیل کو پہنچا کر آپ نے کشمیر کو وطن بنایا۔ اور اکثر جاڑے کے دنوں میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں لاہور آجاتے اور گرمی کے موسم میں جناب کی اجازت سے واپس کشمیر چلے جاتے۔ حضرت میاں جیو صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہاں بابا تم مغل بچے ہو۔ تم سے لاہور کی گرمی نہیں سہاری جاتی۔ جاؤ کشمیر چلے جاؤ۔ مگر آپ آخری عمر میں چند سال لاہور نہیں آئے۔ حضرت میاں جیو صاحب اپنے بعض مریدوں کی تربیت آپ کے حوالے کیا کرتے تھے۔ اور تمام یاروں میں سے یہ کام آپ ہی سے مخصوص تھا۔ آپ ترک۔ تجرید۔ فقر۔ استغنا۔ توکل۔ تسلیم اور رضا میں ممتاز ہیں۔ آپ کے ہاں کوئی لونڈی غلام نہ تھا۔ اور آپ کے گھر میں نہ دیگ چولہے پر رکھی گئی۔ اور نہ چراغ روشن کیا گیا۔ راتوں کو تاریک گھر میں بیٹھے رہے۔ چنانچہ ایک رات جب میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو ایک شخص کو فرمایا۔ کہ جاؤ چراغ روشن کرکے لے آؤ۔ اور مجھے فرمایا۔ کہ یہ چراغ میں نے محض تیری خاطر روشن کردیا ہے نہیں تو میں تو ہمیشہ تاریک گھر میں بیٹھا کرتا ہوں۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

چراغست دریں خانۂ ویرانۂ ما — روشن از آتشِ عشق توشد میخانۂ ما

تاریکی میں بیٹھنے میں بہت سی حکمتیں ہیں ؎

سیاہی گر بدانی نورِ ذاتست — بتاریکی دروں آبِ حیاتست

دریں مشہد کہ انوارِ تجلی است — سخن دارم ولے ناگفتن اولیٰ است

مسائل توحید کے بیان کرنے اور معارف کو ادا کرنے میں مقتدا اور بے نظیر ہیں۔ آپ نے ریاضات شاقہ اٹھائیں۔ چنانچہ بعض لوگوں سے میں نے سنا تھا۔ کہ شروع میں آپ نے سات سال

تک عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر صبح تک حبس نفس سے ذکر خفی کیا۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ جو حبس نفس ہمارے طریقے ہے۔ وہ اس طرز کا ہے۔ کہ کسی سلسلہ میں نہیں۔ اور نہایت ہی مشکل ہے۔ اور مجھے وہ طریقہ تعلیم فرمایا۔ جو اس سلسلے کا خاصہ ہے۔ اوائل حال میں جو ریاضتیں میں نے کیں۔ ان میں ایک یہ ہے۔ کہ خواہ رات لمبی ہوتی یا چھوٹی۔ میں صبح تک اسے دو سانس میں گزار دیتا۔ اور کبھی کبھی ایسی حالت بھی ہو جاتی۔ کہ دم نکلنے کے قریب ہو جاتا۔ جس سے آدمی تو بیقرار ہو جائے۔ لیکن مجھے کچھ نہ ہوتا۔ اور حق تعالیٰ مجھے محفوظ رکھتا۔

ایک روز میں نے موقع پا کر آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ شیخ شمشاد دینوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ میں ایک روز مسجد میں نیم خواب تھا۔ کہ مجھ پر ظاہر ہوا۔ کہ اگر تو میرے کسی ایک دوست کو دیکھنا چاہتا ہے۔ تو ٹیلے پر جا کر دیکھ لے۔ جب میں جاگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ برف پڑ رہی ہے۔ وہاں پر جا کر کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ مربع بیٹھے ہیں۔ اور گرداگرد سب برف ہی برف پڑی ہے۔ اور باوجود اس قدر برف کے آپ کو پسینہ آ رہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ کہ آپ کو یہ مرتبہ کس طرح حاصل ہوا۔ فرمایا۔ فقراء کی خدمت سے آپ نے (ملا شاہؒ) فرمایا۔ کہ ہمیں بھی دو مرتبہ اسی طرح کا ذوق اور گرمی معلوم ہوئے۔ ایک مرتبہ تو لاہور میں سردی کی عین شدت کے وقت ایسا ہوا۔ کہ میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اور میری پیٹھ، سینے اور ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے۔ اور پنکھا کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی پسینہ بند نہیں ہوتا تھا۔ اور میں بیقرار تھا۔ اور دوسری مرتبہ کشمیر میں اثنائے چلہ میں جب کہ زمین پر یخ جمی ہوئی تھی۔ اور برف پڑ رہی تھی۔ میں گل بیگ باغ میں جو شہر کے باہر ہے۔ جا کر اپنے طریق کے موافق حبس دم کیا کرتا تھا۔ ایک گھڑی بعد جب سانس لیتا۔ تو مارے گرمی کے پسینہ پسینہ ہو جاتا۔ اور پسینہ آ جانے کے سبب میرے بدن پر وہ پسینہ یخ بن جاتا۔ اور جب میں حبس دم کرتا۔ تو پھر گرمی سے وہ یخ پانی بن جاتا۔ یہ معلوم نہیں۔ کہ ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کس طریق سے حبس دم کیا کرتے تھے۔ لیکن کرتے حبس دم ہی تھے۔ مگر ہمارے طریق میں حضرت غوث الثقلینؓ سے پہلے حبس کا دم رواج نہ تھا۔ بعض یار حضرت میاں جیو صاحب کی زبانی بیان کرتے ہیں۔ کہ اس طریقے کو حضرت غوث الثقلین نے ایجاد کیا۔ اور نیز یہ شعر پڑھا۔ جو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

کی تصنیف ہے ؎

چشم بند و گوش بند و لب ببند　　　گر نہ بینی سرِ حق بر من بخند

آپ کی تمام ریاضتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ آب تک یعنی ۵۲ھ ہجری تیس سال سے کچھ اوپر آپ نے ایک لحظہ اور ایک لمحہ بھی نیند نہیں کی۔ ایک روز اس بارے میں میں نے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تیس سال سے کچھ اوپر ہونے آئے۔ کہ میں ایک ہی حالت میں ہوں۔ اور ایک دو سال سے اب پاؤں دراز بھی کرتا ہوں۔ اور لیٹ بھی جاتا ہوں۔ لیکن نیند پھر بھی نہیں آتی۔ اور میری یہی خواہش رہتی ہے۔ کہ کسی طرح نیند آجائے۔ لیکن نہیں آتی ؎

عجباً للمحب کیف ینام　　　کل نوم علی المحب حرام

مجھے اس محب کی نسبت بڑا تعجب ہے۔ جو سو جاتا ہے۔ کیونکہ نیند تو محب پر حرام ہے۔

اور نیز فرمایا۔ کہ شروع میں تکیہ لگانا یا پاؤں دراز کرنا بھی نہ تھا۔ اور پھر جب یہ میسر ہوا۔ تو بیداری ہی کے بعض اوقات کو خواب خیال کرنے لگا۔ اور نیز فرمایا۔ کہ ایک روز میں نے کسی شخص کی تعریف حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں کی۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ دوسروں کی تعریف نہ کیا کرو۔ ریاضت اسی کا نام ہے۔ جو تم نے کی ہے۔

شیخ محسن بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت اخوند صاحب سے پوچھا۔ کہ کئی سال سے میں اور بہت سے اشخاص جناب کی خدمت میں رہتے ہیں۔ اور کمال درجے کے محرم ہیں۔ لیکن دو چیزیں ہم نے آپ میں نہیں دیکھیں۔ ایک یہ کہ کسی وقت آپ کو جنگل پھرتے نہیں دیکھا۔ اور دوسرے یہ کہ ضروری غسل کرتے نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جنگل پھرنا تو انسان سے کبھی دور نہیں ہو سکتا۔ یہ تو پیغمبروں اور اولیاؤں کو بھی ہوتا آیا ہے۔ چونکہ یہ احکام اخفا سے کیا جاتا ہے اس واسطے میں کبھی کبھی آدھی رات کو ضرورت کے واسطے جنگل پھرتا ہوں۔ اور رہا غسل سو ضروری دو حالتوں میں ہوتا ہے۔ ایک جب کہ خواب کے اندر احتلام ہو جائے۔ اور دوسرے بیداری میں اور بیداری میں اس شخص پر واجب ہوتا ہے۔ جس کی عورت ہو۔ اور ہم چونکہ نہ ہی متاہل ہیں۔ اور نہ ہی ہماری آنکھ کبھی لگی ہے۔ اس لیے ہمیں ضروری غسل کی ضرورت بھی لاحق نہیں ہوتی۔

ملّا سعید خاں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور وہاں پر ملّا شاہؒ بھی موجود تھے۔ میں نے موقع پاکر عرض کی۔ کہ شاہ شجاع کرمانی رحمتہ اللہ علیہ کے مقامات میں لکھا ہے۔ کہ انہوں نے تیس سال تک خواب نہیں کی۔ اور نہ پہلو کے بل زمین پر لیٹے۔ اور تیس سال بعد جب ایک لمحہ سو گئے۔ تو حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جب بیدار ہوئے۔ تو بارگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ اے پروردگار! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ تیرے دیدار کی دولت خواب میں حاصل ہوتی ہے۔ تو میں اس سے پہلے ہی سویا کرتا۔ فرشتہ غیبی نے آواز دی۔ کہ یہ تیس سال کی بیداری کا نتیجہ ہے۔ اسی اثناء میں ملّا شاہؒ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو صاحب کے طالبوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ جو پانچ سال تک نہیں سوئے۔ اور نہ ہی پہلو کے بل زمین پر لیٹے ہیں۔ جب مولانا ملّا شاہ باہر تشریف لے گئے۔ تو حضرت میاں جیو صاحب نے فرمایا۔ کہ ملّا شاہ نے اپنی حالت بیان کی ہے۔ کیونکہ وہ پانچ سال سے نہیں سوئے۔ اور دن رات ان کے لیے یکساں ہے۔ اس وقت آپ کی شروع حالت تھی۔ اب تو مدت ہونے آئی۔ کہ آپ متواتر بیدار ہیں۔ اور باوجودیکہ آپ کی عمر اس وقت ستاون یا اٹھاون برس کی ہو گئی ہے۔ اور سخت سے سخت ریاضتیں بھی کی ہیں۔ لیکن قوی الجثہ۔ ہشاش بشاش اور سُرخ رنگ میں نے بھی کئی ایک راتیں آپ کی خدمت میں گزاریں۔ لیکن سستی اور خواب کی کوئی علامت آپ میں نہ دیکھی۔ لا تا خذہ سنۃ ولا نوم (نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند) کی صفت کا مشاہدہ کیا۔ بات یہ ہے۔ کہ جب صوفی اس میں گم اور پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ تو یقیناً وہی صفات اس میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ لا یزال یتقرب الی العبد بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فاکون سمعہ فبی یسمع وبصرہ فبی یبصر ویدہ فبی یبطش ورجلہ فبی یمشی یعنی بندہ ہمیشہ بذریعہ عبادات میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یعنی بقائے وجود۔ یہاں تک کہ میں اسے پیار کرتا ہوں۔ یعنی اسے اپنی بقا سے باقی بنا دیتا ہوں۔ پس جب میں اسے فنا کے بعد باقی بنا تا ہوں۔ پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں۔ پس وہ مجھی سے سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ پس وہ مجھی سے دیکھتا ہے۔ اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ پس وہ مجھی سے پکڑتا ہے۔

اور مَیں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں۔ پس وہ مجھی سے چلتا ہے۔ فافهم ایها السامع این انت من الله۔

کرامات

آپ کی کرامات و خوارق حد سے زیادہ ہیں۔ اور دلوں کے بھیدوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور تصرف نظری میں اعلیٰ مرتبہ رکھتے ہیں۔ اور اردگرد کے ممالک خصوصًا کشمیر میں آپ کو قبولیت عظیم حاصل ہے۔ چنانچہ کشمیر کے رافضی اور کافر صرف آپ کے دروازے سے گذر کرتے ہی بے اختیار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تائب ہوئے۔ اور کفر کو چھوڑ انہوں نے مذہب اسلام قبول کیا۔ اور اہل سنت و جماعت کا مذہب اختیار کیا۔ اور کشمیر میں یہ بھی مشہور ہے۔ کہ جو بدعتی آپ کے دروازے سے گزرتا۔ اسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دکھائی دیتے ہیں۔ اس آزمائش کے لیے اکثر رافضی آپ کے دروازے کے پاس گزرا کرتے تھے۔ ایک روز مرید ہونے سے پیشتر میرے دل میں خیال آیا کہ اب کی مرتبہ جب آپ کی خدمت میں جاؤنگا۔ تو ضرور عرض کرونگا۔ کہ چونکہ بندہ دنیا میں آپ کا ہمسایہ ہے۔ اس لیے امیدوار ہے کہ آپ توجہ کر کے آخرت میں بھی ہمسایہ بنائیں گے۔ جب میں حاضر خدمت ہوا تو بغیر اس بات کے کہ کچھ عرض کروں۔ میرا ہاتھ بطور مصافحہ پکڑ کر فرمایا کہ اے عزیز! مَیں نے اپنے کسی مرید اور دوست سے اس قسم کا مصافحہ نہیں کیا۔ اور مَیں کہتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی تیری مدد کرونگا۔ اور مَیں تجھے دل و جان سے پیار کرتا ہوں۔ اسی رات آپ نے مجھے یادِ الٰہی میں مشغول کیا اور نہایت عنایت اور لطف میرے حال پر فرمایا۔

مَیں نے سُنا تھا۔ کہ آپ کو ایک مرتبہ خضر علیہ السلام سے ملاقات کا اتفاق ہوا۔ لیکن آپ نے توجہ نہ کی۔ اس واقعہ کی نسبت جب مَیں نے پوچھا۔ تو فرمایا کہ ایک روز مَیں دریائے راوی پر اپنے کپڑے دھونے گیا۔ تو اتنے میں ایک شخص دریا سے نکل کر مجھے کہنے لگا۔ کہ چونکہ میں تجھے مشغول پاتا ہوں۔ اس لیے تو کپڑے مجھے دھونے دے۔ اور تو یادِ الٰہی میں مشغول ہو۔ مَیں نے کہا کہ میں خالی کس طرح رہ سکتا ہوں۔ مَیں تو دونوں کام کر رہا ہوں۔ یہ سن کر وہ تو چلا گیا۔ جب مَیں حضرت میاں جیو صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ واقعہ عرض کیا۔

جناب نے فرمایا کہ یہ یقینی امر ہے۔ کہ جو شخص یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے۔ وہ کب دوسروں کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔

ابوبکر کتانی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابراہیم بحری سفر سے جب واپس آئے۔ تو میں نے پوچھا کہ اس سفر میں کون سے عجائبات دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ خضر علیہ السلام آکر مجھے فرمانے لگے کہ ابراہیم اگر تو چاہے۔ تو میں تیرے ہمراہ ہولوں۔ میں نے کہا نہ۔ پوچھا کیوں! میں نے کہا۔ میں ڈرتا ہوں کہ تیرے ہمراہ ہونے سے مجھے تجھ سے الفت ہو جائے۔ اور یادِ الٰہی سے باز رہ جاؤں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ شیخ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمتہ نے مجھے فرمایا۔ کہ اگر تجھے خضر کی صحبت بھی نصیب ہو تو اس سے توبہ کرنا۔ اور کسی کے ساتھ مل کر جانے سے بھی توبہ کرنا۔ اور یہ اس واسطے ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ صحبت رکھتے ہیں۔ انہیں باواسطہ صحبت بھلی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ اس سے گریز کرتے ہیں۔ خواہ وہ صحبت خضر ہی کی کیوں نہ ہو۔ دوست کے ساتھ اکیلے ہونے سے ہی لطف آتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من استأنس اللہ التوحش من غیر اللہ جو اللہ تعالیٰ سے الفت پیدا کرتا ہے۔ اسے ماسویٰ اللہ سے وحشت آتی ہے۔ جب تک غیر نظر سے نہ اٹھ جائے۔ کب نظر غیر سے انمتی ہے۔ جس سے تو محبت کرے۔ اور جس کی صحبت اختیار کرے اسی کی کر۔ کیونکہ اس کے سوا سب ہیچ ہے۔ پہلی مرتبہ جب بندہ آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ تو چونکہ مجھے پہلے آپ نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس لیے نام پوچھا۔ میں نے عرض کی فقیر۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر کا بھی کچھ نام ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی آپ پر روشن ہے۔ آپ نے فرمایا بس معلوم ہو گیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور اس پہلی ہی صحبت میں آپ کی عنایت سے وہ انوار میرے دل میں آئے۔ جن کا خیال تک نہ تھا۔ بندہ نے عرض کی کہ میں اس رباعی کے مضمون کے موافق آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ پورا کریں گے۔ رباعی:

آن گم شدہ با اللہ خدا آگاہ است ——— افتادہ یقین بدست ملاشاہ است

بر رنگ برنگ دلی و آہستہ بگوئے ——— در گوش کسے طالب اللہ است

آپ نے فرمایا کہ تیرا مطلب یہ ہے۔ اور تو اس کام کے لیے آیا ہے۔ کیا یہی ہے نہ۔ مَیں نے عرض کی بجا ہے۔ پھر فرمایا کہ دراصل اس مطلب کے سوا اور کوئی مطلب نہیں ہے۔ اور اس کام کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ بلکہ وہ بیکاری میں داخل ہے۔ پھر آپ نے خوش وقت ہو کر فرمایا۔ کہ اس گم شدہ کو ہم نے ڈھونڈ لیا ہے۔ اور یہ رباعی فرمائی:

آنکس کہ زروئے صدق دو لتخواہ است　　　آخر او را بسوئے دولت راہ است

دولت یعنی معرفت اللہ است　　　ایں دولت درخانۂ ملا شاہ است

اور نیز فرمایا۔ کہ جب میں پہلے پہل اپنے وطن سے آیا۔ تو کشمیر میں تین سال تک رہا۔ پھر میرے دل میں طلب الٰہی پیدا ہوئی۔ پھر میں کشمیر سے ہندوستان کی طرف کسی شخص کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے روانہ ہوا۔ اور لاہور سے گزر کر آگرے کی طرف متوجہ ہوا۔ راستے میں ایک شخص نے حضرت میاں جیو صاحب کا ذکر کیا۔ کہ لاہور میں اس قسم کا ایک بزرگ خدا ہیں۔ جو عارف باللہ اور ترک و تجرید میں کامل ہیں۔ یہ بات سنتے ہی میرے دل میں تازگی سی آگئی۔ مَیں نے واپس جانا چاہا۔ تو اس نے پوچھا۔ کہ لوٹ جانے کا کیا سبب۔ میں نے کہا۔ جو کچھ میری خواہش تھی۔ اس کا پتا معلوم ہو گیا کہ وہ لاہور میں ہے۔ اس نے کہا آگرے میں بھی ایک کامل درویش ہے۔ میں اس کے ہمراہ اس درویش کی زیارت کے لیے آگرے پہنچا۔ جب اسے دیکھا۔ تو جس چیز کا مَیں طالب تھا۔ وہ اس میں نہ پا کر واپس لاہور آیا۔ اور حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں وہ چیز پائی۔ جس کا مَیں خواہشمند تھا۔ مَیں نے آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کو لازم جانا۔ لیکن آپ مجھ سے استغنا فرماتے۔ یہاں تک کہ تین سال تک میری طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ تین سال بعد جو پہلی بات آپ نے مجھ سے کی وہ یہ تھی۔ کہ باوجودیکہ میرا کوئی گھر نہ تھا۔ آپ نے پوچھا۔ کہ کہاں رہتے ہو۔ مَیں نے عرض کی کہ مسجد میں۔ آپ نے فرمایا۔ مسجد میں نہ رہنا۔ مَیں نے آپ کے فرمان کے مطابق مسجد میں رہنا ترک کر دیا۔ پھر پوچھا کہ کیا کھاتے ہو۔ میں نے عرض کی کہ بازار کی روٹی۔ آپ نے فرمایا کہ بازار کی روٹی نہ کھانا۔ باوجودیکہ مجھے کہیں سے خوراک مہیا ہونے کی امید نہ تھی۔ میں نے بازار کی روٹی کھانی چھوڑ دی۔ اور فاقہ اختیار کیا

پھر آپ نے مہربان ہو کر مجھے یادِ الٰہی میں مشغول فرمایا۔ وفات سے چند سال پیشتر مجھے اشارتاً کچھ فرمایا۔ جسے مَیں نے اچھی طرح ذہن نشین کر لیا۔ ایک رات لاہور میں فجر ہونے سے پیشتر مجھے دولت سعادت نصیب ہوئی۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ مقام اور مرتبہ اور ہے۔ اور جو کچھ میرا مطلب تھا۔ اور جس کی خواہش مجھے سالہا سال سے تھی۔ اَب مجھے ملا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ پہلے احوال ذوق۔ اور محبتیں سب اس کے مقابلے میں ہیچ تھیں۔ یہ مرتبہ ریاضت سے کسی کو نہیں ملتا۔ اور نہ ہی اس مرتبہ کے لیے ریاضت کسی سے ہو سکتی ہے۔

بیس سال تک ہم جستجو میں رہے۔ آخر کار تحقیق ہو گیا۔ کہ ہم اپنی ہی طلب میں تھے واقعی اس وقت میرے دل میں ذوق اور بے اندازہ سوز پیدا ہوا۔ بصد مشکل مَیں نے صبح کی نماز ادا کی۔ اور بے تاب ہو کر حاجی صالح کو بلا کر اس پر سارا حال ظاہر کر دیا۔ کہ اس قسم کی دولت مجھے نصیب ہوئی ہے۔ تو کیوں ایسی سعادت سے بے نصیب رہ جائے۔ لے لے جو کچھ تجھ سے ہو سکتا ہے۔ اور مَیں نے ایماء اور اشارہ شروع کیا۔ تو اس میں بھی ذوق اور شورش پیدا ہو گئی۔ میرا ایک اور دوست ملا مسکین نام تھا۔ اور دونوں حضرت میاں جیو صاحب کے مرید تھے۔ اسے بھی بلا کر میں نے وہی کہا۔ جو حاجی کو کہا تھا۔ چونکہ مادہ تیار تھا۔ اس میں بھی ذوق اور شورش پیدا ہو گئی۔ اور جس چیز کی تلاش میں تھے وہ انہیں مل گئی ؎

دولت یاراں۔ در گرفت   در گرفت از ملاحظے تا سر گرفت

بعد ازاں میں اس دولت عظمیٰ اور سعادت کبریٰ کو اچھی طرح مضبوط کر کے گوشہ نشین ہو گیا۔ اور اس کی اچھی طرح تحقیقات کرنے لگا۔ تو اس کے تمام مراتب مجھ پر ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ اسی وقت میری طبیعت موزوں ہو گئی۔ اور شعر کہنے شروع کیے۔ اس سے پیشتر مَیں نے کبھی شعر نہیں کہا تھا۔ حاجی صالح کو مَیں نے کہا۔ کہ تم اس حالت کو حضرت میاں جیو صاحب کی خدمت میں عرض کر دینا۔ جب اس نے ظاہر کیا۔ تو جناب نے فرمایا۔ کہ مبارک ہے۔ اس روز سے میں آکر کشمیر میں مقیم ہو گیا۔ اس وقت آپ کا مکان مبارک جو طالبوں کا کعبہ اور حاجتمندوں کا قبلہ ہے۔ قلعہ کشمیر کے درمیان کوہ ہری پربت پر واقع ہے۔ جو کہ بہت پر فضا مقام ہے۔ اور وہاں سے شہر کا اکثر حصہ دکھائی دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اب میرا وقت بہت خوش ہے۔ اور

خوشی سے اوقات بسری کرتا ہوں۔ اور مجھے کسی شخص یا چیز کی پرواہ نہیں۔ خواہ کوئی کچھ کہے سُنے۔ خواہ انکار کرے یا قبول کرے۔ مجھے کچھ ڈر نہیں۔ رباعی

راہے کشیم زعالم دل پیدا — تحقیق از انراہ رسیدم بخدا
از پائے نشستم بہ تسلی نوعے — گو بر سر من قیامت شود برپا

رباعی

از توحید گہرے نیست مرا — جز معرفت حق ثمرے نیست مرا
گر خصم بجان وتن یا دست نہد — با جان تن خویش سرے نیست مرا

اور میں بآواز بلند کہتا ہوں۔ کہ میں نے مطلب اعلیٰ حاصل کر لیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی سعادت ہے۔ جو مجھے حاصل ہوئی ہے۔ یہ سعادت۔ کثرت۔ ریاضت اور مجاہدہ سے حاصل مجھے نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ محض فضل الٰہی ہے۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء یہ فضل الٰہی ہے۔ جسے چاہتا ہے۔ عنایت کرتا ہے۔ شروع میں کبھی کبھی مجھے قبض ہو جاتی۔ اور اکثر مشائخ اور حضرت میاں جیو صاحب کے یاروں کو قبض وبسط ہوتی۔ لیکن جب سے مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی۔ پھر کبھی مجھے یا میرے یاروں کو قبض نہیں ہوئی۔ اور اس وقت بھی میرے طریقے میں قبض نہیں ہے۔ مصرع

بسط بر بسط و بسط بر بسط است

فی الواقع جب سے بندہ آپ کا مرید ہوا ہے۔ اسے بھی قبض نہیں ہوئی۔ ایک رات میں نے آپ کو دیکھا۔ کہ آپ ہاتھوں سے اپنے بازوؤں کو ملتے ہیں۔ اور خوش وقت ہوتے ہیں۔ مجھے گمان ہوا۔ کہ آپ کے ہاتھ کو کچھ تکلیف ہے۔ اور پہلے بھی میں نے سُنا تھا۔ کہ آپکے بازوؤں میں کچھ بیماری کی شکایت ہے۔ اس کی بابت جب میں نے پوچھا۔ تو فرمایا۔ کہ جس کا محبوب بغل میں ہو۔ وہ یقیناً ہر گھڑی اسے زور سے دباتا ہوگا۔ جس سے اسے ذوق اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کا اشارہ میں سمجھ گیا:

از کنار خویش مے یابم دما دم بوئے یار
زآن ہمیگیرم بہر دم خویشتن را در کنار

میں نے آپ سے سوال کیا۔ کہ آیا غوث کا مرتبہ بلند ہے۔ یا قطب کا آپ نے فرمایا۔ کہ

غوث۔ قطب۔ اوتاد اور ابدال میں سے ہر ایک کا مرتبہ جداگانہ ہے۔ اور ہر ایک کو ایک خاص خدمت سپرد ہے۔ لیکن وہ جماعت جو خاص الخاص ہے۔ اور جس کا وجود نہایت عزیز ہے۔ وہ مفرد ہے۔ اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کچھ مطلوب نہیں۔ اور کوئی چیز اس سے باز نہیں رہتی۔ اور وہی محبوب خدا ہے۔ اور یہ اشارہ اپنی ذات کی طرف تھا۔ کچھ عرصے بعد پھر میرے دل میں خیال آیا کہ اولیائے سلف کے حالات تو معلوم بھی ہیں۔ اور کتابوں میں بھی مندرج ہیں۔ لیکن حضرت اخوند صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے حالات و مقامات مجھے معلوم نہیں۔ چنانچہ ایک رات جب میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ تو یہی خیال دل میں گزرا۔ آپ نے فی الفور اس بات سے مطلع ہو کر فرمایا۔ کہ فقیروں میں سے بعض ایسے بھی ہیں۔ کہ ان کا مرتبہ یہاں تک پہنچ گیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے حق میں یہ فرمایا ہے "بی یسمع و بی یبصر و بی یبطش و بی یمشی مجھی سے سنتا ہے مجھی سے دیکھتا ہے۔ مجھی سے پکڑتا ہے۔ اور مجھی سے چلتا ہے" اور جنہیں ایسا مرتبہ نصیب ہے۔ وہ خال خال ہیں۔ وہ دوگانگت۔ غوثی اور خدمت سے بری ہیں۔ اس واسطے اِن کو مفرد کہتے ہیں۔ پس مجھے معلوم ہو گیا کہ حضرت اخوند صاحب اپنے حال و مقام کی نسبت فرما رہے ہیں۔ اور درحقیقت آپ کا مقام بدرجہ کمال تھا۔ اس زمانے میں آپ فرد ہیں۔

شیخ ابنِ عربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مفرد دائرۂ قطبیت سے خارج ہیں۔ خضر علیہ السلام بھی انہیں میں سے ہیں۔ اور ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پیشتر انہیں میں سے ہیں۔

شیخ جمال العارفین ابو محمد عبد اللہ بصری فرماتے ہیں کہ خضر علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ سب سے عجیب بات جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی۔ کہ میں نے سمندر کے کنارے ایک مرد اور عورت کو گدڑی میں لپٹے ہوئے دیکھا جو میرا نام جانتے تھے۔ اور جنہوں نے بغیر دیکھے مجھے پہچان لیا حالانکہ مَیں نے انہیں نہیں پہچانا۔ اور وہ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ مَیں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! میں حالانکہ اولیاء کا نقیب ہوں۔ لیکن انہیں نہیں پہچانتا۔ آواز آئی۔ کہ ابو العباس تو بے شک اولیاؤں کا نقیب ہے۔ لیکن ان کا جو مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ مگر یہ اِن لوگوں میں سے ہیں جنہیں میں پیار کرتا ہوں۔ شیخ جمال العارفین نے خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ اس قسم کے دوستوں کا کوئی سردار بھی ہوگا۔ جس کی طرف اِن کا رجوع ہوتا ہوگا۔ خضر علیہ السلام

نے فرمایا ہاں۔ شیخ جمال العارفین نے پوچھا۔ تو اس عہد میں کون شخص ہے۔ فرمایا۔ آج کل شیخ محی الدین رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ آپ افراد میں سے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نے شیخ محی الدین ابن عربی کے بحر حقیقت کی تعریف بہت کی ہے۔ ان کے اشعار اور دقیق کلام کو اکثر بولتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ مولانا جامی کی عمدہ تصانیف سے ان کے لوائح ہیں۔ اور نیز فرماتے تھے کہ اگر مولانا عبدالرحمٰن جامی پیدا نہ ہوتے تو شیخ محی الدین عربی کی باتوں کو کون بیان کر سکتا۔ آج کل آپ ذوق عظیم رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ خوش و خرم اور خوش وقت رہتے ہیں۔ ایک روز مجھے فرمایا۔ کہ اس سے بیشتر بعض کم مخت ملاؤں اور خشک زاہدوں نے ہمیں ایسا ستایا۔ کہ ہم نے ٹھان لی۔ کہ بس اس کے بعد کسی کو مشغول نہ کریں گے۔ اور نہ کسی کو ارشاد کریں گے۔ اور نہ ہی لوگوں میں بیٹھیں گے۔ اور ہم فی الواقع لوگوں کے میل جول سے کنارہ کشی کرتے رہے۔ لیکن اب محض تمہاری خاطر ذوق میں آتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو آگئے ہیں۔ مشغول کرتے ہیں۔ ان تمام پر تیرا حق احسان ہے۔ آج کل حضرت میاں جیو صاحب کا طریقہ عالیہ اور ارشاد۔ اور طالبوں کو تھوڑے عرصے میں مراد کو پہنچا دینا۔ جناب کے وجود شریف پر منحصر ہے۔ آپ کا طریقہ بسط اور رجا پر مبنی ہے۔ جیسا کہ یحییٰ معاذ رحمتہ اللہ علیہ کا طریقہ تھا۔ چنانچہ ایک روز مجھے فرمایا کہ رونا دھونا مردوں کا کام نہیں اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون "خبردار اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو کسی قسم کا ڈر نہیں۔ اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔" وہ میں نے آپ ہی میں مشاہدہ کیا۔ بلکہ آپ کی برکت سے ہم میں سے بھی کسی کو غم و اندوہ نہیں۔ اس زمانے میں آپ صاحب رائے اور شرع ہیں۔ بعض کو تو حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کے طریقہ کے موافق مشغول کرتے ہیں۔ اور بعض کو آج کل اپنے خاص طریقہ کے موافق مشغول فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا "جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کریں گے۔ ہم انہیں عنقریب ہی اپنی راہیں دکھا دیں گے۔" از روئے عنایت مجھے فرمایا۔ کہ ہم نے تجھے حضرت میاں جیو صاحب کے طریقہ کے موافق جو کہ جامع برکات ہے۔ تعلیم کی۔ تھوڑے عرصے بعد فرمایا۔ کہ جس طور پر حضرت میاں جیو صاحب نے مجھے تعلیم کی میں نے بھی روز بروز اسی طرح تجھے

سبق دیا۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو صاحبؒ کے طریقے میں بہت سی محنت برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اور بغیر ترک و تجرید کے اس میں کچھ حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے ہم نے مریدوں پر بہت سہل کر دیا ہے۔ اور سب کے عوض ہم ہی نے ریاضت کر لی ہے۔ اور ان کو ریاضت سے بری الذمہ کر دیا ہے۔ اب ہمارے طریق میں راحت بسط اور خوشی ہے۔ اور نیز فرمایا۔ کہ اخیر سال میں نے حضرت میاں جیو صاحبؒ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کی طرف سے لوگوں نے مجھے کچھ کہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں مرید کروں۔ ورنہ نہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے طریق کے موافق ارشاد کروں۔ یا کسی اور طریقے کے لیے بھی اجازت ہے آنجنابؒ نے جواب میں لکھا کہ مریدوں کو ضرور ارشاد کرنا چاہیے۔ اور تیرے لیے مبارک ہے۔ جس آسان اور نزدیک طریق سے ہو سکتا ہے۔ ان کی راہنمائی کرو۔ ابن عطا قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ سمعک من یدلک علی راحتک لا من یدلک علی تعبک مولوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زچندیں رہ بہانیت آورد   نیا وردت برائے انتقامے

اور نیز مجھے فرمایا کہ حضرت میاں جیو رحمتہ اللہ علیہ نے بار بار مجھے فرمایا تھا کہ ملا شاہ تو نے ہمارے چراغ کو روشن کیا ہے۔ سو فی الواقع آپ نے چراغ قادریہ کیا۔ بلکہ تمام اولیاء کا چراغ روشن کیا۔ اس آخری زمانے میں لوگوں کے درمیان آپ کا وجود مبارک ہدایت خلق اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ کرنے کے لیے صاحب قدرت و تصرف اور معرفت اور حقیقت میں یگانہ ہے۔ آپ فضل اور رحمت الٰہی کی ظاہر نشانی ہیں۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ ہم نے بعض کتابوں میں پڑھا تھا کہ مشائخ بوڑھے اور ماندے آدمی کو مشغول نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ وہ کسی مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔ مرشد کو مناسب ہے۔ کہ ان پر مشقت کا بوجھ نہ ڈالے۔ مگر مجھے اس بات سے تعجب آتا تھا۔ کہ بارگاہ الٰہی کی دعا میں توفیق اور کرم کی کوئی انتہا نہیں۔ اور ادعونی استجب لکم کے موافق ہر سائل کو قبول کرتا ہے۔ پھر کس طرح کوئی محروم رہ سکتا ہے۔ میرے دل میں خیال آیا۔ کہ کسی بوڑھے آدمی کو مشغول کروں۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ میں باغ میں جا کر مراقبہ کر رکھا تھا۔ اور میرا

ایک یار پاس ہی بیٹھا تھا۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو میری نگاہ ایک سفید ریش بوڑھے آدمی پر پڑی جس کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہو گی۔ اور جو ہم دونوں کے درمیان بیٹھا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ امتحاناً میں اس بوڑھے کو مشغول کرونگا۔ اور دیکھونگا۔ کہ کشائش ہوتی بھی ہے یا نہیں۔ جب میں اچھی طرح غور کی تو معلوم ہوا کہ یہ مرد کافر ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اب اپنی تلوار آزمانے کا وقت ہے۔ میں نے متوجہ ہو کر اس میں تصرف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو کفر سے ہٹا لیا۔ اور اس گھڑی مسلمان ہو گیا۔ اور اسی وقت میں نے اسے مشغول کیا۔ سو خدا نے اسے بہت کچھ عنایت کیا۔ اور وہ ایک مومن عارف بن گیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ یہ بات صرف شیخ کے اپنے کمال پر منحصر ہے۔ کامل شیخ جسے چاہے اور جس وقت چاہے اعلیٰ مرتبے پر پہنچا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ کمال قدرت اور تصرف آپ کو ہی عطا فرمایا تھا۔ کہ جو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، خواہ بوڑھا ہوتا یا جوان۔ خواہ کافر ہوتا یا مسلمان۔ خواہ نابینا ہوتا یا بینا اس کے باطن میں کشائش ہوتی۔ اور اس کے دل کے تالے کھل جاتے اور اسے ظاہر و باطن کی بینائی مل جاتی۔ اور بغیر ترک و تجرید اور ریاضت و مجاہدہ عارف ہو جاتا۔

چنانچہ اس بارے میں فرماتے ہیں۔ (رباعی)

شاہا داری خانۂ دلہا آباد	آباد ترا خانہ آبادی باد
زنیہا کہ توئی بفتح دلہا استاد	مفتاح القلب بایدت نام نہاد

ہر ایک سے ایسی استادی شاگردی نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہر ایک موتی بدخشان سے نکلتا ہے۔ اور نہ پتھر کا ہر ایک ٹکڑا لعل ہو سکتا ہے۔ جس قسم کی عنایت مہربانی۔ مرید پروری۔ تربیت۔ ارشاد۔ خوش خلقی اور احسان آپ میں پایا جاتا ہے۔ وہ کسی میں نہ دیکھا نہ سنا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک فرد بشر میں عرفان کی استعداد ہے۔ اور جو شخص ہمارے پاس آتا ہے۔ ہم اس کی استعداد کو ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس کی خبر ہم اسے دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ (رباعی)

مپسند بخویش از خدا دوری را	ترجیح مدہ بوصل مہجوری را
بینائی آگہی و کوری غفلت است	بر بینائی فضل مدہ کوری را

انسان کی پیدائش ہی عرفان کے لیے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ای لیعرفون" "جن و انسان کا ظہور محض عرفان اور حقیقت کی خاطر ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق "میں ایک چھپا خزانہ تھا۔ جب میں نے چاہا۔ کہ میں پہچانا جاؤں گا۔ تو میں نے خلقت کو پیدا کیا" وہ بھی چاہتا ہے۔ کہ لوگ مجھے پہچانیں:

بکور دتاب مستوری ندارد

اور حقیقی ایمان سے مشرف ہوویں۔ کیونکہ ان کے لیے کوئی دولت اور سعادت ایمان حقیقی سے بڑھ کر نہیں۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تلوار پہن کر جہاد کیا۔ تو محض اس خاطر کہ توحید اور حقیقی ایمان کی اشاعت ہو جائے۔ اور تمام انبیاء علیہ السلام بھی اس کام کے لیے مامور تھے۔ اس اُمّت کے اولیاء کو بھی لازم ہے۔ کہ توحید۔ حقیقی ایمان۔ مردہ دلوں کے زندہ کرنے۔ بند قفلوں کے کھولنے اور خستہ جانوں کو شفا دینے کے بارے میں کوشش کریں۔ ہمارے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی کرامت۔ درجہ۔ مقامِ حالت اور کشف نہیں۔ کہ مردہ دلوں کو زندہ کیا جائے۔ بندھی ہوئی گرہیں کھولی جائیں۔ اور غفلت میں زندگی بسر نہ کریں اور نہ کرنے دیں۔ اور یہ رباعی پڑھی:

شاہا بردار ستر مستوراں را بینائی بخش دیدۂ کوراں را
نزدیک آور بعنایت وصل نزدور ازغایت نزدیکی خود دوراں را

مریدوں کو حقیقی ایمان اور عرفان عطا کرنے کے بارے میں آپ جیسا کوئی جوانمرد کریم نہ دیکھا۔ نہ سنا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں۔ (رباعی)

ایں عالم دل کہ عالم عرفان است پیش مرداں بیک نظر آسان است
کنگال و گنج بخشی فا فہم ایں شیوہ ہمتِ جوانمردان است

ایمان حقیقی کے پالینے کے بارے میں بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ اور ہمیشہ مجلس میں اصحاب سے اور نیز آئندہ روندہ سے اسی بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ اور نصیحت کرتے ہیں۔ اور اپنی یہ رباعی پڑھتے ہیں:

گویم بتو از قصۂ عرفان بشنو　　از وادیٔ اسلام واز ایمان بشنو
عرفان گر نیست ہست ایمان تو ہیچ　　ایمان عرفان است مسلمان بشنو

ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے ایک دن میں ہزار آدمی کو مومن کیا۔ یعنی حقیقی ایمان تک جس سے مراد عرفان ہے، پہنچا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا آج کل بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ چار پانچ اصحاب کبار وہاں پر موجود تھے۔ انہوں نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ اگر ہم تم اور یہ جماعت اور چند ایک اور لا کر بیٹھ جائیں تو ہزار سے بھی زیادہ ہو سکتے ہیں۔ اور یہ سب ایمان حقیقی کو پہنچ سکتے ہیں۔ اور جو کچھ فرمایا، بالکل آپ کے کمال تصرف اور قدرت کے لحاظ سے قرین قیاس تھا۔ صرف تھوڑی سی توجہ سے آپ ایسا کر سکتے تھے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد می فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ایمان کی تین قسمیں ہیں۔ ایمان عوام۔ ایمان خواص اور ایمان اخص الخواص۔ عوام کا ایمان تو یہ ہے۔ جو حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ فآمنوا باللہ ورسولہ النبی الذی یومن وکلماتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے نبی مرسل پر اور اس کے کلمات پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی پیروی کرو۔ ممکن ہے کہ تمہیں سیدھی راہ مل جائے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الایمان ان تومن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والبعث بعد الموت والجنۃ والنار والقدر خیرہ وشرہ" جو شخص خدا۔ رسول۔ فرشتوں۔ آسمانی کتابوں۔ پیغمبروں۔ موت کے بعد زندہ ہونے۔ بہشت اور دوزخ پر ایمان لائیگا۔ اور خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانیگا۔ اور ان باتوں کا اقرار زبان سے کریگا۔ اور یقین دل سے کریگا۔ وہ مومن ہو جائیگا۔ خواص کا ایمان یہ ہے کہ صفات الٰہی میں کوئی صفت دل پر تجلی کرتی ہے۔ اور تمام اعضا اس کی تابع ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک صفت کی تجلی موسیٰ علیہ السلام کے دل پر کی۔ تو آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش سنبھالی تو عرض کی۔ تبت الیک وانا اول المومنین یعنی میں ان میں کا پہلا شخص ہوں۔ جو ایمان لائے ہیں۔ ایمان اخص الخواص وہ ہے۔ کہ انانیت کا حجاب اٹھ جائے۔ اور دل پر ذاتی تجلی ہو۔ اور موہوم ہستی مضمحل ہو جائے۔ اور مکان۔

زبان اور قرب وبعد سے فارغ ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس ایمان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا باللہ ورسولہ اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ۔ یعنی وہ لوگو جو عوام کا سا ایمان لائے ہو۔ خواص کا سا ایمان لاؤ۔ اور جو خواص کا سا ایمان لائے ہو۔ وہ اخص الخواص کا سا ایمان لاؤ۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یا معاذ اتدری ما حق اللہ علی عبادہ وما حق العباد علی اللہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد ان تعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئا الخ یعنی اے معاذ! کیا تجھے معلوم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر کیا حق ہے۔ اور بندے کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے۔ اس نے کہا۔ خدا اور رسولؐ زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا بندے پر یہ حق ہے۔ کہ بندہ اس کی عبادت کرے۔ اور کسی چیز کو اس کا شریک کسی حالت میں بھی نہ بنائے۔ اور ہرگز ہرگز اس کے غیر کی طرف متوجہ نہ ہو۔ عین یہی حالت ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی رات تھی۔ جس کی نسبت خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما زاغ البصر وما طغیٰ یعنی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چشم مبارک غیر کی طرف ملتفت نہ ہوئی۔ اور نیز فرماتا ہے۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ قاب قوسین کے مرتبے میں بھی ابھی مکان کی قید تھی۔ جب وہاں سے آگے بڑھے۔ تو او ادنیٰ کے درجے کو پہنچے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ یعنی مرتبہ عبودیت والوہیت میں جو گزرا سو گزرا۔ اور نیز اس ایمان کی نسبت اس آیہ کریمہ میں خبر دی ہے۔ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون پس جو ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ وہ ضرور حقیقی ایمان ہو گا۔ اس بندے کی نسبت ارادت اگرچہ ابتدا سے حضرت غوث الثقلین ابو محمد شاہ محی الدین سید عبد القادر جیلی رحمتہ اللہ علیہ کی قدسی نشان آستان کے کتوں کے زمرے میں ہے۔ اور لڑکپن سے لے کر اس وقت تک کہ میری عمر اٹھائیس سال کی ہو چکی ہے۔ تمام احوال اور اوقات میں باطنی طور پر آنحضرت رحمتہ اللہ علیہ کی روح پاک سے تربیت حاصل کی ہے۔ اور ہر وقت اور ہر مقام پر آنجناب میری مدد و معاونت کرتے آئے ہیں۔ اور واقعات میں اس بندے کو زانو بہ زانو بٹھا کر تربیت کی ہے۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ اس کے بعد بھی

دنیا اور آخرت میں میری مدد کریں گے۔ لیکن حضرت پیر دستگیر میاں جیو قدس سرہٗ زندگی میں ظاہر میں بھی مجھ پر کمال عنایت فرماتے تھے۔ اور باطن میں میری تربیت بھی کرتے تھے اور وفات کے بعد بھی بطریق اویس مرید کی تربیت کرتے ہیں۔ اور جن دنوں کشمیر میں حضرت اخوند صاحب کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے تو کمال ہی عنایت۔ تربیت اور لطف فرمایا۔ جو احاطہ تقریر و تحریر سے باہر ہے۔ اور مجھے مشغول فرمایا۔ اور جو کچھ میں چاہتا تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں مجھے حاصل ہو گیا۔ اور جس قدر عنایت میرے حال پر فرماتے تھے۔ وہ بیس بیس تیس تیس سال کے مریدوں پر بھی نہیں فرماتے۔ چنانچہ ان میں سے بہتوں کا ذکر انشاء اللہ کیا جاویگا۔ اس بارے میں فقیر سے بہت نیکیاں کیں جو از روئے حجاب نہیں لکھی گئیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک رات جب بندے نے آپ کو بہت خوش و خرّم دیکھا۔ تو عرض کی کہ اس قسم کی تر و تازگی اور خوش و خرمی کسی چہرے پر نہیں دیکھی۔ آپ نے بھی مسکرا کر کمال عنایت سے فرمایا کہ ہم نے بھی تجھ جیسا خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔ میں اٹھ کر تواضع بجالایا۔ ایک روز مجھے طالبوں کو ہدایت اور ارشاد کرنے کی اجازت کے بارے میں بہت مبالغہ فرمایا۔ لیکن میں نے پاس ادب کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ کہ شاید مجھ سے ایسا بڑا کام ہو سکے یا نہ ہو سکے۔ اور دوسروں کو ہدایت کر سکوں یا نہ کر سکوں اور مجھے حق تعالیٰ اس راہ پر قائم رکھے یا نہ رکھے۔ اور میرے ہاتھ سے دوسروں کو کشائش حاصل ہو یا نہ ہو۔ لیکن جب آپ نے بہت اصرار فرمایا۔ تو میں نے قبول کر لیا۔ اور نیز بعض علماء جو میرے آشنا تھے۔ وہ مجھے اس کام کی بابت ملامت کرتے تھے۔ میں نے گھر جا کر اس نیت سے قرآن مجید سے جس کے ساتھ ہی تفسیر حسینی بھی تھی استخارہ کیا۔ تو آیت کریمہ نکلی۔ لکل امة جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک فی الامر وادع الی ربک انک لعلی ھدی مستقیم وان جادلوک فقل اللہ اعلم بما تعملون تفسیر میں اس کی بابت یوں لکھا تھا۔ کہ ہم نے ہر ایک گروہ اور ہر قوم کے لیے ایک خاص دین اور شریعت قائم کی ہے۔ کہ جس سے سب اس دین والے اس کی پیروی کرتے ہیں۔ پس بہتر ہے۔ کہ وہ تم سے دین کے بارے میں نہ جھگڑیں۔ کیونکہ تیرا دین اس سے زیادہ ظاہر ہے۔ کہ اس میں جھگڑا وغیرہ ہو سکے۔ آفتاب کی روشنی کو تسلیم کرنے میں کس کو تامل ہو سکتا ہے۔ اور لوگوں کو توحید کی طرف بلا۔ اور اللہ تعالیٰ

کی عبادت کر۔ کیونکہ تو بے شک ٹھیک راہ پر ہے۔ اگر دشمن تجھ سے جھگڑیں۔ حالانکہ حق ظاہر ہو چکا ہے۔ اور حکم لازم ہو چکا ہے۔ پس انہیں کہدے۔ کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور جو جھگڑے وغیرہ تم کر رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کا بدلہ دیگا"۔ جب میں نے یہ واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے نہایت خوش وقت ہو کر فرمایا۔ کہ بہت اچھا ہوا۔ جو تمہیں حق تعالیٰ کی طرف سے بھی اجازت مل گئی۔ مگر تیرے اعتقاد میں ابھی کچھ شبہ باقی تھا۔ میں نے عرض کی کہ یہ استخارہ میں نے اس وجہ سے نہیں کیا۔ کہ مجھے اس طریقہ عالیہ سے کسی قسم کا انکار یا اس پر شبہ تھا۔ بلکہ محض دلی اطمینان کی خاطر کیا تھا۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا کہ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ " اے پروردگار! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اولم تومن "کیا اس بات پر تیرا ایمان نہیں؟" آپ نے عرض کی کہ ایمان تو ہے۔ لیکن لیطمئن قلبی صرف اس واسطے کہ میرے دل کو تسلی ہو جائے۔ جب قرآن مجید سے جو در حقیقت بلا واسطہ حضرت حق عزوجل سے بات کرنا ہے۔ اس قسم کا واضح حکم ظاہر ہوا۔ تو اسے میں اپنی سعادت سمجھ کر شکر بجا لایا۔

ایک مرتبہ مجھے رویت کے مسئلے کی بابت مشکل پیش آئی۔ اور میرے دل میں شبہ پیدا ہوا۔ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ ان دو باتوں میں سے ایک تو حل ہو گئی۔ لیکن دوسری کی بابت کہ بہشت میں دیدار الٰہی ہو گا۔ کچھ شبہ دل میں رہا۔ اور دل کی تسلی نہ ہوئی۔ مگر پھر بھی مجھے یقین ہو گیا۔ کہ میں نے ہی جواب کو اچھی طرح نہیں سمجھا۔ اور پھر پاس ادب کی وجہ سے دوبارہ سوال نہ کر سکا۔ کیونکہ آپ کی ہیبت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ چنانچہ آپ کی مجلس میں کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ اور نہ ہی ہنسی اور بے ادبی کی۔ آپ کا سا رعب کسی میں نہ دیکھا گیا۔ لیکن پھر بھی جو لطف و عنایات اصحاب پر کرتے تھے۔ ویسا بھی کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ جب وہ ... ہوئے بغیر آپ کی خدمت سے رخصت ہوا۔ تو اثنائے راہ میں میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کی طرف توجہ دی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح مع ارواح خلفائے راشدین تشریف فرما ہوئی۔ میں نے اپنا شبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا۔ کہ جب تو اللہ تعالیٰ کو قادر جانتا ہے۔ تو پھر جس طرح وہ چاہے

اپنا آپ بندوں کو دکھا سکتا ہے ۔اس جواب سے میرا شبہ جاتا رہا ۔ اور میری مشکلات حل ہوگئیں ۔جب پھر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ تو فرمایا کہ تو یہی تھا ۔ لیکن جس نے تجھ سے یہ جواب دیا ۔ اسی نے ہی ہمیں بھی دیا تھا ۔ اور یہ جواب لکھنے کے قابل ہے ۔

جب میں ساتویں ماہ جمادی الآخر کو ضروری کام کے سبب آپ سے رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوا ۔ تو اس وقت وہاں پر چند ایک کامل اور مخصوص اصحاب موجود تھے ۔ ہر ایک کے حالات آپ نے بیان فرمائے ۔

اول ملا محمد سعید کی بابت آپ نے فرمایا ۔ کہ یہ صحیح النسب سید ہیں ۔ اور فضیلت بدرجہ کمال رکھتے ہیں ۔ اور تیس سال سے ہم اکٹھے رہتے ہیں ۔ اور کشمیر میں ہمارے رہنے کا سبب بھی یہی ہے ۔ طریقے میں بہت کامل اور عارف ہیں ۔ اور کبھی کبھی بعض کی تربیت ان کے حوالے کرتے ہیں ۔ اور ان کے فرزندوں کو اپنے فرزند خیال کرتے ہیں ۔ اور سب کو ہم نے بڑا کیا ہے ۔

دوم ملا مسکین ۔ پیشتر اس کے کہ وہ ہمارے طریقے میں آئے ۔ بڑے بہادر سپاہی تھے ۔ اب بھی اس طریقے میں داخل ہو کر اپنے کام کو بہادرانہ اور دیرانہ نبھایا ہے ۔ اور نباہ رہے ہیں ۔ اور اپنا کام حسبِ مراد کر لیا ہے ۔ اور بہت سے لوگوں کی تربیت ہم ان کے سپرد کرتے ہیں ۔ آپ ازراہ کمال عنایت ملا مسکین کو ملا دیوانہ کہہ کر مخاطب فرماتے قیاس فی الحج جو اکابر سے سنا ۔ اور ملا مسکین ہی میں دیکھا ۔ کیونکہ ان کی رفتار ۔ گفتار ۔ دستار اور اوضاع و اطوار سب آپ کے سے ہو گئے تھے ۔

سوم ملا محمد امین کشمیری ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ یہ اس شہر کے فاضل شخص ہیں ۔ اور مروجہ علوم سے اکثر انہوں نے عبور کیا ہے ۔ اور تعلیم دیا کرتے تھے طبیعت موزون تھی ۔ اور خوشنویس بھی تھے ۔ انہوں نے راہ سلوک اچھی طرح طے کی ۔ چنانچہ جیسی فضیلت ظاہری ان کو حاصل تھی ویسی ہی باطنی فضیلت بھی حاصل کر لی ۔

چہارم ملا عبدالنبی ۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی اس شہر کے فاضل اشخاص میں سے ہیں ۔ اور یہ کہ انہوں نے بھی اپنے باطن کو آراستہ کر لیا ہے ۔ اور ان کا وقت بہت خوش ہے اور اکثر مقامات کی سیر کے لیے ہم انہیں ہمراہ لے جاتے ہیں ۔

پنجم حاجی عبداللہ ۔ جس کو اس بندے کی التماس کے بموجب آپ نے مشغول فرمایا تھا۔ اور لاہور سے آکر آپ کی خدمت بابرکت میں مشرف ہوئے تھے ۔ ان کی نسبت فرمایا ۔ کہ حاجی ان دونوں شغل میں سرگرم ہے ۔ اور تمہارا حق حاجی پر بہت کچھ ہے ۔ ہم نے تمہاری خاطر حاجی کو قبول کیا ۔

بعد ازاں میں دیر تک مذکورہ بالا اصحاب کے ہمراہ آپ کی خدمت والا میں بیٹھا رہا ۔ اور حقائق و معارف کی باتیں ہوتی رہیں ۔ چنانچہ رخصت ہوتے وقت بندے کو اپنے مبارک ہاتھ کا لکھا ہوا عنایت نامہ عطا فرمایا ۔ جس میں لکھا تھا ۔ کہ ان یاروں کو جو شب قدر یعنی اس رات حاضر تھے ۔ ہماری دعا پہنچانا ۔ اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا ۔ کہ تو ہمارے یاروں کو نصیحت کرنا ۔ کیونکہ تو ان میں سے سب سے عقل مند ہے ۔ اور مجھے یہ بھلا معلوم ہوتا ہے کہ تو انہیں نصیحت کرے ۔ اور اگر کوئی شخص ہمارے فقیروں میں سے حد سے زیادہ بات کہے ۔ تو اسے ادب دینا ۔ اور اس سے باز رکھنا ۔ میں نے وداع ہوتے وقت دو باتوں کے لیے التماس کی ۔ ایک یہ کہ آپ دعا کریں کہ میں اس جہان سے ایمان حقیقی سلامت لے جاؤں ۔ اس کی نسبت آپ نے فرمایا کہ یقین ہے کہ خاتمہ بالخیر ہوگا ۔ اور کسی قسم کا خوف یا حسرت نہیں ہوگی ۔ کیونکہ بعد اور ہجر تجھ پر حرام ہے ۔ پھر بھی ہم دعا کرتے ہیں ۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ۔ اور دوسرے یہ کہ اگر بندے سے کوئی قصور یا بے ادبی ہو گئی ہو ۔ تو معاف فرمادیں ۔ اور یہ کہ اگر کوئی شخص میری نسبت کچھ کہے سنے ۔ تو آپ باور نہ کریں ۔ کیونکہ آپ کو مجھ پر کمال عنایت ہے ۔ ایسا نہ ہو ۔ کہ کوئی دشمنی سے میری نسبت کہہ دے ۔ اور آپ کو پسند نہ آئے ۔ کیونکہ اس گروہ میں غیرت بہت ہوتی ہے ۔ اور آپ کی رضامندی اور خوشنودی دینی اور اخروی نجات کا باعث ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ ہم تجھ سے راضی ہیں ۔ اور کمال درجے کی رضامندی اور خوشنودی رکھتے ہیں ۔ جس روز سے تو ہماری خدمت میں حاضر ہوا ہے ۔ جو قدم تو نے رکھا ہے ۔ ہماری خواہش کے موافق اور باادب رکھا ہے ۔ اور یہ کہ کسی شخص نے بھی تیری طرح ہماری خواہش کے موافق اس راہ کو طے نہیں کیا ۔ تیرا مرشد اللہ تعالیٰ ہے ۔ کہ جس نے بغیر کسی کے کہنے کے تجھے اس قسم کی راہ دکھلائی ۔ اور ہماری مرضی کے موافق تو پیش آیا ۔ تیرے بارے میں کوئی ہم سے کیا سنے گا ۔ خدا خود ایک ہے ۔ سو اس تک ہم تے تجھے پہنچا ہی

دیا ہے۔ پھر اٹھ کر میں نے سر آپ کے قدموں پر رکھ دیا۔ اور آپ نے ہمراہ ہو کر مجھے رخصت فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ وہ لوگ جو آج کل ہم میں آملے ہیں۔ ان کو میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ اور میں نے ان سے بھی کہہ دیا ہے۔ اس جماعت کے احوال کی خبر گیری کرنا۔ یہ ہمارے طریقے میں ہے کہ یاروں سے گفتگو کرنی چاہیے۔ تاکہ سب کا ملکہ درست ہو جائے۔ اگرچہ آپ نے کسی یار دوست اور مرید وغیرہ کی تواضع اٹھ کر نہ کی۔ اور نہ ہی ان کے طریقے میں ہے لیکن نہایت عنایت و شفقت سے آپ جب کہ میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتا۔ یا وہاں سے رخصت ہوتا۔ اٹھ کر تواضع کرتے۔ ملا سعید نے مجھے کہلا بھیجا کہ آپ کے چلے جانے کے بعد آنجناب نے فرمایا تھا۔ کہ اس جوان پر ہمیں امید ہے کہ طریقہ قادری کو رواج دیگا۔ اور بہت سے اشخاص کو ارشاد کریگا۔ ملا مسکین فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ ہم نے بہت اشخاص کو مشغول کیا۔ اور یہ امید کی کہ ہمارے طریقے کا رواج کریں گے۔ لیکن ہر ایک کسی نہ کسی بات میں اٹک کر رہ گیا۔ مگر اس جوان پر امید ہے۔ کہ ہمارے طریقے کو رائج کریگا۔ اس نے ہماری منشاء کے مطابق اس طریقے اور گفتگو پر عمل کیا۔ آپ میرا نام لے کر کبھی مخاطب نہ ہوتے۔ صرف جوان آدمی زادہ کہہ کر پکارتے۔ اور کمال عنایت سے یہ غزل بندے کی طرف لکھی۔ (وزن ؟)

اے بیخبر ز عالمِ رازِ نہانِ دل	روزے شود کہ تو شوی ہمزبانِ دل
دانستۂ اگر افلا تبصرون حق	حق گفت انا الحق زنی در دہانِ دل
شاہنشہی ملک حقیقت مسلم است	دانستۂ کہ چیست دل اے بیخبر ز دل
دلخواہ راہ دل ز فلکہا بر تران	دانا مرد پیشو دت نردبانِ دل
پامال حال قال شود سر احمد یست	از دل بسبب علم ورق نکتہ دانِ دل
شاہجہاں عالم بن شاہ ہست شاہ ہے	شاہجہان است کہ شد شاہجہانِ دل
صاحبقران اول و ثانی و حشمت	داراشکوہ ماشدہ صاحب قرانِ دل
آخر ز کائنات متاع دو کون را	کہ داد بدست خود ز متاعِ دل
گر جز و کل شود چہ عجب ذرہ آفتاب	شد بادشاہ کل کہ شد او پاسبانِ دل
فضل خداست چون رمہ بستہ گردن اند	شاہانِ عصر تا کہ شدہ اوستانِ دل

رقعات ومکتوبات

وہ رقعات اور مکتوبات جو آپ نے اپنے مخلصوں اور معتقدوں کو لکھے ہیں۔ سب کے سب حقائق۔ وقائق۔ لطائف نکات اور اشارات سے پُر ہیں۔ ان مکتوبات میں سے چند ایک جو رخصت کے بعد جناب نے اپنے ہاتھ سے بندے کی طرف رقم فرمائے۔ مندرج کیے جاتے ہیں۔

دولت دیدار نصیب۔ جو کتاب شیخ محسن کے ہاتھ تم نے بھیجی تھی۔ پہنچ گئی۔ حال مندرجہ معلوم ہوا۔ اس میں محبت وشفقت کا اظہار تھا۔ اور کیوں نہ ہو۔ تو نجابت اور اصالت کا اور کون کام ہوگا۔ اور اس عالی متاع کی قدر عالی قدروں کے سوا اور کون کریگا: **مصرعہ**

قدر زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری

اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ یہ بات معلوم کرکے کہ تم اس کام میں مشغول ہو۔ کس قدر دل کو خوشی ہوئی۔ اور اگر برخلاف اس کے لحظہ بھر اس سے غفلت ہو جائے تو کس قدر کمی اس خوشدلی میں آجائے۔ آخری بات یہ ہے۔ کہ مجھے تمہارے عقل وشعور پر بڑا بھروسہ ہے۔ اور میرا دل مطمئن ہے۔ اگر ذات پاک جل وعلا کی بارگاہ کی نجابت اور اس بارگاہ کی شان وبزرگی مدنظر رکھو تو ممکن ہے کہ غفلت جو عیش وسرور کو بنیاد سے کھو دینے والی ہے۔ نزدیک نہ پھٹکے۔ یہ حالت ان کی ہوتی ہے۔ جنہیں دربار حقیقت میں دخل ہوتا ہے۔ بہت بہت دعا ہو۔ اور خبردار رہیں۔ کہ وہ تمہارے حوالے ہیں۔

دولت دیدار نصیب۔۔ امید ہے۔ کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ اپنی آشناؤں کو اپنے سے دور نہیں کریگا۔ اور کیوں کریگا۔ جبکہ خود فرماتا ہے " من تقرب الی شبرًا فقد تقرب الیہ ذراعًا جو شخص میری طرف ایک بالشت بڑھے۔ میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ شاید اس کا ڈرنا کس قسم کا ہوگا۔ پس خاطر جمع رکھو۔ کہ پہچان لینے کے بعد نا پہچاننا محال ہے۔ یہ اکثر مذکور ہو چکا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی کوشش نہیں چھوڑ دینی چاہیے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ انسان کی طاقت اور قوت بھی اسی دن کے لیے ہے۔ اور اسی کام کے لیے ہے۔ طاقت وقوت اسی کی طرف صرف کرنی چاہیے۔ خصوصًا اس شخص کے لیے یہ بات ضروری ہے۔ جسے راہ مل گئی ہو۔ اگر وہ نہ کریگا تو اس پر افسوس ہے کہ وہ دعوئِ عاشقی کرے

دولت دیدار نصیب - اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح وسلامت اور محفوظ رکھے - آمین (مثنوی)

یک نفس بے او بر آوردن خطاست چہ بہ بیچ روباز مانی چہ براست

چوں ترا خود آمدہ بندہ راہ چہ بگوئے بازمانی چہ بگاہ

مصرعہ ؎ بارہا گفتہ ام و بارو گرمے گویم

مجھ دیوانے کو جو گفتگو کی وادی میں لائے ہو - اس واسطے مجبوراً اس وادی کی نسبت کچھ بیان کرتا ہوں - مجھے کیا معلوم کہ کس کی نسبت کہنا بہتر ہوگا - واللہ اعلم بالصواب - میں خود اس عالم سے گفتگو چھوڑنا چاہتا ہوں - اور بہانہ ڈھونڈتا ہوں - اور دوسرے یہ کہ اہل ہمت سے قرض لے کر خرچ کرو - زیادہ میں کیا کہوں - بہت طول طویل ہے - مجھے ڈر ہے - کہ میرا وقت نازک ہے - شاید کس طرح گزرے - زبان وبیان اس شخص کا کام ہے - جس کے لیے ہوش کی نگہداشت مصلحت ہیں -

دولت دیدار نصیب - اس ذات لامحدود کی بزرگی پر نظر ڈالنی چاہیے - اگرچہ زبان سے اسے لامحدود - بیحد اور بے طرف کہا جاتا ہے - لیکن فکر - علم اور عقل کے ملاحظہ میں اچھی طرح آ سکتی ہے کہ کس قدر بزرگ ہے - اگر آسمان اور زمین کی وسعت کا خیال کرو - تو کس قدر حیرت ہوتی ہے - اور اسی قیاس کے مطابق اگر اس کی بزرگی پر نظر ڈالی جائے جس کی کوئی حد ہی نہیں - تو کس قدر حیرت ہوگی - اس کو عقل کی آنکھ سے دیکھنا چاہیے - چونکہ تم ان معنوں کے عارف اور واقف ہو - اس واسطے فکر اور ملاحظہ کی وادی کا اشارہ کیا گیا ہے - اگر یہ نہ ہو - تو کیا ممکن ہے - کہ دوسرا اسے سمجھ سکے - کیونکہ باوجود ان اوصاف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فریاد کی - اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی وادی میں کس زبان کو طاقت ہے کہ کچھ بیان کر سکے - اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے مقابلے میں واصل کی کیا طاقت ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راست بیانی میں ذرا کمی نہیں کی - بلکہ جو کچھ فرمایا ، بالکل سچ فرمایا - وہ عارف کی عقل ، فہم اور فکر کے موافق ہے - اللہ اکبر منہ - چونکہ وہ بیان سے بہت بلند ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیا کرتے - اس لیے آنحضرتؐ نے اپنے عشق اور شوق کو استعمال کیا - اور اپنی قوت صرف کی - اور اپنی طاعت ہار دی - جو اس بات سے واقف ہے - وہ اچھی طرح قیاس کر سکتا ہے - کہ وہ کس اعلیٰ درجے کی ذات ہے غالب ہے -

عظیم ہے۔ اور کس قسم کی کاریگری ہے۔ کہ تمام کام اور ہونیوالی باتیں اسی سے ہوتی ہیں۔ اور اس کے سوائے اور کوئی نہیں۔ پس سعادت مند وہ شخص ہے۔ جو اس طرح کام کرے۔ اِسمیں شک نہیں ہے کہ ہر شخص کا دل اسی قسم کا ہوتا ہے۔ جس قسم کے اس کے معلومات ہوتے ہیں چنانچہ عالم کے دل سے مراد عبارتیں۔ ان کے معنی اور ہر علم کے مسائل ہوتے ہیں۔ اور زاہدوں کے دلوں میں زہد، تقویٰ، دوزخ کا ڈر۔ بہشت کی حرص اور اپنے مطلب کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اور عارف کے دل میں اسی کے خیال ہوتے ہیں۔ جو اس نے معلوم کیا ہے۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ معلوم کیا ہے۔ کیا ہی عمدہ علم ہے۔ اور کیا ہی اچھا معلوم ہے۔ اور کیسے اعلیٰ درجے کے اہلِ علم ہیں۔ سعادت مند وہی ہے جسے اس قسم کا علم حاصل ہو۔ جب اس کی نظر اس معلوم پر پڑتی ہے۔ تو دل اپنے آپ سے ہٹا لیتا ہے۔ اور اپنا معلوم بن جاتا ہے۔ یہ وہی ہے۔ اور وہی تھا پس بدن اور جان سب کچھ دل ہو جاتا ہے۔ جس وقت صاحب شعور کا قطرہ اصلی دریائے بیکراں سے مِل جائے۔ پھر وہ قطرے میں کیوں بند رہے۔ جب تک تو واقف نہیں تب تک تو قطرہ ہے۔ اور جب واقف ہو گیا۔ تو قطرہ ہونے سے خلاصی پا گیا۔ جزئی علم کلی میں تبدیل ہو گیا۔ بلکہ جہان پر وہ ہے۔ وہاں علم وجہل کی گنجائش ہی نہیں۔ اگر تصنیفات سے قطع نظر کی جائے۔ اور عالم میں اصل ذات کی طرف دیکھا جائے۔ اور علم صفات کا ملاحظہ کیا جائے تو عالم اطلاق عالم اطلاق نہیں رہتا۔ بلکہ کسی صفت سے مقید ہو جاتا ہے۔ گویا پھر وحدت سے کثرت میں آپڑتا ہے۔ اپنے رسالوں میں مفصل لکھا گیا ہے۔ اگر وہ دیکھ لوگے۔ تو امید ہے کہ مشکلات حل ہو جائیں گی۔

دولت دیدار نصیب۔ جس طرح تمہاری مہربانی کی کوئی حد نہیں۔ اسی طرح تمہاری زندگی کا بھی کوئی شمار نہ ہو۔ بخدا جن دو شخصوں کے دلی اعتدال کی نسبت تم نے لکھا تھا۔ ظاہر طور پر ہم نے تمہاری کشف و خارق عادت دیکھ لی۔ کیونکہ میں نے چند مرتبہ اس مضمون کو لکھنا چاہا۔ کہ چونکہ تمہیں اہل اللہ کے مشرب میں داخل ہونے کی توفیق عطا کی گئی ہے۔ بعض مخالفوں اور ان کے احوال سے خبردار ہو۔ کیونکہ یہ اس بات میں راضی ہوتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اہل سعادت میں داخل ہو کر پھر برطرف ہو جائے۔ اور بدکردار بن جائے۔ میں حیران ہوں، کہ تمہارے دل سے اور تمہارے یاروں کے دل سے یہ کس طرح محو ہو گیا ہو گا۔ حالانکہ تم پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔ کہ فقیر تو ایسے

بدبخت شریروں کو تنبیہ نہیں کر سکتے ۔ لیکن تمہیں اس میں دسترس ہے ۔ تمہیں تو ضرور انہیں تنبیہ کرنی چاہیے ۔ تمہاری آشنائی سے ہمیں اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے ۔ جس طرح مناسب سمجھو ۔ کہو ۔ اور کرو ۔ ہم راضی ہیں ۔ لیکن ناحق نہ کرنا ۔ احتیاط لازم ہے ۔ کیونکہ ہر شخص کے دوست بھی ہوتے ہیں ۔ اور دشمن بھی ۔ اس کاشغری بیہوش کی نسبت تو اتنا افسوس نہیں ۔ ہاں افسوس ہے تو خلیفہ پر ہے کہ باوجود عالم ہونے کے وہ فقیروں کی ہم نشینی میں اپنی ذلت سمجھتا ہے ۔ کسی طرح ہو تنبیہ ضرور کرنی چاہیے ۔ اور دوسری یہ بات ہے ۔ کہ جو اشخاص تمہاری دانستگی میں مشغول ہیں ۔ ان سے خبردار رہنا ۔ کیونکہ مجھے اکثر ان کا خیال رہتا ہے ۔ اور نیز اگر ابوالمعالی کی اصلاح کر لی ہو ۔ تو یہ تمہاری کرامت ہے ۔ اگر نہیں تو اس میں کوشش کرنی چاہیے ۔ کیونکہ ایسا کرنے میں حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی روح پاک کی خوشنودی ہے ۔ ہم فقیر تو کیا کہہ سکتے ہیں ۔ یہ عنایت نامہ اس عریضہ کے جواب میں لکھا گیا تھا ۔ کہ چونکہ مجھے معلوم ہے ۔ کہ جناب کو بہت کہنا اور بہت لکھنا پسند نہیں آتا ۔ ناچار کبھی کبھی یاد کرتا ہوں ۔ اور بہت لکھنا دوراز ادب خیال کرتا ہوں ۔

دولت دیدار نصیب ۔ جو تم نے ظاہر کیا تھا ۔ کہ کم یاد کیا جاتا ہے ۔ یہ پاس ادب کے لیے عمدہ ہے ؎

گر میکنی نگاہ وے خوب میکنی　　　قربان طرح و طرز یکہ کردنت شوم

اس سے اور رعایت کم ہی ہوگی ۔ کہ عمدہ وقت پر رضا اور خوش دلی سے بہت سی دعائیں کی جائیں ۔ اللہ تعالیٰ تمام ظاہری اور باطنی مطالب تمہارے نصیب کرے ۔ آمین ۔ رب العالمین ۔

دولت دیدار نصیب ۔ آپ جیسے مخلص دوست کی جمعیت اور ذوق کی حقیقت سنکر میری جمعیت اور ذوق ہزار گنا ہو گیا ۔ الحمد اللہ کہ فقیر مغرور اور متکبر کے نزدیک زمین کا بنانا اور آسمان کا پھیلنا آسان ہے ۔ بہ نسبت اس کے کہ دل صاحب زمین و آسمان کی یاد میں زندہ کیا جائے ۔ اگر زمین و آسمان کے اس گھر میں یہ حقیقت کا سامان نہ ہو ۔ تو گھر کی بنیاد رکھنی فضول ہے ۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے ۔ جو طریقہ ظاہر کیا گیا ہے ۔ اس کو مدنظر اور ملحوظ رکھیں ۔ تاکہ بفضل خدا زیادتی شوق کا باعث ہو جائے ۔ تمام حاضرین دوست کی طرف سے حاضر الصحبت دوستوں کو دعا پہنچے ۔

دولت دیدار نصیب۔ طلب کا انجام یا علت غائی سلوک ہے۔ اور سلوک کی انتہا معرفت۔ لیکن معرفت کی کوئی انتہا نہیں۔ معرفت کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ اور عارف کے لیے اس کا عبور ہر وقت جائز ہے۔ اور تجلی غیر مکرر ہے۔ اور یہ بات مسلم ہے۔ تجلی ہر وقت نئی سے نئی ہوتی ہے۔ اور یہ تازگی اندازے سے باہر ہے۔ اس بات کا سمجھ لینا بڑی اعلیٰ درجے کی بات ہے۔ مبارک سفر باطنی سفر ہے۔ سو عمدہ طور پر سرانجام ہو چکا۔ رہا دنیا کا ظاہری سفر سو اس کا سرانجام ہونے میں کس کو کلام ہے۔ جس کو وجود اعظم کا یقین حاصل ہوگا۔ یقیناً اس کے اغیار کا لشکر بھی شکست کھائیگا۔ تمام کمالات عارف کے مسخر ہیں۔ اور یہ امر بھی مسلمہ ہے۔ کہ اسے موزونیت بھی حاصل ہوتی ہے۔ آپ کے بے نظیر و دل پذیر کلام کی نسبت کیا کہوں۔ اس پاک مٹی سے کیونکر لذیز میوہ پیدا نہ ہو۔ میری طرف سے سب کو سلام بفضل خدا کلام ختم ہوا۔

جس وقت میں قندھار کی طرف متوجہ ہوا۔ اور وہاں کے حاکم نے لڑائی کرنی چاہی تو جناب نے میری طرف اپنے دست مبارک سے لکھا تھا۔ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی جب تو نے تیر پھینکا۔ تو تو نے نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔ چنانچہ انہیں دنوں ایران کا بادشاہ ایسا پڑا کہ پھر نہ اٹھا۔ اور اس کے آدمیوں نے اسے زہر دیکر ہلاک کر دیا۔ اور دوسرا عنایت نامہ یہ ہے:

دولت دیدار نصیب۔ وہی مددگار ہے اور فتح و نصرت عنقریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوگی۔ جس حالت میں رہو اللہ تعالیٰ کی یاد میں رہو۔ صاحب دل کے دل میں کب کوئی خطرہ آسکتا ہے۔ اگر دل ہے عارف کا دل ہے۔ تو خاطر جمع ہے۔ کہ وہ بے خطرہ ہے۔ اور کیوں نہ ہو۔ کہ ایسا کبھی ہو سکتا۔ جس حالت میں ہو۔ اپنے کام میں مضبوط رہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجازی کاموں میں بھی بامراد کریگا۔ جس طرح کہ اس نے حقیقی کاموں میں تمہیں بامراد کیا ہے۔ ملا مسکین توفیق الہیٰ سے رفاقت کے لیے تیار ہیں۔ بلکہ حاجی عبد اللہ بھی ہمراہ ہیں۔ چونکہ خود عند متکسرۃ القلوب۔ "میں ٹوٹے دلوں کے نزدیک ہوں" فرمایا ہے۔ اسی واسطے یہ دو عنایت نامے جنہیں کمال لطف و عنایت ظاہر کی ہے۔ میری بڑی بہن کی طرف جو رابعہ عصر فاطمہ دہر مریم وقت عارفہ۔ عابدہ۔ کاملہ اور واصلہ ہیں۔ اور جنہوں نے حضرت اخوند سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت شریف سے شغل اخذ کیا۔ اور جن کے بارے

میں جناب خاص عنایت و نوازش فرماتے ہیں۔

مکتوب۔ ذات الہیٰ کی توحید جو ساری سعادتوں کا سرمایہ ہے۔ اس سے کہا گیا اور یہ مبارک وقت اسے ہاتھ لگا۔ اور جسے ایسا وقت حاصل ہو جائے۔ اس کا دل قیامت کے خوف اور عذاب سے مطمئن ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تمام انبیاء اور اولیاء اس بات پر متفق ہیں۔ بات اصل میں یہی ہے۔ اگر میں اس کو آیتوں حدیثوں سے بیان کرنا چاہوں۔ تو بیان میں یہ سما نہیں سکتا۔ مختصر یہ کہ تم بھائی سے حاصل کرو۔ اسے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اور وہ اس وقت تمام بزرگان حال و سابق کا مقبول ہے۔

مکتوب۔ جس وقت اس بحر محیط سے مراد کل محیط ہو۔ تو ایک قطرے کے نقصان سے اس بحر محیط کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اور جب عالم سے مراد کل زمین و آسمان عرش۔ کرسی اور ہزاروں اور لاکھوں ایسے ایسے عرش اور کرسیاں ہوں۔ تو اگر ایسے بڑے عالم میں چیونٹی کا پاؤں نقصان ہو جائے۔ تو اس عالم کی عظمت اور شان میں کیا نقصان آسکتا ہے۔ اور جو کچھ اوپر شمار ہو چکا ہے یہ سب کچھ اس صاحب حقیقی کے بے نہایت و بے حد و بے کراں وجود کے مقابلے میں جس پر طالب کی ہزار جان فدا ہو وہی نسبت رکھتا ہے۔ جو چیونٹی کا پاؤں اس ساری موجودات کے مقابلے میں رکھتا ہے۔ اس واسطے کہ عرش۔ کرسی وغیرہ جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ان کی حد ہے۔ لیکن ذات باری کی کوئی حد نہیں۔ جیسا کہ "وھو لا محدود ولا نھایۃ لہ" "وہ محدود ہے اور نہ کوئی اس کی انتہا ہے" سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور نیز شرع شریف میں بھی ایسا ہی ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ جو چھوٹی بڑی چیز محدود ہے۔ اور وہ لا محدود کے مقابلہ میں بمنزلہ عدم ہے۔ پس چونکہ تمام مومن۔ کافر بہشت دوزخ سب محدود ہیں۔ اور بہشت کی لذتیں اور دوزخ کے عذاب سب محدود ہیں۔ اس لیے وہ اس لا محدود وجود پر جس کے سمجھنے سے عالی طبع بھی قاصر ہیں۔ کیا اثر کر سکتی ہے "الحق یعلو حق لکل" جاہل جو اس قسم کی بحث اہل اللہ سے کرتے ہیں۔ سب اپنے فہم اور نظر کے قصور کی وجہ سے کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی نظر بجد وجود پر پڑی نہیں۔ اور نہ انہیں اس کی خبر ہے۔ جو کچھ اہل اللہ کہتے ہیں۔ وہ بالکل شرع شریف کے مطابق ہے۔ وہ اپنی شرع سے جس پر انہیں ناز ہے۔ بالکل غافل ہیں۔ اور اپنے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں۔

اور انہیں اس بات کی خبر نہیں ۔ کہ شریعت کا ایک مرتبہ ایسا بھی ہے ۔ جو نہایت ہی بلند ہے ۔ اور
جس سے مراد توحید ذات الٰہی اور معرفت شہود الٰہی ہے ۔ اور یہ منصب ان کے خواصوں یعنی
انبیاء اور اولیاء کو نصیب ہوتا ہے ۔ اب تحقیق ہو گیا ۔ کہ اس گروہ کی بلند نظر شریعت کے اسی بلند
مرتبے پر ہے ۔ جو حقیقت کے نام سے موسوم ہے ۔ جسے شریعت ، حقیقت اور طریقت کہتے ہیں ۔
جس پر اہل ظاہر کاربند ہیں ۔ اور اسی میں رہتے ہیں ۔ دوسرے قدم کو طریقت کہتے ہیں ۔ جس پر
اہل سلوک کاربند ہیں ۔ اور تیسرے قدم کو حقیقت کہتے ہیں ۔ جو اہل حقیقت کی سیدھی راہ ہے ۔ یعنی
اہل تحقیق جو فی الواقع اس صاحب حقیقی یعنی اپنے مطالب اور مرادوں کی انتہا کو پہنچے ہیں ۔ ان سے
مختلف کلمات ظاہر ہوئے ہیں ۔ جیسا کہ شیخ حسین بن منصورؒ سے "انا الحق" اور شیخ بایزیدؒ
سے سبحانی ما اعظم شانی فی جبتی سوی اللہ اور شیخ عبدالقادر گیلانیؒ
سے قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللہ " ظاہر ہوا ۔ ان سب کے مجمل معنی یہ ہیں ۔ کہ میں
خود بالذات حق ہوں ۔ ان سب اولیاء کی نظر اس اصلی لامحدود وجود پر پڑی ۔ اور جب اس لامحدود
میں اپنے محدود وجود کو کھو بیٹھے ۔ تو ایسی حالت میں اگر وہ حق کہیں ۔ تو اس سے مراد وہی لامحدود
وجود ہے ۔ ان کی نظروں میں وہی ذات پاک کا نقشہ ہے ۔ الحمد للہ علیٰ کل حال ۔ کہ ہمارے فقیروں
کا مشرب اسی مطلب اعلیٰ کو پہنچا ہے ۔ اور جو اس میں عمدہ طور پر حاصل ہو سکتا ہے ۔ اور درجہ
تکمیل کو پہنچ سکتا ہے ۔ لیکن اس عالم میں کسی شطاحی عابد نے کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا ۔ اللہ تعالیٰ
اس سے اپنی پناہ میں رکھے ۔ اب میں پھر اس پہلی بات کو دہراتا ہوں ۔ کہ حق یعنی وجود بیحد جیسا
کہ پہلے مکتوبات میں مفصل و مشرح بیان کیا گیا ہے ۔ ان سے سمجھ سکتے ہو ۔ اچھا اب جہاں پر بیٹھے
ہو ۔ اپنی چھ طرفوں کی جانب نگاہ کرو ۔ اور اس بیحد وجود کی عظمت کو دیکھو ۔ جس کے وجود کے مقابلہ
میں زمین و آسمان اور تمام موجودات بمنزلہ عدم ہے ۔ گو کل کو چھوڑ کر جز پر نظر ڈالنا موجب نقصان
ہے ۔ اور جزو کل کی نسبت دینا مناسب نہیں ۔ لیکن اس کے سوا اور ہو کیا سکتا ہے ۔ پہلے
صرف بیان کرنے کے لیے جزو کل کہا گیا ہے ۔ تاکہ اس کے طالب سمجھ سکیں ۔ ورنہ یہ باتیں سمجھنے کے
متعلق ہیں ۔ نہ کہ کہنے کے لائق ۔ یہ حال کی باتیں ہیں ۔ نہ کہ قال کی ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ بزرگوں نے
ان باتوں کو رمز و کنایہ کے طور پر بیان کیا ہے ۔ ہر شخص ان باتوں میں دخل نہیں دے سکتا ۔ اور

نہ ہی یہ گروہ ہر شخص کو اس طرف مشغول کر کے اپنا سر درد خریدتے ہیں۔ وہ اگر کسی کو شکی مزاج پاتے ہیں۔ تو اسے اپنے مشرب میں داخل ہی نہیں کرتے۔ کیونکہ اگر اس کے معقول کو تم زیادہ کرنے لگو۔ تو شک اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ جو بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ صوفی کا طور عقلی طور سے علاوہ ہے۔ یعنی عقل ناقص نہ کہ کامل۔ کیونکہ اہل اللہ کو عاقل کہتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ اس گروہ کی نظر اپنی خدائی اور خدا کی ذات پر رہتی ہے۔ ان کا مرتبہ مومن۔ کافر۔ بہشت۔ دوزخ عذاب و ثواب سے بڑھ کر ہے۔ یہ سب کچھ جاہلوں کے حوالے کرو۔ اللہ تعالیٰ کو پہچانو۔ اور اپنے مرتبے کا خیال رکھو۔ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بہشت ہے۔ اور اس کی دوری دوزخ ہے۔ جو خدا سے دور رہا۔ وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ کبھی وہاں سے سر نہ نکالے گا۔ تمہارے لیے اس کی ذات ہی ہمیشہ کا بہشت ہے۔ اسے ہرگز ہرگز ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ ہمیشہ اپنی عقل کے موافق کام کرنا۔ اور اپنے میرے وقت کو ضائع نہ کرنا۔ دوسرے تو بجائے خود یہ سعادت تو آجکل بزرگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ وہ متکبر ہی تھے۔ جنہوں نے ہمیں اس قسم کی باتیں لکھائیں۔ اب چونکہ وہ سمجھ گئے ہیں۔ اس لیے ادائیں کرتے ہیں کہ ہم بھی کچھ جانتے ہیں۔ لیکن یاد رکھو کہ استاد کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور خاص کر اس بات کا حاصل ہونا تو محال ہے۔ مختصر یہ کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں کہ ہم میں ہے، درحقیقت ان میں پایا نہیں جاتا۔ وہ محض تقلید ہی تقلید ہے۔ سو اسے بھی اسی طرف سے حاصل کیا ہے:

حرف بیداری کجے یاراں مسرور خواب   میزند سر لیک آنرا ہم زما ور دیدہ اند

میں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ اور اب پھر کہتا ہوں۔ کہ اپنے عزیز بھائی کی بہت قدر کرنا اگر اس کا وجود نہ ہوتا۔ تو مجھے یہ دولت و سعادت نصیب نہ ہوتی۔ اگرچہ ہم نے قلم کی زبانی بذریعہ خط تو معلوم کر لیا۔ لیکن صحبت کی زبانی ضروری شرط ہے۔ اور یہ صرف اس کی تشریف آوری کے سبب ہوا۔ خدا اسے قائم رکھے۔ آمین۔ اگر تو اس کی قدر نہ کرے گی۔ تو ہماری قدر کیا کرے گی مناسب اور ضروری یہ ہے۔ کہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس کو دونوں ایک جگہ بیٹھ کر مطالعہ کرو۔ اور اس پر خوب غور کرو۔ اور یہ میں نے اپنے ہاتھ سے واضح طور پر لکھا ہے۔ کسی دوسرے پر اعتبار ہی نہیں کیا۔ کہ شاید واضح ہی لکھ سکے۔ یا نہ لکھ سکے۔ اب امید ہے۔ کہ پھر اس بارے میں تم کبھی نہ لکھو گے۔

سمجھو۔ کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو پا لیا۔ اس کو کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے۔ یہ شکوک محض کم فہمی کے سبب سے ہیں۔

دولت دیدار نصیب۔ اے ظاہری اور باطنی بادشاہ! تو نے جو لکھا تھا۔ کہ بعض اولیاء نے اپنے احوال اس طرح پر لکھے ہیں کہ ہم پر عالم ولایت کا ایک دروازہ کھلا ہے۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ ہم پر دریچہ کھلا ہے۔ اور اپنا بھی کچھ حال لکھا ہے۔ سو اے سچ کہنے والے! تجھے واضح رہے۔ کہ جنہوں نے دروازہ اور دریچہ لکھا ہے۔ وہ راہ سلوک میں ہی رہ گئے ہیں۔ انہوں نے دریچہ تک بھی نہیں دیکھا۔ پانا اور دیکھنا بہت ہی نادرست ہے۔ جسے کچھ حاصل ہو گیا ہے۔ وہ اہلِ سلوک میں اس طرح ہے۔ جس طرح ستاروں میں سورج۔ اور جسے دید حاصل ہے۔ وہ پالینے والوں میں سورج کی طرح ہے۔ جو عارف ہوتے ہیں۔ پس ان سب میں سے دید والا افضل اور ممتاز ہے۔ تیرا، تیرے مرشد کا اور تیرے یاروں کا کام ممتاز ہے۔ وحدت کا کام دید ہے۔ جس کی برکت سے نظری علم حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ جو طالبان خدا کے لیے وحدت کی دور دراز راہ ایک ہی نظر میں طے کرا دیتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحدت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ جس پر چاہے کرے۔ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے۔ سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری تمہیں مرشد کے ذریعے حاصل ہو گئی ہے ؎

ہر کہ پے در پئے رسول نہاد — از ہمہ رہ رواں بہ پیش افتاد

صرف پا لینا اتنا مشکل نہیں۔ بلکہ دید محال ہے۔ کیونکہ بے پردہ اس کو ان آنکھوں سے دیکھ ہی نہیں سکتے۔ البتہ تعین سے دیکھ سکتے ہیں۔ اور تعین کے کام میں جو رنگ اور صورت ہوتی ہے۔ وہ یہی ہے ؎

دست بر صورتے کہ بگذاری — مشت جوہر بدست برداری

اگرچہ میں دیوانوں کی طرح کہہ رہا ہوں۔ لیکن غلط نہیں کہہ رہا۔ یہاں پر وہی مثل ہے۔ کہ دیوانہ بکار خویش ہشیار۔ سب کو درجہ بدرجہ سلام۔

یہ مکتوب شریف از راہ مرید نوازی ان چند ایک فقرات کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ جو بندے

نے لکھ کر آپ کی خدمت میں بھیجے تھے وہ فقرات حسب ذیل ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ان اللہ ینطق علی لسان عمر ہر ایک سائل کا سوال مسئول عنہٗ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ زبانی سائل کی ہوتا ہے۔ اور ہر مسئول عنہٗ کا استماع سائل سے ہوتا ہے۔ اگرچہ سائل نے انہیں دیکھا تک نہ ہو۔ اور جانتا تک نہ ہو۔ اور یہ بھی نہ جانتا ہو۔ کہ تمام موجودات اصل میں ایک ہی ہے۔ اس گروہ میں سے بعض اس بات پر متفق ہیں۔ کہ ترقی اور کمال کی کوئی انتہا نہیں۔ کیونکہ تجلی کی کوئی انتہا نہیں۔ اور چونکہ ہر لحظ تجلی ہوتی ہے۔ پس اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ترقی اور کمال کی بھی کوئی انتہا نہیں۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ کہ اگر صوفی کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے۔ تو بھی وہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اور مشائخ سلف میں سے بعض نے اس کے ثبوت میں دلائل بھی دیئے ہیں۔ کہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں۔ کہ بدبختی کی علامت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ کہ کسی خاص دن پہلے کی نسبت ترقی نہ کی جائے۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من استوی یوماہ فھو مغبون اور نیز فرمایا ہے۔ کہ سلوک میں جس کے دو دن یکساں گزریں۔ وہ ضرور نقصان میں ہے۔ اس کی تلافی اور تدارک کرنا چاہیے۔ اور عموماً اس گروہ کی رائے بھی یونہی ہے۔ لیکن مجھ فقیر پر اپنے شیخ یعنی غوث الآفاق۔ اہل اللہ کے استاد عارف باللہ مولانا شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے آفتاب کی طرح روشن اور واضح ہو گیا ہے۔ کہ صوفی کے مراتب کی انتہا ضرور ہے۔ اور ایک وقت میں آکر ترقی کرنے سے رہ جاتا ہے۔ بلکہ میرے نزدیک تو ترقی سے رہ جانا ہی ترقی ہے۔ کیونکہ ہر مرتبے کا کمال ہے۔ اور مرتبے کا کمال اسی میں ہے۔ کہ آگے ترقی نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی حدیث سے جو سنداً پیش کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سالکوں میں مقید نہیں اور واصلوں میں مطلق نہیں۔ اور یوماہ کا لفظ زمانے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اسی طرح مشائخ کے اقوال کو بھی سنداً پیش کرتے ہیں۔ لیکن اصل بات تو یہ ہے۔ کہ انہوں نے بات کو تو سمجھا۔ لیکن بات کے باطن کی طرف نگاہ نہیں کی۔ کیونکہ بات کا باطن تو درکنار اسکا ظاہر ہی سالک کے حق میں ناقص ہے۔ اور یہ وہی مثال ہے۔ کہ نبویؐ حدیث کو لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل تنزل کے لیے بطور دلیل پیش کریں۔ اور کہیں۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ ایک وقت۔ ایک حال۔ اور ایک قسم کی جمعیت حاصل نہ تھی۔

ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اس حدیث سے تو صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہتے تھے۔ اور اس میں ترقی یا تنزل ممکن نہ تھا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ایسا متصل ہوتا ہے۔ کہ اس میں کسی ملک مقرب یا نبی مرسل کی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ تو نہیں فرمایا۔ کہ مجھے یہ حالت کبھی کبھی ہوتی ہے۔ نبیؐ کا وقت عام ہے۔ جو زمانے سے بری ہے۔ اور اس وقت کی نہ ابتداء ہے۔ نہ انجام۔ لیس عند ربک صباح و مساء "اس حدیث شریف کے یہ معنی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ صاف طور پر لفظوں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جمعیت اور حال کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس حدیث کے جو معنی وہ کرتے ہیں۔ اس سے تو کمال کا نقصان لازم آتا ہے۔ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ کمال وحدت میں رہنا بہتر ہے۔ یا کبھی تفرقے میں اور کبھی جمعیت میں۔ اور نیز مشائخ علیہم الرحمتہ کا حسب ذیل قول اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ اولیاء کے درجات کی انتہا ہے۔ چنانچہ نفحات الانس میں لکھا ہے۔ کہ بعض اولیاء بے نشان اور بے صفت ہیں۔ اور اولیاء کے درجات کا کمال بھی بے صفتی اور بے نشانی ہی کو بتایا ہے۔ مصرعہ

آنرا کہ نشان نیست نشانش ما ایم

اور نیز وہ لوگ جو ترقی کو لا انتہا خیال کرتے ہیں۔ اگر حق تعالیٰ کی ذات میں جو کہ ترقی اور تنزل سے مبرا ہے۔ رنگ بو اور زوال و ترقی جائز رکھیں۔ تو وہ موحد صوفی کی ذات میں بھی جائز ہوگا۔ اور اگر اس مرتبے میں ترقی جائز قرار نہیں دیتے۔ تو موحد صوفی کی ذات میں بھی جو مرتبہ معرفت کو پہنچ گیا ہے۔ جائز قرار نہیں دینی چاہیے۔ چونکہ کامل انسان قرب نوافل سے گزر کر قرب فرائض کو پہنچتا ہے۔ اور اس کے حق میں کہا جاتا ہے۔ "وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ" جو تیر تو نے پھینکا ہے۔ وہ اصل میں تو نے نہیں پھینکا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا ہے۔ ایسا شخص یقیناً عین حق ہو گیا ہے۔ اور اس کے وجود کا ذرہ بھر بھی نہیں رہا۔ اور نہ دونوں جہان میں کا کوئی وجود اس کی نظروں میں جچتا ہے۔ اور یگانگت کے مرتبے میں بھی کمال کو پہنچ گیا ہے اور حق سے حق کو جا ملا ہے۔ پس حق سے اعلیٰ اور کونسا مرتبہ ہوگا۔ جس میں موحد ترقی کرے۔

آنرا کہ نشان نیست نشانش ما ایم بالاتر

الفقر اذا تم فھو اللہ اور جو شخص ابھی ترقی کر رہا ہو۔ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے مقام پر نہیں پہنچا ہوتا۔ کیونکہ خوف وغم ترقی وتنزل کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کہ شاید ترقی ہو یا نہ ہو۔ اور جب ترقی وتنزل اٹھ گیا۔ تو سمجھ۔ کہ خوف وغم جاتا رہا۔ اور آرام واستقامت حاصل ہوگئی۔ اور نیز آیت کریمہ فاستقم کما امرت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صوفی کمالیت کے درجے میں جا کر آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ استقامت کے معنی کھڑا ہونا اور ٹھہرانا ہے۔ اور نیز یہ آیت کریمہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی تو صاف طور پر ان معنوں پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اور درجات کی تمامیت بھی۔ اور یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے بیان میں ہے۔ من دخلہ کان امنا کا اشارہ بھی اس حال کی طرف ہے۔ جو شخص وحدت وحقیقت مطلق کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جس سے آگے اور کوئی درجہ نہیں۔ تو امن میں آجاتا ہے۔ اور خوف وغم سے آزاد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہاں پر تنزل کا ڈر اور خوف نہیں۔ اور نہ ہی ترقی کی امید کی جا سکتی ہے۔ اور جو لوگ ترقی کو لا انتہا ثابت کرتے ہیں۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ جب تک نگاہ تجلی پر ہو۔ تب تک متجلی لہ، غیر تجلی اور متجلی ہے۔ اور عین تجلی اور متجلی نہیں ہوتا۔ ایسی حالت میں وہ عین دوگانگت اور شرک میں ہوتا ہے۔ اور اسے دوری سے خلاصی حاصل نہیں ہوتی۔ اور جس میں ذرہ بھر بھی غیرت باقی ہے۔ وہ موحدوں اور کاملوں کے نزدیک نقصان میں ہے۔ اور مشرک ہے۔ (مثنوی)

ترا باید کہ جان وتن نماند — وگر ہر دو بماند من نماند
ز تو تا ہست موئے ماند بر جا — بداں یک موئے مانی بند بر پا
تو تا یکبارگی جاں در نبازی — جنب دانم ترا ونا نمازی

کیوں خود تجلی نہ کہتا۔ کہ ہمیشہ متجلی لہ ہو۔ چونکہ یہ ایک دقیق بات ہے۔ اور مجھ پر حل ہوگئی ہے۔ اس لیے میں دوستوں کی طرف بھیجتا ہوں۔ تاکہ اگر ان کو اس میں کوئی کلام ہو۔ تو لکھیں۔ تاکہ اس سے بھی اور واضح کر دیا جائے۔ بس وما سوی اللہ ہوس۔

دولت دیدار نصیب۔ وہ ترقی وتنزل سے پاک ہے۔ جو کچھ وہ لکھتا۔ بادشاہانہ۔

صاحبانہ۔عارفانہ۔محققانہ۔مردانہ۔مستانہ اور پہلوانہ لکھتا۔ترقی وتنزل کے بارے میں اصل واقع یہ ہے۔کہ جب تک آدمی درمیان ہے۔تب تک تو ترقی کی امید اور تنزل کا خوف باقی ہے۔اور جس وقت آدمی درمیان میں نہ رہے۔تو پھر ترقی امید اور تنزل کا خوف کسے۔ایسی حالت میں جو کچھ باقی رہ جاتا ہے۔وہ خود ہی ہوتا ہے۔اور وہ خود سب چیزوں سے بری ہے۔تحقیق وہی ہے۔جو حاصل ہو چکا ہے۔الحمد اللہ کے سوا اور میں کیا کہوں۔ اگرچہ اس وقت تو اس کی بھی گنجائش نہیں۔لیکن پھر بھی جس حالت میں ہو۔الحمد اللہ ہی کہنا چاہیے۔ جس طرح کا یہ مکتوب بھیجا گیا ہے۔بعینہ یہی حالت اس فقیر کے دل کی ہے۔میں آپ کا آپ کے دوستوں کا معتقد ہوں۔فی الواقع طالب ذات مطلوب کو پالینے کے بعد اسی ذات کو ہر صفات اور تعینات میں مشاہدہ کرتا ہے۔خواہ تجلی غیر مکرر اور لاانتہا ہی کیوں نہ ہو۔خواہ کسی صورت میں جلوہ گری کرے۔اسی کی ذات ہوتی ہے۔اسی کے سوا اور کوئی جلوہ گری کر ہی نہیں سکتا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش   کہ من آن جلوہ قد میشناسم

نیز اس گروہ کی حالت تسلی اور آرام کی حالت ہوتی ہے۔اور اگر ترقی کی امید باقی ہو۔ تو پھر اِن کو اہلِ تسلی و آرام کہنا غلط ہے۔اور یہ غلط ہے۔کہ وہ غلط ہو۔اس فقیر کے مشرب میں آرام وتسلی زندہ ہے۔اگرچہ فقیر کا نام تک باقی نہیں۔اس وقت دل جمعی سے سارے معنی حاصل ہیں۔اے محقق یہ مشرب ہی عجیب ہے۔اور ایسے مشرب میں ایسی یافت بھی عجیب ہے۔اور جسے اس قسم کی تحقیق ہاتھ آجائے وہ شخص بھی عجیب و نایاب ہے: مصرعہ

چیزے چکنم لائق انعامت نیست

آپ کا ایک مجموعہ ہے۔جس میں عمدہ عمدہ تحقیقات عجیب وغریب تدقیقات قسم قسم کے نکات اور اشارات ہیں۔اور تمام حقائق و معارف سے پُر ہے۔جو کسی دیوان میں نہیں دیکھے گئے۔اس مجموعہ میں ایک دیوان۔بہت سی رباعیاں۔مکتوبات۔مثنویات اور شرح رباعیاں شامل ہیں۔چونکہ آنجناب کا ہر ایک شعر بے مثل اور شاہ بیت ہے۔اور ہر شعر میں دونوں جہان کے معنی پائے جاتے ہیں۔اور ان میں اپنا تخلص شاہ فرماتے ہیں۔ان میں سے چند ایک بطور نمونہ تبرکاً لکھتا ہوں: ؎

قصیدہ

لفظ معنی گردد و معنی بلفظ آید ترا
چشم معنی بیں شود ہر گاہ با لفظ آشنا

سلطنت خواہی بعرفان آگہ از عشق دوئے
کار نکشاید اگر با عشق آری التجا

کیمیا گر خاک زر سازد عجائب می بری
فقر باشد کیمیائے خاک را سازد خدا

نیستم منصور و نصرت خواہ از منصور وقت
ناصر و قتم بقیلِ غیر کردہ لا الہ

لا الہ لا الہ الا اللہ مقصود را
شاخہا ببریدہ ام از بہر سر سبزیہا

چشمہا از چشمہ روشن کن و شور شناس
ذات بحرے را کہ باشد مرجع سرچشمہا

از سر ہر چشمہ بگذر چشم با چشمہ بدوز
بحر شو تا با تو باشد چشمہا را چشمہا

لا الف با خود الف با لاہہا از بہر چیست
از برائے نصب ہا افراختند ایں نصبہا

دین و دنیا ماسوی گوید سوائے عارف است
ماسوی عین است موج بہر غیر است این خطا

از سواد ماسوا ما سوئے او رگشتیم عین
عینِ ما از عین روشن شد سوا شد عین ما

آتش ما سوخت عالم را و خاکستر نشد
آتش ما را نباشد ہیچگہ روئے فنا

آتش ما را تہی باد اکہ رو خوش رخت سوخت
اے خوش آن آتش فنا را سوزد و سازد بقا

عاشقم نے عارفم نے جزو نے کل نے جسم
ہستی مطلق کہ شد ارض و سما ما فیہما

فیہما ما و ہما اما و ہمہ ما ما ہمہ
ما و غیر ما ہمہ در ہمہ ہستی ما

آدم ار افتد بسوئے حق بحر حق چیست او
چیست حال خطرہ گر در بحر افتد از ہوا

شاہ معنی شو خلاص از لفظ گویا معنی است
چونکہ در گوشت نداشد بانگ من صحت نجا

غزل

شکر کہ امروز شد دولت فردائے ما
رتبہ اعلی گرفت ہمت والائے ما

رشتہ تسبیح بار شتہ زنار شد
راہ سوئے میخانہ دار و مرشد دانائے ما

اول و آخر نداشت اصل ترا ہر کہ یافت
آدم و حوا نبود بی و با بائے ما

روشنی کفر با ظلمت اسلام سوخت
تا چہ زند فتنہ ہا سر کر از پائے ما

قید غلامی نماند از نگہ خاص او
قاضی و مفتی نگر رحمت مولائے ما

دیدہ دری بو قصد شد بجز ادایں غرض — دست بجائے نہاد دیدۂ بینائے ما
غایتِ کار آنچہ بود در برِ خ ما کشود — جلوہ گری راست کیست شاہد دعوئے ما
کوکبۂ بخت یار وئے زمین برفروخت — مشہد انوار جائے تمنائے ما
شاہ جہاں آفریں جائے مرا برگرفت — گفت کہ برخیز شاہ جا تو جائے ما

غزل

نہ چراغست دریں خانۂ ویرانۂ ما — روشن از آتشِ عشق تو شدہ خانۂ ما
آرے ایں راست کہ ہر غنیم وے سیم غنیم — دام ما تا چہ بود تا چہ بود دانۂ ما
در پئے خانۂ جانانۂ ما شد ہمہ عمر — بودہ خانۂ ما خانۂ جانانۂ ما
صدق دیوانگئ نگہ اعجاز نمود — شدہ جانانۂ ما عاشقِ دیوانۂ ما
نکند تا بہ ابد یاری ہشیاری ہیچ — گر سبھو آنکہ رسد بر در میخانۂ ما
مدعی در پئے افسونِ گرفتارئ خلق — آتش پینہ گوششش شود افسانۂ ما
رہِ دیوانہ کیش شاہ نزد بے غلط — کیست دیوانۂ ما عاقل و فرزانۂ ما

غزل

حرفِ دیوانہ کیست در دلِ ما — چہ زند سر دگر ازیں گلِ ما
وز تماشاش فرضہا ہمہ رفت — چیست پرسیدن از نوافلِ ما
روئے او در مقابلِ مرأت — روئے ما بود در مقابلِ ما
در رہِ عشق آنکہ مارا گشت — غیر ما کس نبود قاتلِ ما
وصل وا دایں خبر کہ غیر یکے — نیست موصول ماو واصلِ ما
در طلب یافتم خود خود را — بودہ حاصل تمام حاصلِ ما
از سرِ اتحاد ایں بہ خاست — میل ما او ست او ست مائلِ ما
ما کہ بجز حق نہ ایم از عرفان — بس چہ پرسی زحق و باطلِ ما
از میاں چیست پردۂ حائل — شاہ خود بندہ بود حائلِ ما

غزل

ہمہ او نیست چیست اے بابا — آنکہ خواہی تو کیست اے بابا

از نشاں پے بہ پے نشاں بردن — کارِ فہم زکیست اے بابا
عمر اگر صرف ایں مشاہدہ نیست — از بہرِ چیست زیست اے بابا
جہل عذر است ایں نباید گفت — جہل خوئے خریست اے بابا
آن گل رو وجلوہ گر ہمہ سو — دیدہ ات ننگریست اے بابا
شور و غوغائے اوست در دو جہان — نشنوی از گریست اے بابا
در رہش شاہ کاسر یار یست — کار کے سر سریست اے بابا

غزل

خانۂ بالائے ما باد ا نشغش با د اخراب — با وجود آفتاب از شمع می بیند کتاب
با وجودِ آنکہ آب از سر گذشت از تشنگی — العطش میگوید و می بیند او سوئے سراب
از سفاہت عاجزم دارد زروئے اتفاق — در حجاب افتد اگر از پیش بر خیزد حجاب
از ہزاراں یک کسے دل باید و نے از ہزار — مشربِ ما عکس شد واللہ اعلم بالصواب
قفل را از گوش گیرد بر زباں نہ تازیاں — از زباں نبود از گوش نفعِ بحساب
دیدۂ اغیار بیں دیار بیں اے یار بیں — دیدۂ خفاش را کے تاب تابِ آفتاب
معرفت کے یار ہر کس چون مگس ما ہیچو خس — گر پرد او بر ہوا یا گرد داو برروئے آب
عمر کوتاہ و شتاب راہ بہر منزل است — رہ نشد کوتاہ نباشد مسکین را چہ حاصل از شتاب
کار باید گرد گو فرزند پیغمبر بود — گر حسب نبود نباشد سود از ایں انتساب
ایں ریاضاتِ سلوک از بہرِ توحید است بس — چون بمنزل شد برابر گشت بیداری و خواب
سرخ رو آنکس کہ از اصل و فرعِ ایں دو عشق — ایں دو سلطانند عشق ایں ہر دو را نائب مناب
پوست شرعست و طلب مغز است و مغز آن سلوک — مغزِ آن جمعیت است و معرفت لب لباب
من اگر از خود زنم دم ہیچ بایدت باورت — کے تواں کردن قیاس بحر از روئے حباب
مست خاکی برتر از افلاک گردید از وجود — گر نبو شد مشکل است و در نخوشد بحساب
دستِ عارف فوق ایدیہم یداللہ آمدہ — از ترانی خوش مشو و زلن ترانی رو متاب
بارہا گوید ربابِ فقر گوید شاہ باز — عقل واری فرق کن پروازِ شہباز و ذباب

غزل

عارف مداں اگر ز ملامت سلامت است
یعنی علامتِ رہِ عرفان ملامت است

عارف رہیکہ جانبِ وحدت رساند ماند
ز آنجا گذر نکرد کہ جائے اقامت است

مشکل بآن کسیکہ ز ہستی گذر نکرد
خود نیست راچہ ہست روز قیامت است

امروز کارِ دل چو شد کار شد تمام
امروز اگر نشد ہم فردا ندامت است

چنگِ ارادتے کہ بداماں مرد نیست
دوری ز وصل از اثر آن شامت است

راہِ طلب بصبر بسر میرود ہمہ
ایں دانہ راثمر شدن از استقامت است

رفتن بروئے آب وہوا ہیچ نیست شاہ
از خود خلاص یافتن اینجا کرامت است

غزل

دل اگر دریا شود یکقطرۂ دریا شود
قطرۂ دریائے دل دریائے بے ہمتا شود

جزو وکل گر دو شود کل جزو جزو وکل یکیست
جزو وکل از یکدگر این نیست مستثنیٰ شود

ذرہ خورشید است وخورشید است ہر یک ذرہ
بو چنین سر چشم گر بینا شود بینا شود

ہر کرا در وا نشد در وا نشد این است وبس
بشنو از من ہر کرا در وا شود در وا شود

نیست پستی اگر پستئ بالائے در دست
ہر کہ بالا دید ہر پستئ او بالا شود

ما شدن آساں نباشد آرائے مقدار ہست
چند روزے بایدش با ما شود تا ما شود

ہر کرا استاد زد چنگے بدامانِ طلب
آخر او اریا شود گو دست سر تا پا شود

آنکہ طعن ما زنی سوئے کند آسودہ نیست
او تمامی سود گردد گر دریں سودا شود

شاہ را خوش مشرب پاکست اے جاں ہر کرا او
از سر اخلاص طالب گشت تا لبہا شود

غزل

اہلِ دل را ز دو عالم چہ تمنا باشد
دل کہ پیشش دو جہاں قطرۂ دریا باشد

نگرانی و پریشانی مجنوں چہ بود
اگر از شش جہتش جلوہ لیلیٰ باشد

کوہکن تلخی ہجران چہ کشد چوں ہمہ جا
روئے شیریں است گرش چشم تماشا باشد

وحدتِ ذات بود عاشق و معشوق یکیست
قابلِ وحدت ذات ارچہ مثنا باشد

دل اگر زندہ شود مرگ کجا مردن نکو | عیش راہیست گر اسباب مہیا باشد
غم امروز خورو ہر کہ بود خانہ خراب | خانہ معمور خلاص از غم فردا باشد
مست می نیست کہ مست گہے مخمور است | مست خود مست مدامست ہر جا باشد
از نگاہِ ملک الموت ندارد پروا | آنکہ او را نظر پاک مسیحا باشد
یار ما نیست کہ پوشیدہ بود در عالم | یار پیداست اگر چشم تو بینا باشد
راہِ رفت بہر کس نتواں نسبت داد | شاہ راہِ از تو در رفتن ہمہ از ما باشد

رباعی

اے خواجہ نماند حالت پیشیٔ ما | دیگر شدہ یگانگی و خویشیٔ ما
گشتم غنی از حق و درویش زغیر | انیست بہیں غنا و درویشیٔ ما

رباعی

چون بے زدہِ تعین رہِ مطلق را | لاریب کنداو قید بے رونق را
تن کیست پس ایں عبودیت چیست شناس | جمائے ازیں پیش مفر ما حق را

رباعی

ہمدم جوگے گذار شغل دم را | رُو از رہِ توحید بجو ہم دم را
شد حق طلبی بشغل دم آدم را | جوید بچراغ نیترِ اعظم را

رباعی

بر دیم بسر تردو لا بدرا | رفتیم تمام راہ بود و شد را
شد تا مطلب مقابلِ آئینہ دل | دیدیم در آئینہ جمال خود را

رباعی

او او گفتن بعارف ایں نیست روا | او او گرت باو انیست خطا
او او بود آنگہے کہ او بود بجا | او او نبود دگر تو دانی و خدا

رباعی

گفتم توحید را وگشتی در تاب | در یاب و نہ در یاب کہ انیست دریاب

ظاہر شود و بار ہما نجا غائب　　موجِ دریاز ذات دریا دریاب

رباعی

آن یوسفِ مہ جمال در ہر پہ نیست　　بر تخت کسے مانہ نشنید بوسہ نیست
در دستِ تصرف است حق نے در ذکر　　راہے کہ بمنزلِ رساندرہ نیست

رباعی

خس ور آتش فتد بگو خس چکند　　آتش در خس فتد بگو پس چکند
ہر چند بود حوصلہ کس را عرفان　　بر حوصلہ غالب ار شود کس چکند

رباعی

از شش جہتم روئے نمودی آخر　　از ہر طرفے دلم ربودی آخر
بیرون و درون جلوہ گری میدیدم　　بر تحقیق آدم تو بودی آخر

رباعی

فرقست اے جان میان عشق و ہوس　　نتواند کرد کار پروانہ مگس
آور دصا بوئے تو رفتم از خود　　تا باد نمیرو دنے جنبد خس

رباعی

ہر در کہ زدم نیافتم اے درویش　　چون یافتمش یافتمش از در خویش
از حق داران و حق گذاران دیدیم　　در گردنِ خویش حق خویش از ہمہ پیش

رباعی

آنرا کہ نجاست بر سرِ ایمان جنگ　　او مومن و زا یمانِ من اورا مد ننگ
مومن نشود تا کہ برابر نشود　　با بانگ نماز بانگِ ناموس فرنگ

رباعی

عمریکہ بلند و پست بودم بودم　　در مرتبہ ہیچ و ہست بودم بودم
خود آمدہ ام بخود پرستی اکنوں　　آندم کہ خدا پرست بودم بودم
شک نیست کہ اسم با مسمی مائیم　　رباعی مفہوم تمام زشت و زیبا ئم

اگر گفت کسے نمائی بدریچہ ایم　　چوں ماصدق تمام آشنا ائم

رباعی

جان قربان سرِ توای جانانہ　　جویائے تو عالم و تو اندرخانہ
اے باہمہ آشنا و بیگانہ زکل　　عالم تو آشنا و تو بیگانہ

رباعی

اے طالب ذات ارچہ رودریدی　　جویائے خدا چرا ازخدا بیخبری
عین ہمہ و جملگی عین تو اند　　انیست حقیقت ارنخود درنگری

رباعی

ازدوری خود ہمیشہ در آزادی　　آزار زجہلِ تست اگر ہشیاری
بتخانہ کہ ہست کعبہ تست یقین　　وصل ست مرانچہ جرمے پنداری۔

رباعی

یا اللہ کہ بے واسطہ وبیں توئی　　زینت گر کائنات وکوین توئی
یک حرف زراہِ دوستی میگویم　　اے جان کسے خلاصۂ عین توئی

خواجہ بہاری صاحب

طریقت وعرفان کے رستوں کے چلنے والے۔ حقیقت اور وجدان کے معارف کے عارف۔ توکل رضا کی کشتی فقر وفنا کے طریق کے راہرو۔ اہلِ حقائق کے شیخ۔ تمام تعلقات سے علیحدہ حضرت باری کے برگزیدہ خواجہ بہاری۔ جناب کا اصل وطن شہر حاجی پور تنبہ ہے۔ اوائل عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے لیے وطن سے نکل کر کچھ مدت قصبہ کورہ میں شیخ جہاں کے پاس جو ملقب بہ اولیا تھے۔ رہ کر کچھ سیکھا۔ اور وہاں سے سعادت کی کمند انہیں کھینچے کھینچے لاہور لائی۔ اور لاہور میں بھی ملا فاضل سے ظاہری علوم کی تحصیل میں مشغول رہے۔ اور انہیں کے گھر رہا کرتے تھے۔ پھر ہوتے ہوتے حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچ کر آنجناب کے منظور نظر بنے۔ اور پھر مرید ہو کر علوم باطنی کی تحصیل کی۔ اور اس طرح ظاہری اور باطنی دو علوم حاصل کئے۔ اور ریاضت اور مجاہدہ جو حضرت میاں جیو صاحب کے طریقے میں ہے، کرتے رہے۔

اور ہوتے ہوتے صاحبِ حالات و مقامات عالیہ ہوئے اور تجرید۔ توکل اور تفرید میں ممتاز ہو گئے۔ آپ نے بہت سے مشائخ کو دیکھا ہے۔ آپ ہمیشہ یہی فرماتے ہیں۔ کہ جو کچھ مجھے حاصل ہے۔ وہ شیخ میر صاحب کی برکت سے حاصل ہے۔ کہ آپ جس وقت پان کھا کر پھینکا کرتے تھے۔ تو میں اٹھا کر کھا لیتا تھا۔ جس کی برکت سے سارے علوم کی کشف حاصل ہوئی۔ اور کوئی بھی ہو۔ مجھ سے خواہ قرآن مجید۔ حدیث شریف۔ خواہ فصوص۔ لمعات لوائح۔ ابیات مثنوی معنوی کی بابت پوچھے تو میں باوجود اس بات کے کہ میں اس قدر سرمایہ علمی نہیں رکھتا۔ سب بیان کر سکتا ہوں۔ اور ایک عبارت کے کئی ایک معنی کر سکتا ہوں۔ کوئی پوچھ کر آزمائے۔ فی الواقع آپ بعض مشکلات اور معانی کو اچھی طرح بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ حکیم ثنائی کے اس شعر کے معانی حسب ذیل فرماتے ہیں۔

مجلس وعظ رفتنت ہوس است ہر کہ ہمسایہ واعظ تو بس است

فرماتے ہیں۔ کہ ہمسایہ سے مراد اعضاء اور قوائے بدنی ہے۔ جو بڑی عمر میں اپنی قوت سے رہ جاتے ہیں۔ جیسے دانت کان۔ آنکھ وغیرہ۔ یہ سب دل کے ہمسائے ہیں۔ اور دل کو مخاطب کیا ہے۔ کہ ان کی کمزوری اور سستی سے نصیحت قبول کرے۔ اور خبردار ہو جائے۔

آپ کسی سے فتوح وغیرہ نہ لیا کرتے تھے۔ مگر ہاں قدرے قلیل جو کوئی مرید از روئے اخلاص لاتا۔ پکا ہوا کھانا خواہ کوئی شخص لاتا۔ آپ لے کر تناول فرما لیتے۔ حضرت میاں جیو صاحب علیہ الرحمتہ کی وفات کے بعد لاہور میں آپ کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ اور خاص و عام گروہ در گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ سے بہت سی کرامات و خوارق عادات ظاہر ہوئیں اور شہر میں مشہور رہیں۔

شیخ وجیہہ الدین جو صحیح القول اور فاضل مرد تھے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ غازی خاں نام درویش نے عرض کیا۔ اور ملا خواجہ اور بہت سے فقراء حاضر تھے۔ ساری رات جاگنے کی نیت کی راوی خود اس مجلس میں شریک تھا۔ چونکہ جاڑے کا موسم تھا۔ اس لیے آگ بہت سی جلانی پڑی۔ صبح کے وقت توحید کے بارے میں گفتگو چھڑی تو محمود نام بینوائے جو لاہور میں ایک مشہور شخص تھا۔ گفتگو شروع کی۔ اس نے ملا خواجہ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا۔ کہ آپ اپنی وحدت کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ملا خواجہ کا وقت خوش تھا۔ فرمایا کہ یہ ہے توحید۔ اتنا کہہ کر آپ

اٹھ کر آگ میں چلے گئے۔ اور تھوڑی دیر وہاں بیٹھ کر سلامت آگ سے نکل آئے۔ آپ کو آنچ تک نہ آئی۔ لوگوں نے آپ کا جامہ برائے تبرک پارہ پارہ کر لیا۔ اور آپ وہاں سے اٹھ کر جنگل کو چلے گئے۔ اور یہ فی الواقع ہے۔ جو حضرت ملا قدس سرہٗ نے نفحات الانس میں لکھا ہے۔ کہ ابوالفرح سراج رحمتہ اللہ علیہ جاڑے کے موسم میں رات کے وقت چولہے میں آگ جلا رہے تھے۔ اور معارف کی باتیں ہو رہی تھیں۔ شیخ صاحب پر جو حالت طاری ہوئی۔ تو چولہے کی طرف چلے گئے۔ اور آگ میں خدا کو سجدہ کیا۔ لیکن آپ کو ذرہ بھر ضرر نہ پہنچا۔ اس بارے میں جب آپ سے پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ جس نے بارگاہِ الٰہی کی خاطر اپنی آبرو بگاڑ لی ہو۔ اس کے چہرے کو آگ نہیں جلا سکتی۔ اور یہی حکایت خود آپ نے مجھ (مؤلف) سے بیان فرمائی۔ اور فرمایا کہ موحد میں ہوں۔ جو آگ میں بھی بے خطر چلا جاتا ہے۔ اور کوڑھی کے ساتھ کھانا بھی کھا لیتا ہوں۔ اور سب کے پاؤں پڑتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں کچھ اپنی باتیں بیان کروں کہ توحید کیا چیز ہے میں نے عرض کی ضرور فرمائیں۔ فرمایا۔ ایک روز مجھے کہا گیا۔ اے شاہ ولی۔ اے ملا خواجہ ولی اے شیخ ولی۔ اور بعد ازاں کہا گیا۔ اے کافر۔ اے جہود مجھے اس کی یگانگت کی قسم ہے۔ کہ نہ وہ تعریف مجھے بھلی معلوم ہوئی۔ اور نہ وہ برائی بری معلوم ہوئی۔

دیگر منقول ہے۔ کہ ایک رات ملا فاضل کے گھر آش پکی ہوئی تھی۔ ملا مذکور کی اہلیہ نے چاہا۔ کہ آش کا پیالہ خود اٹھا کر ملا خواجہ کو پہنچائے۔ جب حجرے کے دروازے کے پاس پہنچی۔ تو کیا دیکھتی ہے۔ کہ آپ کے تمام اعضاء الگ الگ دروازے پر پڑے ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ شاید آپ کو کوئی قتل کر گیا ہے۔ اور بند بند جدا کر گیا ہے۔ اس سے وہ بہت ڈری اور روتی چلاتی ملا فاضل کے پاس آئی۔ اور صورتِ حال بیان کی۔ ملا حیران ہو کر جب حجرے کی طرف آئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ملا خواجہ بیٹھے ہوئے یادِ الٰہی میں مشغول ہیں۔ دبے پاؤں واپس جا کر اہلیہ کو کہا۔ کہ اولیاء اللہ کے حالات اور مقامات ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھی ایسی حالت میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص کے لڑکے کے بدن پر چند ایک داغ برص کے تھے۔ جس کا علاج طبیب نہیں کر سکتے تھے۔ چونکہ آپ بچوں سے محبت کیا کرتے تھے۔ وہ لڑکا بھی آپ کی خدمت میں آیا کرتا

تھا۔ اس کے باپ کو آپ نے فرمایا کہ اور کوئی علاج نہ کرنا۔ ہم اس کا علاج کریں گے۔ جب وہ لڑکا آتا۔ تو آپ انگلی سے اس جگہ کو ملتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھ کی برکت سے اس لڑکے کو صحت عطا فرمائی۔ اور چند ہی روز میں وہ داغ دور ہو گئے۔

دیگر۔ جب صفی میرزا والی ایران نے ۱۰۵۰ہجری میں قندھار پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے آپ کی خدمت میں اس بارے میں عرض کی۔ فرمایا۔ کہ اس کی کیا طاقت ہے۔ کہ آئے۔ میں اسے یا تو بلا میں مبتلا کروں گا۔ یا جان سے ہی مار ڈالونگا۔ وہ ہرگز نہیں آئیگا۔ اور اپنے ہاتھ سے اس کے قتل کا اشارہ فرمایا۔ آپ کے فرمانے کے ایک مہینہ بعد خبر آئی۔ کہ اسے زہر دے کر مار ڈالا گیا ہے۔

آپ بہت خوش تقریر اور خوش محاورہ تھے۔ اور بات کرتے ہوئے کبھی کبھی آپ کو جذبہ ہو جاتا تھا۔ اور کسی سے نہیں ڈرا کرتے تھے۔ جلالیت سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ ظاہر و باطن میں آپ کا فقر اور تجرید ظاہر ہے۔ آپ نے شادی نہیں کی۔ اور اب لاہور میں زندہ ہیں۔ پہلے ملا فاضل کے مدرسہ میں رہا کرتے تھے۔ اور اب ایک اور جگہ مقام ہے۔ جو شہادت اور ملکوت میں برزخ ہے جسم سے قومیت اور تعین حاصل کرتے ہیں۔ اور روح سے نور۔ اقتباس اور اشراق وغیرہ۔ بس صاحبِ بصیرت صوفی نور بسیط کو مشاہدہ کرتا ہے۔ نہ کہ مرکب محدود اور معین نور کو۔ چنانچہ صوفی اس منزل میں گرفتار ہے ؎

عشق پانصد پر است و ہر پرے ... از فراز عرش تا تحت الثریٰ

جس طرح جانور میں صعود اور نزول ہے۔ اسی طرح عشق میں بھی عروج اور نزول ہے۔ اس واسطے دقیقہ عشق کو جانور سے تشبیہ دی ہے۔ پھر عشق کے جانور کو پانسو پروں سے مخصوص کیا۔ مطلب اس کا یہ ہے۔ کہ عام لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار اور ایک نام مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک اسم ذاتی ہے۔ جسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ اور باقی ہزار کو جلالی اور جمالی پر منقسم کیا ہے۔ جن میں سے ہر ایک کے حصے پانسو آئے۔ چونکہ جلالی اور جمالی یہاں متنافی متصور نہیں۔ ایک ہی کافی ہے۔ اس مقدمہ سے معلوم ہو گیا۔ کہ ذات جلالی اور جمالی صفات کے پردے میں پانسو صفاتی اسماء کے سوا مختفی نہیں۔ اور زمین سے لے کر آسمان تک لمسی

کا تصرف ہے :۔

حق معیت گفت و بر دل مہر کرد باکہ عکس آید بگوش دل نہ کرد

چونکہ حق تعالیٰ نے عاشقوں کو "وہو معکم" کے مطابق معیت کی دولت سے مفتخر کیا ہے اور اس سعادت عظمیٰ کی رہبری کی ہے۔ اس لیے ان کے دلوں پر جو ان معارف الہٰی کے خزانے ہیں۔ محافظت اور نگہبانی کی مہر لگا دی ہے۔ دل پر مہر لگانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ تو دل کے دونو کانوں سے نغمۂ جمعیت کو سنے نہ کہ تفرقے کے راگ کو کان کا بالا بنالے ؎

جزو زمین زمین آسماں میفزائے بر زمین از اختراں

مولوی معنوی رومی اللہ تعالیٰ کی عنایتوں اور مہربانیوں کو بیان کر رہے ہیں۔ جو انسان پر کی گئی ہیں۔ کیونکہ آدمی گو بلحاظ پیدائش اور طینت جزو زمین ہے۔ لیکن بلحاظ مرتبہ آسمان ہے دوسرے مصرعے میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔" میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں جسکی اقتدا کرو گے اسی سے تمہیں راہ مل جائے گی ؎

گفت درویشی بدرویشی کہ تو چوں بدیدی حق تعالےٰ را بگو

گفت بیچوں دیدم اما بہر قال باز گویم مختصر اور امثال

دیدم از سوئے چپ او آزرے سوے دست راست حوض کوثرے

ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں او در آتش یافت میشد در زماں

ہر کہ در آتش نمے رفت و شرر از میانِ آب بر میکرد سر

مطلب یہ کہ ایک درویش نے دوسرے درویش سے رویت کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو بے مثل دیکھا۔ لیکن بے مثل دیکھنا الہٰی عطیہ ہے۔ اس کے حوصلے اور بیان میں گنجائش نہیں۔ اس لیے میں اس بات کو بطرز تمثیل تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ اے جمال حق کے طالب! اے کمال مطلق کے ڈھونڈنے والے! میں نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح دیکھا۔ کہ اس کی بائیں طرف آگ کی بھٹی جل رہی ہے اور دائیں طرف پانی سے بھرا ہوا حوض ہے۔ اگر کوئی شخص بھٹی میں پڑے۔ تو سر حوض سے نکالے۔ اور اگر حوض میں پڑے۔ تو سر بھٹی سے

نکالے یعنی ذات اقدس و بے ہمتا میں دو صفات جلالی اور جمالی ہیں۔ اور آناً فاناً ایکدوسری میں بدل جاتی ہے۔ اور بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی۔ حاصل یہ کہ وہ درویش مثال کے طور پر کہتا ہے۔ کہ مَیں نے اللہ تعالیٰ کو جلال کے پردے میں جس سے مراد قہر اور آگ ہے۔ اور جمال کے پردے میں جس سے مراد مہربانی اور پانی ہے۔ پایا۔ اور واقعی بات بھی یونہی ہے۔ کہ ظاہر میں صوفی حق کو یہی دو صفتیں دکھائی دیتی ہیں۔ جن کو وہ یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے ؎

آن یکے ماہی ہمے بیند عیاں　　　　وآن دگر تاریک می بیند جہاں
وآن یکے سہ ماہ بیند ہم　　　　ہرسہ شبہ بیک موضع لنغم

ایک پہلوان میدانِ جنگ میں شیر الٰہی کا مغلوب ہوا۔ اور پچھاڑ آگیا۔ تو اس حالت میں اس ملعون نے جناب کے چہرہ مبارک پر تھوکا۔ جونہی اس نے تھوکا۔ حضرت امیر نے اس سے ہاتھ اٹھا لیا۔ کافر اپنی جان بخشی اور بے موقع مرحمت کے حصول سے حیران رہ گیا۔ اور پوچھنے لگا کہ اس فعل عبث کے تحمل کا کیا باعث ہے۔ جناب نے ظاہری تغافل اور توجہ باطنی سے اس نابکار کو آگاہ کیا۔ چنانچہ وہ ملکوتیہ تینوں مراتب سے جو اوّل اوسط اور آخر ہوتا ہے۔ اور سرچشمہ دین اور ہادی اہل یقین کے قرب سے کچھ دیر وہ زندہ رہا۔ اس واسطے کہ اپنے مرتبے کی تینوں حالتوں کو اپنے عقیدہ ثلاثہ کے مطابق تین اشخاص سے منسوب کرتا ہے۔ اور اپنے تئیں درجہ اعتبار سے ساقط اور منفی خیال کرتا ہے ؎

ہیچ قلبے در جہاں مردود نیست　　　　زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
خریدیکہ از وسود منظور نیست　　　　ہیچ کالا و متاع دراں مردود نیست

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وحدت مساوات اور برابر ہے۔ اس واسطے کہ مراتب کا باہمی فرق عالم کثرت میں ہے۔ عالم وحدت میں جو نور اور وحدت ہے۔ فرق نہیں۔ جیسا کہ بعض محققین نے فرمایا ہے "التوحید ترك التفضیل بین الفاضل والمفضول" فاضل اور مفضول کی باہمی تفضیل کی ترک کا نام وحدت ہے۔ ؎

آن خیالاتِ کہ دام اولیاست　　　　عکس مہ رویانِ بستانِ خداست

اولیاء کا جال مجاز کی گرفتاری ہے۔ اس واسطے کہ حقیقی پُل ہے۔ پس جو چیز حقیقت کی

طرف رہبری کرے وہ باعتبار تعلق جال ہے۔ اسی واسطے مجازی صورتوں کی تجلیات کے مشاہدے کو جو رخسار حقیقت کا پردہ ہیں۔ جال کے پھندے سے نسبت دیتے ہیں: ؎

نفی آن یکے چیز اثباتش رواست　　　　چوں جہتہ شد مختلف نسبت دوتا است

مولوی صاحبؒ اس خوشی کی نفی کے درپے ہیں۔ جو نفی اثبات سے پیدا ہوتی ہے۔ گویا ایک شخص کہتا ہے۔ کہ نفی و اثبات ایک ہی شخص کے وجود میں اجماع الضدین ہے۔ مولوی صاحب علیہ الرحمتہ اس اعتراض کو باعتبار جہت کے دفع کرتے ہیں۔ کیونکہ نفی ایک خیالی تعین اور تقیید سے عاید ہوتی ہے۔ اور اثبات حقیقی وساطت کی طرف راجع ہے ؎

مجتہد ہر کہ باشد نص شناس　　　　اندر آن صورت نیندیشد قیاس

مجتہد کے لفظ کو نص کی مناسبت اور رعایت کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ اور اس سے مراد عارف کامل ہی ہے۔ جس نے مجاہدہ باطنی سے اپنے باطن کو آراستہ کیا ہو۔ اور عین الیقین کا مرتبہ اسے حاصل ہو گیا ہو۔ اور جس کی دید ظاہری اور باطنی عالم میں نص قرآن کے رنگ میں ظاہر اور ماہر ہو گئی ہو۔ ایسا شخص قیاس کا محتاج نہیں۔ اس واسطے کہ باطنی مکاشفہ کی دولت سے یہ سبب وہبی علم کے راہ اس نے صاف کر لی ہے۔ وہبی علم یقینی کشف ہے۔ یہ اس قسم کا علم نہیں۔ جیسے برہان اور دلیل کی ضرورت ہو ؎

من کلام حقم و قائم بذات　　　　قوت جاں جان و یا قوت زکوٰۃ

یہ شعر ان حاسدوں کی ملامت اور منکروں کی گوشمالی کے لیے ہے۔ جو مثنوی کی عبارت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اور طعن کرتے تھے۔ مولوی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں کلام حق ہوں اور قائم بذات حق ہوں۔ پس میرے کلام میں شک کرنا انکار حق کا موجب ہے۔ اور حق کا انکار کرنا کفر اور گمراہی ہے۔ پھر آپ نے کلام حق کو دو صفات سے موصوف کیا۔ ایک قوت جان جان ہے۔ اور دوسری قوت زکوٰۃ ہے ؎

نور خورشیدم فتادہ بر شما　　　　لیک از خورشید ناگشتہ جدا

جس طرح پہلے شعر میں اپنے آپ کو کلام حق سے نسبت دی ہے۔ اسی طرح دوسرے شعر میں اپنے تئیں نور آفتاب سے تشبیہ دی۔ بات ظاہر ہے کہ آفتاب کا روشنی ہر ایک

جگر پر پڑتی ہے۔ اور آفتاب سے جدا نہیں ہے۔ غرض یہ کہ مولوی صاحبؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمیں وحدت در کثرت جو کہ عرفان کا آخری درجہ ہے۔ اور درجات فقر کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ حاصل ہے۔ لیکن حاسدان معنوں کو سمجھ نہیں سکتے۔ ؎

دور بند چشم گشتہ چشم بدن رفع سد او بگشت ہم سدس

پہلی آنکھ سے مراد بصیرت لی ہے۔ اور دوسری سے ظاہری آنکھ بند ہونے سے مراد یہاں وحدت کے مشاہدے سے بیکار رہنا ہے۔ اور آنکھ کی گرفتاری سے مراد یہ عالم تعینات اور تشخصات کا دیکھنا ہے۔ جو دلی آئینے کے لیے بمنزلہ زنگ اور چہرۂ حقیقت کے لیے بمنزلہ نقاب ہے۔ اور دوسرے مصرع میں "رفع سدِ او بگشتہ ہم سدس" باعتبار سلوک ہے۔ کہ صوفی اپنے تئیں کوشش سے نفی کر دیتا ہے۔ ہاں ہستیِ موہوم کے رفع کرنے کی کوشش دو لو ملاقات معنوی کی سد راہ ہیں۔ ؎

بندہ گوش او شدہ ہم گوش ہوش باگوش آرے سد ہوش

جس طرح گزشتہ شعر کے پہلے مصرع میں پہلی چشم سے مراد بصیرت اور دوسری سے بصری تھی۔ اسی طرح اس شعر میں دونوں کان جن کا ذکر پہلے مصرع میں ہے۔ ان سے مراد باطنی و ظاہری کان ہیں۔ اور بند گوش سے مراد تشخصات کے نقاب اور تعینات کے پردے کی روئی ہے جو ظاہری کانوں کے ہاتھ سے باطنی کانوں پر رکھی جاتی ہے۔ جو کہ نغمہ وحدت اور ترانہ حقیقت کے سننے سے باز رکھتی ہے۔ دوسرے مصرع میں فرمایا ہے۔ کہ اس آیت کریمہ کے مطابق وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ای لیعرفون۔ میں نے جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لیے یعنی مجھے پہچاننے کے لیے پیدا کیا ہے۔" مست اور مدہوش رہے۔ اور خلقت میں اپنا وقت صرف کرے۔ اپنی ظاہری حالت باطنی مستی و مدہوشی کے مطابق بنائے۔ تاکہ مدہوش ہو جائے۔ اور دوسرا اس کی مشارکت میں مداخلت نہ کر سکے۔ اس علم میں وہ کامل اور لاثانی تھے۔

شیخ عبد الغنی

دیگر۔ اہل اصلاح کے سردار۔ طریق فلاح کے چلنے والے۔ اور دنیاوی قیود سے فارغ شیخ عبد الغنی۔ آپ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے قدیم یاروں میں سے ہیں۔ اور حاجی محمد سے

پہلے جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بہت سی ریاضتیں کیں۔ آپ خوش وضع ہیں اور اس طریقہ متبرکہ میں عمر بسر کر دی ہے۔ لوگوں سے میل جول نہیں کرتے۔ اکثر خاموش رہتے ہیں۔ اب حضرت میاں جیوؒ کی وفات کے بعد روضہ مبارک کے پاس ہی حجرہ بنا کر وہاں گذران کرتے ہیں۔ اور روضہ مبارک کی خدمت کرتے ہیں۔ اور جو شخص آتا ہے۔ طواف کے لیے اسے لے جا کر طواف کراتے ہیں۔ جس وقت میں طواف کے لیے گیا۔ تو بہت دیر تک آپ کے پاس بیٹھا رہا۔ مجھے فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ یاروں کو اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ تنہائی اختیار کرو۔ اور لوگوں سے میل جول نہ کرو۔ کیونکہ ویرانوں اور جنگلوں میں بسر کرنے سے بہت جمعیت حاصل ہوتی ہے۔ آپ اس کتاب کی تصنیف کے بعد ہفتے کے روز ماہ ذی الحج ۱۰۵۰ھ ہجری کو فوت ہوئے۔

میاں محمد مراد

دیگر۔ طریق طلب کے سالک۔ ذکر غیر سے لب بستہ۔ صاحب رشد و رشاد میاں محمد مراد ولد ملا عبدالسلام مفتی علمائے عصر اور میاں شیخ محمد لاہوری اور حضرت میرک شیخ کے استاد ہیں۔ آپ لاہور کے رہنے والے ہیں۔ تمام علوم کے عالم اور لاہور کے مفتی ہیں۔ جب آپ حضرت میاں علیہ الرحمتہ کے مرید ہوئے۔ تو جو کچھ آپ کے پاس تھا۔ فقیروں کو دیدیا۔ اور مفتی کا عہدہ چھوڑ سب سے قطع تعلق کر علوم باطنی کو پورے طور پر حاصل کیا۔ اور حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے طریقے میں داخل ہو کر ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ اب لاہور میں رہتے ہیں۔ اور کمال درجے کی ترک و تجرید اختیار کر رکھی ہے۔ کسی سے کوئی چیز نہیں لیتے۔ اور نہ کسی سے مل کر بیٹھتے ہیں۔ ہمیشہ غمناک رہتے ہیں۔ اور روتے رہتے ہیں۔ جو شخص آپ کی خدمت میں جاتا ہے۔ اسے ترک و تجرید اور دنیا سے قطع تعلق کی بابت ہدایت کرتے ہیں۔ آپ کو ذوق و شوق اور سوز حاصل ہے۔ ہر وقت حافظ کے اشعار پڑھتے رہتے ہیں۔ اور اکثر حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کو یاد کر کے رویا کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ ہمارے شیخ صاحب کی قدر کسی کو معلوم نہ ہوئی۔ کیونکہ آپ میں خدا رسیدہ بنانے کی قدرت بدرجہ کمال تھی۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے سب سے آخری مرید آپ ہی ہیں۔ مجھ سے ملنے کی بڑی تمنا رکھتے ہیں۔ اور بہت دفعہ مجھے آپ کی ملاقات نصیب ہوئی ہے۔ آپ نیستی۔ تواضع اور شکستگی کا لباس رکھتے ہیں۔ ایک روز فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ نے پان کھا کر پھینکا۔ تو میں نے اٹھا

کر کھا لیا۔ اس کے کھاتے ہی میری حالت متغیر ہو گئی۔ اور تن بدن میں آگ بھک گئی۔ گویا میں نے منہ میں انگارا ڈال لیا ہے۔ مگر اس کی برکت سے دنیا اور ظاہری علم کی محبت میرے دل سے جاتی رہی۔ آپ ظاہری آداب کو بہت ملحوظ رکھا کرتے۔ اور کسی سے مل کر نہ بیٹھتے اکثر اپنے ہی گھر میں جو شہر لاہور میں تھا رہا کرتے تھے۔

میرزا مداری عبدالرحمٰن

دیگر۔ لاف زنی سے روکش۔ تکلف سے بری اور بیداری اور ہشیاری میں یکساں مرزا مداری آپ کا اسم شریف شیخ عبدالرحمٰن ہے۔ آپ صحیح النسب سادات سے ہیں۔ اور حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے مرید ہیں۔ چودہ سال آپ نے جناب کی خدمت کی۔ لڑکپن ہی سے آپ کو اس کام کی خواہش تھی۔ چنانچہ سفر کر کے سیاحی بھی کی۔ اور حج بھی کر لیا۔ ایک روز آپ مع چند آدمیوں کے کھڑے ہوئے تھے۔ کہ میری نگاہ آپ پر پڑی۔ چونکہ پیشتر میں نے آپ کی زیارت نہیں کی تھی۔ صرف نام سنا ہوا تھا۔ نگاہ پڑتے ہی میں حیران سا رہ گیا۔ اور مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ آپ حضوری قلب میں کمالیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ہو نہ ہو۔ یہ آشنا ہیں۔ مجھے آپ کا اسم دریافت کرنے کے لیے اضطراب سا ہوا۔ لیکن نہ اضطراب کا سبب معلوم ہوا۔ اور نہ نام۔ کہ اتنے میں ایک شخص نے آپ کا نام لیا۔ تو سنتے ہی میں نے جان لیا کہ یہ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے مرید ہیں۔ اور میرے دل کی بیقراری اسی آشنائی کی وجہ سے تھی۔

بلے داند وے گاہ گاہ باشد ۔۔۔ کہ دلہا را بدلہا راہ باشد

بعد ازاں آپ سے ملاقات نصیب ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ جن دنوں مجھے حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ نے مشغول کیا۔ اور جمعیت کی خاطر جنگل جانے کے لیے فرمایا۔ تو ہدایت فرمائی۔ کہ بھوکے نہ جانا۔ یا تو کھانا کھا کر جانا۔ یا ہمراہ لیتے جانا۔ کیونکہ ہمارے طریقے میں خالی پیٹ مشغول ہونا اچھا نہیں۔ اس واسطے کہ بھوک کے وقت نفس کو گھبراہٹ معلوم ہوتی ہے۔ کتے کا منہ لقمے سے بستے رکھنا بہتر ہے۔ اور یہ اس واسطے ہے۔ کہ ایسا کرنے سے خطرہ عظیم رفع ہوتا ہے۔ اور دل کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ میں جناب کے فرمان کے مطابق کھانا ہمراہ تو لے جاتا۔ لیکن اگر کوئی بھوکا فقیر ملتا۔ تو اسے دے دیتا۔ اور آپ جا کر کسی جگہ بیٹھ رہتا۔ دن بھر میں میں دو تین جگہ بدلتا۔ لیکن مجھے

جمعیت حاصل نہ ہوتی۔ پھر مَیں نے چاہا۔ کہ مینار تلے چل کر بیٹھوں۔ وہاں پر میرے دل کو بہت تسلی اور جمعیت حاصل ہوئی۔ لیکن مجھے اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ بعد ازاں جس وقت میں وہاں جاتا۔ مجھے خوب دل جمعی حاصل ہوتی۔ اور اگر کسی اور جگہ بیٹھتا۔ تو جمعیت میں فتور آجاتا۔ ایک روز یہ واقعہ میں نے حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ وہاں کا کچھ پتہ نشانی بتلا۔ جب مَیں نے پتہ بتایا۔ تو فرمایا۔ کہ اس جمعیّت کا سبب یہ ہے۔ کہ اوائل میں مَیں بھی وہاں جاکر بیٹھا کرتا تھا۔ اور یہ جمعیت میرے بیٹھنے کی وجہ سے تجھے حاصل ہے۔ مَیں نے کہا۔ سبحان اللہ اولیاء اللہ کے قدموں کی برکت زمین پر بھی اثر کر جاتی ہے۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ جو اپنے اصحاب کو کھانا ہمراہ لے کر جنگل میں مشغول ہونے کے لیے فرماتے تھے۔ اس سے دو فائدے مدنظر تھے ایک تو یہ کہ سالک کو کوئی خطرہ بھوک سے بڑھ کر نہیں۔ اگرچہ بھوکا رہنے میں فائدہ بہت ہے۔ لیکن ابتدا میں نفس کو بہت قلق اور اضطراب ہوتا ہے۔ مگر جب کچھ کھا لیا جاتا ہے۔ تو اسے اطمینان حاصل ہوجاتا ہے۔ اور تمام خطرات رفع ہوجاتے ہیں۔ اور دل کو قرار اور آرام آجاتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ تھا۔ چنانچہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ سب سے پہلی خبر وحی سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سچا خواب تھا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت کا شوق ہوا۔ تو کوہ حرا کی غار میں خلوت اختیار کی۔ اور وہاں پر حق تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ چند دن رات اسی غار میں بسر کرکے جب اپنے اہل وعیال کو دیکھنے کا شوق ہوتا۔ تو شہر میں آتے۔ تو پھر توشہ ہمراہ لے کر غار میں تشریف لے جاتے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول ہوتے۔ اور اثنائے عبادت میں وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ کے تمام طریقوں کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اسی ایک سے قیاس کر لو۔ کسی طریقے میں ایسی متابعت نہیں دیکھی گئی

مرزا مداری نے فرمایا۔ کہ حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ آج کوئی مجھ سے اچھا ہے۔ تو میں ضرور استفادے کے لیے اس کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں۔ ان دنوں مرزا مداری نے مجھے فرمایا۔ کہ میرا ارادہ حج کا ہے۔ لیکن مَیں نے منع کیا۔ کہ آپ نے ایک دفعہ تو حج کر لیا ہے۔ اب بچے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ لیکن آپ نے نہ مانا۔ اور باہر چلے گئے۔ آپ

شعر اچھے کہتے ہیں۔ اور حسبِ ذیل شعر آپ ہی کے ہیں ؎

چیست انساں یکے طلسم عجیب | در جہان و در دنِ او دو جہان
چیست پیشِ ہمہ نکو دیدن | چیست دانش خفا و حفظ لسان
چیست عرفان بعجز خود اقرار | پس فنا در بقائے حضرت آں

اور حسبِ ذیل دو شعر بندے نے کہے ہیں ؎

چیست توحید چوں الف بودن | کہ دو عالم باو شود یکساں
چیست ہمت گذشتن از کونین | دل سپردن بآں شہ دوراں

شیخ عبدالواحد

دیگر۔ صاحب ورع و تقویٰ۔ صدق و صفا کی کان۔ عارف کامل شیخ عبدالواحد آپ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے قدیم یاروں میں سے ہیں۔ اور آپ نے اکیس سال آنجناب کی خدمت کی ہے۔ اور صاحب جمعیت اور ریاضت ہیں۔ مجھے فرمایا۔ کہ میاں جیو علیہ الرحمتہ سے تمہاری ملاقات ہونے سے پیشتر جب کبھی تمہارا نام بیچ میں آجاتا۔ تو آپ خوش وقت ہوتے۔ اور حاضرین کو فرماتے۔ کہ اس کے لیے دعا کرو۔ کیونکہ اسے بڑی بھاری کشائش درپیش ہے۔ اور اس کی دعا میں مصلحت ہے۔ چنانچہ ایک روز مجھے فرمایا۔ کہ یہاں سے اکبرآباد چلے جاؤ۔ اور ان کی صورت کو دیکھ کر اسی صورت کا مراقبہ کیا کرو۔ چالیس روز وہاں رہو۔ اور حفظ و سلامتی کے لیے ان اسماء کو پڑھو۔ وہ اسماء مجھے یاد کرا دیئے۔ میں نے آپ کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔ آپ فقر اور شکستگی میں بہت خوب ہیں۔ اور لاہور کے ایک کونے میں رہتے ہیں۔ آپ نے منگل کے روز ماہ محرم ۱۰۵۶ھ ہجری کو رحلت فرمائی۔

محمد شریف

دیگر۔ عزلت گزین۔ گوشہ نشین۔ صاحبِ تجرید و تفرید ملا محمد شریف۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ نے آپ کو اور ملا عیسیٰ سیالکوٹی کو ایک ہی دن مشغول کیا تھا۔ یہ دونوں صاحب ایک ہی جگہ مل کر رہتے۔ اور اکٹھے ہی آنجناب کی خدمت میں آتے جاتے۔ آپ فنا و فقر کے طریقے کو اچھی طرح نباہتے ہیں۔ اور ریاضت اور مجاہدہ میں بڑی کوشش کرتے ہیں۔

ملّا ابا بکر

دیگر۔ اہلِ حقائق کے معتقد۔ دنیا سے قطع تعلق کیے ہوئے۔ بے مکر و فریب زاہد ملا ابا بکر جن کی تربیت حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ نے میرے شیخ صاحب کے حوالے کی۔ مَیں نے اپنے شیخ صاحب کی زبانی آپ کی بہت کچھ تعریف سنی تھی۔ آپ ۱۰۲۹ھ ہجری کو فوت ہوئے۔ آپ کی قبر نئی گجرات میں ہے۔ آپ میرے شیخ صاحب اور حضرت میرک شیخ اکٹھے سبق پڑھا کرتے تھے۔ مَیں نے اپنے اخوند صاحب سے سنا۔ کہ ملا ابا بکر کتاب دوست طالب علم تھا۔ اور مدت تک ہمارے ساتھ پڑھتا رہا۔ ایک روز سب کتابیں لا کر پھینک دیں۔ مَیں نے پوچھا۔ یہ کیا آپ نے فرمایا۔ کہ سب کتابیں طالب علموں کو دے دو۔ کیونکہ مَیں نے سب تعلقات چھوڑ دیئے ہیں۔ اور حضرت میاں جیو کی خدمت میں دل لگا لیا ہے۔

ملّا عیسٰی سیالکوٹی

دیگر۔ زہد و تقوٰے کے سرمایہ۔ عالم ملکوتی کے سیاح ملا عیسٰی سیالکوٹی جب حضرت میاں جیو کی خدمت میں آئے۔ تو فقر اور نامرادی۔ ثابت قدمی بہم پہنچائی۔ آپ تحصیل علوم کر کے کبھی سیالکوٹ میں اور کبھی لاہور میں رہتے ہیں۔ وفات کے بعد مجھے پیغام بھیجا۔ آپ حضرت میاں جیو کے علم کی نسبت بہت کچھ فرمایا کرتے تھے۔ اور نیز فرمایا۔ کہ میاں ہم کو تمام چرند و پرند کا ذکر و شغل سنائی دیتا ہے۔ بعض کو تسیر کا شغل بھی فرماتے۔ لیکن بہت کم۔

سیّد اشرف

دیگر۔ زاہدوں کے سردار۔ عابدوں کی سند سید اشرف صحیح النسب سادات سے ہیں۔ آپ حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کے مرید۔ ریاضت اور بیداری کے سبب بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ اور اخر میں حضرت میاں جیو کبھی کبھی آپ کو راتوں اپنی خدمت میں میٹھا چھوڑتے۔ ایک روز بادشاہ سلامت حضرت میاں جیو علیہ الرحمتہ کی خدمت میں گئے۔ اس وقت تمام اصحاب میں سے فقط سید اشرف ہی حاضرِ خدمت تھے۔ مَیں اکثر آپ کے ہم صحبت رہا ہوں۔ کمال محبت کی وجہ سے داڑھی مبارک کے چند ایک بال جو انہیں عنایت فرمائے تھے۔ ان میں سے ایک مجھے مرحمت فرمایا۔ مَیں بہت ممنون و مشکور ہوا۔ آپ ہفتے کے روز ۲۲ ذی قعدہ ۱۰۲۳ھ ہجری کو فوت ہوئے

باقی حسبِ ذیل اصحاب ہیں۔ ملا عبد الخلیل سلہتی۔ محمد علی ولد شیخ حسن سرہندی۔ محمد عادل۔ ملا محمد علی ولد شیخ حسن سرہندی خوشنویس۔ ہدہد کلال۔ عبد اللہ المعروف بانی الخیر۔ عبد النبی نتھا پراچہ۔ ابراہیم۔ نور محمد جو آنجناب کی آخری عمر میں چند سال اکیلا جناب کی خدمت میں رہا۔ جس قدر جناب نور محمد کے حال پر عنایت فرماتے۔ اتنی کسی اور مرید پر نہ فرماتے۔ اور فقیر کے لیے تبرکات بھی اسی نور محمد کو بطور امانت عطا فرماتے۔ اور بہت سی باتیں بطور وصیت فرمائیں۔ جو اس نے سب کچھ پہنچا دیا۔ ان میں سے ایک سیب کی کشتی تھی۔ جو سرہند شریف میں بیماری کے زمانے میں حضرت غوث الثقلین اور خضر علیہ السلام سے عنایت ہوئی تھی۔ اور جس سے آپ کی صحت حاصل ہوئی تھی۔

الحمد للہ کہ یہ کتاب سکینۃ الاولیا ختم ہوئی۔ حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ اور اپنے شیخ صاحب کے جو اوضاع و اطوار اور خوارق اس میں درج کئے گئے ہیں۔ وہ بے شک و شبہ ہزار میں سے ایک ہیں۔ اس طبقے کے خوارق لوگوں کی زبانی لا انتہا مشہور ہیں۔ لیکن لکھنے کا صرف اتنا فائدہ ہے۔ کہ بھول نہیں جاتے۔ اور زبانی نقل اگرچہ معتبر ہی ہو۔ پھر بھی رفتہ رفتہ اس میں فرق آہی جاتا ہے۔ اور بعض خصوصیتیں فراموش ہو جاتی ہیں۔ اور اگر اسی عہد میں حاضرین انہیں قلم بند کر لیں۔ تو پھر خواہ کتنا ہی عرصہ کیوں نہ گزر جائے۔ ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا تغیر نہیں آسکتا۔ اس واسطے اس کتاب کو حضرت میاں جیو علیہ الرحمۃ کے بعض اصحاب سے بڑی احتیاط اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ اور جو کچھ مجھے معلوم ہوتا گیا۔ میں اسے قلم بند کرتا رہا۔ اس میں کچھ آرائش کا قصد نہ تھا؛

قصد شہرت نبود جامی را — کیں ہمہ نظم ابداو نوشت
بہر احباب بر صحیفۂ دہر — نکتۂ چند یادگرد نوشت

امیدوار ہوں کہ پڑھنے والے اصحاب اس کی ظاہری عبارت کا چنداں خیال نہ کر کے اصل مطلب پر غور فرمائیں گے۔ اور یہ کہ اس طائفہ علیہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ اسے نفس کی قید اور شیطانی مکر سے رہائی عنایت کرے گا۔ اور ان عزیزوں کے دوستوں میں داخل کرے گا۔ اور سعادت اور محبت سے مشرف کریگا۔ آمین رب العالمین۔

تمام شد